

کتاب الہدایہ

فصلنا اہلک

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج مؤلف

ابوالرضا مقبول احمد رضوی جلالی

دارالتحقیق
شادیوال، گجرات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

أَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُو كُمْ مِّنْ نَّعْمَتِهِ
وَ أَحِبُّونِي لِحُبِّ اللّٰهِ وَ أَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي

كنز الهدايت فی مناقب اهل بيت

تالیف

عمدة المحققین، غینظ المنفقین، قاطع رفض و خروج
مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج

ابوالرضا مقبول احمد رضوی جلالی

زید مجده العالی

مرکز نشر و تحقیق

دار التحقیق

جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ)، شاد یوال، گجرات

0301-6268317

0302-6219436

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کنز الہدایت فی مناقب اہل بیت	کتاب
عمدۃ المحققین، غیظ المنافقین، قاطع رخص و خروج	تالیف
مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج	
ابوالرضا مقبول احمد رضوی جلالی زید مجتہد العالی	
عزت مآب محمد اشرف جلالی (کھوکھر صاحب)	قلمی معاون
صفر المنظر 1437ھ / نومبر 2015ء	تاریخ اشاعت
360 صفحات	ضخامت
1100	تعداد
	ہدیہ

ناشر

دار التحقیق

جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ)، شاد یوال، گجرات

0302-6219436

0301-6268317

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انتساب

سیدی و مرشدی
جلال المملۃ والدین، شیخ المحمد ثین، زین الممتقین
حافظ الحدیث حضرت پیر سید

محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مشہدی نقش بندی مجددی
آستانہ عالیہ بھکھی شریف

کے نام

جن کے علمی فیضان کی بہ دولت
خدمت دین کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بسم الله الرحمن الرحيم

مولای صل و سلم دائماً ابداً
على حبیبك خير الخلق کلهم
هو الحبيب الذى ترجى شفاعته
لكل هول من الاهوال مقتحم
محمدٌ سيد الكونين و الثقلين
و الفريقين من عرب و من عجم
فان من جودك الدنيا و ضررتها
و من علومك علم اللوح و القلم
ثم الرضا عن ابى بكر و عن عمر
و عن عثمان و عن على ذى الكرم



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
10	مؤلف کتاب
13	دیباچہ
15	فضائل اہل بیت کتاب و سنت کی روشنی میں
32	● اُمہات المؤمنین از و ارج رسول صلی اللہ علیہ وسلم
46	1 حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے فضائل و مناقب
49	2 حضرت سیدہ سوہہ بنت زمعہ کے فضائل و مناقب
52	3 حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ کے فضائل و مناقب
63	4 حضرت سیدہ حفصہ کے فضائل و مناقب
66	5 حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ کے فضائل و مناقب
67	6 حضرت سیدہ ام سلمہ کے فضائل و مناقب
69	7 حضرت سیدہ زینب بنت جحش کے فضائل و مناقب
72	8 حضرت سیدہ ام حبیبہ کے فضائل و مناقب
78	9 حضرت سیدہ جویریہ بنت الحارث کے فضائل و مناقب
81	10 حضرت سیدہ میمونہ بنت حارث کے فضائل و مناقب
83	11 حضرت سیدہ صفیہ کے فضائل و مناقب

- 86 ● ذکر اولادِ امجاد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے
- 88 1 سیدنا قاسم بن رسول اللہ
- 89 2 سیدنا عبداللہ بن رسول اللہ
- 90 3 سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیاں
- 93 1 سیدہ زینب کے فضائل و مناقب
- 96 2 سیدہ رقیہ کے فضائل و مناقب
- 98 3 سیدہ ام کلثوم کے فضائل و مناقب
- 101 4 سیدہ فاطمہ الزہرا کے فضائل و مناقب
- 115 ● اعمام یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کا بیان
- 115 1 سید الشہد حضرت حمزہ کے فضائل و مناقب
- 122 2 حضرت سیدنا عباس کے فضائل و مناقب
- 130 ● عمات یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیان
- 130 سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب کے فضائل و مناقب
- 133 ● دیگر اہل بیت
- 133 سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 138 سیدنا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 140 سیدنا قاسم بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 141 سیدنا فضل ابن عباس کے فضائل و مناقب

- 142 خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 188 سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 219 سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 295 سیدہ زینب بنت علی کے فضائل و مناقب
- 299 سیدہ اُم کلثوم بنت علی کے فضائل و مناقب
- 305 سیدنا جعفر بن ابی طالب کے فضائل و مناقب
- 311 سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 313 سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 327 سیدنا زید بن حارثہ کے فضائل و مناقب
- 333 سیدنا أسامہ بن زید کے فضائل و مناقب
- 338 سیدنا امام علی بن حسین کے فضائل و مناقب
- 348 سیدنا امام زید بن علی بن حسین کے فضائل و مناقب اور نظریات
- 350 سیدنا یحییٰ بن زید بن علی بن حسین کے فضائل و مناقب اور نظریات
- 352 سیدنا امام محمد باقر کے فضائل و مناقب اور نظریات
- 356 سیدنا امام جعفر صادق کے فضائل و مناقب اور نظریات



ان الله و ملائكته يصلُّون على النبي ، يا ايها الذين آمنوا صلُّوا عليه و سلموا تسليماً .
اللهم صل على سيدنا محمد و على اهل الطيبين الكرام صلوة موصولة دائمة
الاتصال بدوام ذى الجلال و الاكرام .

اللهم صل على سيدنا محمد الذى هو قطب الجلالة و شمس النبوة و الرسالة و
الهادى من الضلالة و المنقذ من الجهالة صلى الله عليه و سلم صلوة دائمة الاتصال و
التوالى متعاقبة بتعاقب الايام و الليالى .

اللهم صل على بدر التمام .

اللهم صل على نور الظلام .

اللهم صل على مفتاح دار السلام .

اللهم صل على الشفيع فى جميع الانام .

اللهم صل على سيدنا محمد و على آل سيدنا محمد حتى لا يبقى من الصلوة
شيء و ارحم سيدنا محمد و آل سيدنا محمد حتى لا يبقى من الرحمة شيء و بارك
على سيدنا محمد و على آل سيدنا محمد حتى لا يبقى من البركة شيء و سلم على
سيدنا محمد و على آل سيدنا محمد حتى لا يبقى من السلام شيء .

اللهم صل على سيدنا محمد و على آله و اصحابه و اولاده و ازواجه و ذرياته و
اهل بيته و اصهاره و انصاره و اتباعه و محبيه و أمته و علينا معهم اجمعين يا ارحم
الراحمين .

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اللهم صل على سيدنا محمد و على ال سيدنا محمد و على جميع اصحاب سيدنا

محمد-

اللهم صل على من كان تظله الغمامة-

اللهم صل على من كان يرى من خلفه كما يرى من امامه-

اللهم صل على الشفيح المشفع يوم القيامة-

اللهم صل على الطاهر المطهر-

اللهم صل على نور الانوار-

اللهم صل على من انشق له القمر-

اللهم صل على الطيب المطيب-

اللهم صل على من فاضت من نوره جميع الانوار-

اللهم صل على من بالصلوة عليه تحط الاوزار-



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مؤلف کتاب

کسے خبر تھی کہ شیخوپورہ کی سرزمین پر طلوع ہونے والا ستارہ ایک روز شادیوال (گجرات) کے اُفق پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمکے گا، بد عقیدگی کے سونامی کے آگے سینہ سپر ہوگا، قاطع خوارج وروافض ٹھہرے گا، مرزائیت اور دیگر باطل فرقوں کے لیے عصائے موسوی ثابت ہوگا، اپنے وقت کے مناظر بے بدل کی صورت میں نور افشانی کرے گا، محقق بے مثل کا جبہ زیب تن کرتے ہوئے نکتہ وروں کی نظر کا محور ٹھہرے گا۔

میری مراد فخر اہل سنت اور سرمایہ دین و ملت حضرت علامہ مولانا مقبول احمد جلالی نقش بندی مجددی رضوی مدظلہ العالی ہیں جو 1951ء بہ مطابق 1369ھ میں قصبہ رتی ٹبی تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم کا نام دین محمد ہے۔ آپ زمین دار اور کسان گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاندان میں آپ سے پہلے کوئی حافظ یا عالم نہیں تھا۔ اللہ کریم نے بچپن ہی سے مذہبی اور روحانی میلان عطا فرمایا ہوا تھا۔ گاؤں یا علاقہ میں کوئی مذہبی جلسہ یا محفل ہوتی تو بڑے ذوق و شوق کے ساتھ جلسے کی رونق کو بڑھانے کی کوشش فرماتے۔ یہی شوق حضور سیدنا محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ و نور اللہ مرقدہ لائل پوری (فیصل آباد) کی زیارت کا سبب بنا۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ قریبی گاؤں عبداللہ پور کولر میں جلسہ کے لیے تشریف لائے۔ تو مولانا مقبول اپنے بچپن کو تھامے گاؤں کے بزرگ حاجی محمد ارشد نقشبندی (راجپوت) کی معیت میں عبداللہ پور کولر جلسہ سننے چلے گئے۔ جلسہ بہت بڑا تھا۔ بجلی اس زمانہ میں تو تھی نہیں البتہ روشنی کے لیے گیس لیمپ جلا کر چاروں اطراف میں دو دو رتک لٹکائے گئے۔ حضرت مولانا اپنے ہم عمر ساتھیوں سمیت جلسہ کے اجتماع کے گرد گھومتے رہے۔ فرماتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔ جوں ہی حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو ایسا لگا گویا آسمان سے رحمت کے فرشتے پر سنا باندھے اتر آئے ہیں اور انہوں نے تمام جلسہ کو اپنے رحمت کے پروں کے نیچے لے لیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے کہ ایسی محفلوں میں فرشتے اسی طرح آیا کرتے ہیں۔ آپ کے خطاب کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دوران کسی شخص کو ادھر ادھر جاتے نہیں دیکھا۔ انتہائے جلسہ تک پاؤں جما کر جلسہ سنتے رہے۔ جلسہ سننے کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ بزرگوں کی زیارت اور برکت کے لیے اُن کے پاس جانے کا شوق پیدا ہوا۔

بہ حالت بچپن علما کی تقاریر کو پوری طرح تو سمجھ نہ پاتے لیکن نیک و پارسا لوگوں کی صحبت کے فیوض و برکات سے دل نورِ الہی کی معرفت سے منور ہونے لگا اور مذہبی اور دینی تعلیم حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پہلے تو والدین سے اجازت طلب کی مگر وہ اپنے ماحول اور پیشہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اجازت دینے کو تیار نہ ہوئے مگر دن بہ دن آپ کے ذوق و اشتیاق میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد والدہ محترمہ نے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔

ابتدائی مذہبی تعلیم قریبی گاؤں عبداللہ پور کولر میں مولانا حاجی محمد حنیف نقشبندی مجددی سے حاصل کی، بعد ازاں قسمت نے یاوری کی اور مرکزی دارالعلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف (منڈی بہاؤالدین) میں علم و معرفت کے موتی سمیٹنے لگے۔ شیخ برحق پیر کامل حضرت شیخ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل کتب کی تعلیم حاصل کی: بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، الحسامی، تفسیر بیضاوی، میرزاہد، ملا جلال، شرح عقائد، خیالی حاشیہ شرح عقائد، ابن ماجہ، نسائی شریف۔ شیخ الجامعہ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد نواز صاحب المعروف بڑے استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرح جامی، ہدایہ آخرین، سراجی، شمس بازغہ، صدر، توضیح تلوح، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی خاں، امور عامہ اور ترجمہ قرآن، ابوداؤد، معانی الآثار، مسلم شریف پڑھیں۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جلالی سے کنز الدقائق، نور الانوار، مختصر معانی، مطول، میبذی پڑھیں اور حضرت علامہ کریم بخش صاحب سے شرح تہذیب، المرقات، سلم العلوم، اصول شاشی، مقامات حریری، کافیہ پڑھیں۔ ان حضرات نے مقبول اہل سنت کا دامن علم و حکمت سے خوب بھرا۔

بعد از فراغت 1970ء میں آپ نے اپنے ہی گاؤں میں درس و تدریس شروع کی۔ کچھ عرصہ کے لیے شاہ کوٹ میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیے۔ انہی ایام میں حضرت صاحب زادہ ذی وقار جگر گوشہ محدث اعظم پیر قاضی فضل رسول سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت محدث اعظم فیصل آباد کے حکم سے بکھر ضلع میاں والی میں عرصہ دو سے اڑھائی سال امامت و خطاب کے فرائض سرانجام دیے۔ اسی دوران آپ اپنے شیخ کامل کی زیارت کے لیے بھکھی شریف تشریف لے گئے، وہاں اسی دن شادیوال سے مولوی الہ دین صاحب اور مولانا حاجی سراج دین صاحب (مرحوم) بھی شیخ سید جلال الملت والدین پیر سید جلال الدین نقش بندی مجددی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک باوجاہت اور محقق عالم دین کی ضرورت کا اظہار کیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

چنانچہ شیخ کامل نے مولوی الہ دین کو مولانا مقبول احمد کا ہاتھ تھماتے ہوئے فرمایا: گو مولوی مقبول احمد قد کاٹھ کے اعتبار سے چھوٹا اور کمزور نظر آتا ہے لیکن یاد رکھیے کہ علمی تبحر، عزم و استقلال اور قوت ایمانی کے اعتبار سے کوہ ہمالیہ بھی اس کے آگے سرنگوں ہے۔ مولوی الہ دین! آپ کے گاؤں کے لوگوں کے پایہ استقلال میں تو لغزش آسکتی ہے، یہ بطل جلالت اپنے مسلک اور موقف سے پیچھے نہیں ہٹے گا خواہ اسے تختہ دار کی دہلیز کو ہی کیوں نہ چومنا پڑے۔ چنانچہ یہ بات مولوی الہ دین نے بار بار شادیوال کے لوگوں کے سامنے بیان کی اور یہ بھی کہا کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ ایک سید کی زیارت کی ہے۔ ایسا علم و عمل اور تقویٰ کا بادشاہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ پھر مولانا کو شادیوال جانے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ شادیوال شریف لے آئے اور دارالعلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور مسلک اہل سنت کے فروغ اور تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ کامل کی نظر کرم سے خاک و خون کے دریاؤں میں سے گزر کر بھی علم صداقت کو بلند رکھا۔ آپ کے خلاف طاغوتی سازشوں نے نت نئے جال بنے، بعض اوقات اپنے اور بیگانوں نے بھی میر جعفر صادق کا روپ دھارا۔ طاغوتی اور رافضی اور خارجی قوتوں کے ساتھ مل کر راہ حق میں شیطانیت کے پہاڑ کھڑے کیے۔ لیکن آپ نے ضرب ید اللہی اور سجدہ شنبیری سے ان سب کو پاش پاش کر دیا۔ آج تک شیخ کامل کے فرمان کے مطابق مشکل ترین حالات کے باوجود خدمت اسلام اور مسلک اہل سنت کی تبلیغ کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اب تو ان کے ساتھ ان کے فرزند ارجمند ابوالرضا مولانا محمد طلحہ رضا صاحب کارزار حق و باطل میں اپنی جولانیاں بکھیرتے نظر آ رہے ہیں۔

دعا ہے کہ خداوند ذوالجلال باپ بیٹے کی ہمت اور استقلال میں مزید اضافہ فرمائے اور دین اسلام کی خدمت کے عشق میں ہی ان کی زندگی گزر جائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

طالب دعا

میاں محمد آصف

(بی اے۔ ایل ایل بی)



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دیباچہ

الحمد لله البر الجواد، الہادی الی سبیل الرشاد، رافع السماء بغير عمد، و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له المنزه عن الانداد، و اشهد ان محمدا عبده و رسوله المؤيد بالملائكة فی الجهاد، صلی الله علیه و علی آله و اصحابه الذین نشر العلم فی البلاد، صلوة دائمة الی یوم التناد۔

و بعد

مسلمانوں نے جہاں اپنے رسول کریم کی زندگی کے ہر گوشے کو محفوظ کیا ہوا ہے اسی طرح آپ کی آل و اصحاب کے حالات زندگی بھی نہیں مستحضر ہیں۔ انبیاء و مرسلین کی مقدس جماعت کے بعد عند اللہ جو مقام و مرتبہ انہیں حاصل ہے مخلوق میں اور کسی کو حاصل نہیں؛ جس طرح ان حضرات صلوة اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہم اجمعین نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کما حقہ پیروی کر کے دین و دنیا کی فوز و فلاح پائی ہے؛ از بس ضروری ہے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر دنیوی و اخروی کامرانی کے حصول کی کوشش کریں؛ از کمال ایمان تا کمال اعمال ان پاک بازوں کا اسوہ مبارکہ ہی ہمارے لیے رہ رہے۔

میرے شیخ ناصر السنہ، قاصر البدعہ، باہر الفضائل، طاہر الشمائل، زین المحققین حضرت علامہ مولانا الحاج ابو الرضا مقبول احمد رضوی جلالی نقش بندی رام بالفیض الباطنی و الظاہری نے اہل بیت پاک ﷺ کے فضائل و محامد پر مبنی یہ کتاب تالیف فرمائی ہے؛ جس کا مقصد اس پاک خاندان کی عظمت کو قلوب مسلمین میں اجاگر کرنا ہے۔ رب تعالیٰ اس کتاب کو نافع عوام و خواص بنائے۔

خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی قدسی صفات، ہستیوں کے تذکرہ جمیل پر مشتمل یہ کتاب محاسن کثیرہ کے علاوہ اس خوبی سے بھی متصف ہے کہ اس میں شیخ مدظلہ نے قبول روایت میں جمود و الاطریقہ اختیار نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

افکار پر نقد بھی کیا ہے اور یہی ایک محقق و مدقق کے شایان ہے۔

کچھ عرصہ سے یہ غلط روش پروان چڑھ رہی ہے کہ اگر کوئی محقق عالم دین کسی مشہور غلط روایت پر جرح قدح کرے تو لوگ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں یہ انتہائی نامناسب رویہ ہے۔

علماء و محدثین نے کسی روایت کو پرکھنے کے جو اصول و ضوابط وضع فرمائے ہیں ان کے پیش نظر اگر کوئی محقق عالم ربانی نقد کرتا ہے تو یہ اس کا حق ہے۔

حضرت شیخ زیدہ مجدہ نے اس کتاب میں بہت عمدہ و مدلل انداز میں بحث و تمحیص فرمائی ہے۔ شیخ مدظلہ چوں کہ عالم پیری میں ہیں، لکھ نہیں سکتے، آپ نے اس کتاب کو املا کروایا ہے، بہت امکان ہے کہ بعض جگہ جملے مربوط نہ ہوں، اس کے باوجود اس کتاب کی افادیت کچھ کم نہیں ہے، یہ شیخ مدظلہ کی زندگی کا حاصل مطالعہ ہے، اس کتاب میں بعض ضعیف روایات بھی ہیں جنہیں فضائل میں قبول کر لیا گیا ہے جو کہ محدثین اعلام کا طریقہ ہے، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں نقل فرمایا ہے:

قال العلماء من المحدثین و الفقہاء و غیرہم: یجوز و یتحب العمل فی

الفضائل و الترغیب و الترهیب بالحديث الضعیف ما لم یکن موضوعا۔

محدثین، فقہاء و دیگر علماء رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز و مستحب

ہے، جب تک کہ موضوع نہ ہو۔ (الاذکار: 16)

آپ اس کتاب کو بالاستیعاب پڑھیں، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ساری معلومات کا خزانہ ہاتھ آئے گا۔

خادم در مقبول

ابو محمد عبداللہ نقشبندی مجددی

00923026219436



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خطبة الكتاب

الحمد لله الذي ارسل رسوله شاهداً و مبشراً و نذيراً، و داعياً الى الله باذنه و سراجاً منيراً، و جعل اهل بيته طاهراً و مطهراً و تطهيراً و صلى صلواته عليه و عليهم بكرةً و عشياً، و على آله و اهل بيته و اصحابه جميعاً

در بیان فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عن عبد الله بن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم: احبوا الله لما يغذوكم من نعمته و احبوني لحب الله و احبوا اهل بيتي لحبي. رواه الترمذی

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی روزی کی نعمت دیتا ہے اور اللہ کی محبت کے لیے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو!

و عن ابی ذر انہ قال و هو آخذ بباب کعبۃ سمعت النبی صلی اللہ علیہ و آله و سلم یقول الا ان مثل اهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها هلك.

ترجمہ: سیدنا ابو ذر سے روایت ہے کہ انہوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آگاہ رہو کہ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا

نجات پا گیا، جو اس سے پیچھے رہ گیا ہلاک ہو گیا۔

و عن زید بن ارقم، قال: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوما فینا خطیباً بماء یدعی خمائین مکة و المدینة فحمد اللہ و اثنی علیہ و وعظ و ذکر ثم قال اما بعد الا ایہا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب و انا تارک فیکم الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الہدی و النور فخذوا بکتاب اللہ و استمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال و اہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔ و فی روایة: کتاب اللہ هو حبل اللہ من اتبعہ کان علی الہدی و من ترکہ کان علی الضلالة۔ رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہم میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور پانی پر جسے خم کہا جاتا ہے مکہ، مدینہ کے بیچ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور وعظ و نصیحت فرمائی پھر فرمایا احمد کے بعد لوگو! خبردار میں بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آ جائے، تو میں اس کا بلاوا قبول کر لوں، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑتا ہوں جن میں سے پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تم اللہ کی کتاب لو اسے مضبوطی پکڑو پھر کتاب اللہ پر ابھارا اس کی رغبت دی پھر فرمایا: اور میرے اہل بیت میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر رہا جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گم راہ ہو گیا۔

و عن عائشہ، قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم غداة و علیہ مرطٌ مرحلٌ من شعر اسود فجاء الحسن ابن علی فادخلہ ثم جاء الحسن فدخل معہ ثم جاء ت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً۔ رواہ مسلم

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے آپ پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی آتے ہی حسن بن علی آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں داخل کر لیا پھر جناب حسین آئے وہ بھی ان کے ساتھ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

داخل ہو گئے پھر جناب فاطمہ آئیں انہیں بھی داخل کر لیا، پھر جناب علی آئے انہیں بھی داخل کر لیا پھر فرمایا: اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اور تم کو خوب پاک صاف فرما دے۔
و عن البراء، قال: لما توفي ابراهيم قال رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم: ان له مرضعاً في الجنة۔ رواه البخاری
ترجمہ: سیدنا ابرا فرماتے ہیں کہ جناب ابراہیم کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دالی ہے۔

و عن عبد الله بن سيدنا عمر رضى الله عنه، ان رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم بعث بعثاً و امر عليهم اسامة بن زيد فطعن بعض الناس في امارته فقال رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم ان كنتم تطعون في امارته فقد كنتم تطعون في اماره ابيه من قبل وايم الله ان كان لخليقاً للامارة و ان كان لمن احب الناس الى و ان هذا لمن احب الناس الى بعده۔ متفق عليه
ترجمہ: روایت ہے سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر سیدنا اسامہ بن زید کو امیر بنایا تو بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ان کے امیر ہونے پر طعنہ کرتے ہو تم تو ان کے والد کے امیر ہونے پر بھی اس سے پہلے طعنہ کرتے تھے، اللہ کی قسم وہ امیری کے لائق تھے اور وہ مجھے لوگوں سے زیادہ پیارے تھے اور یہ بھی ان کے بعد مجھے لوگوں میں پیارے ہیں۔

عن ابى بكر، قال: رایت رسول الله صلى الله عليه و سلم على المنبر و الحسن بن على الى جنبه و هو يقبل على الناس مرة و عليه اخرى و يقول: ان ابني هذا سيد و لعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين۔
(بخاری)

ترجمہ: سیدنا ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ حسن بن علی آپ کی ایک کروٹ پر

تھے، آپ کبھی لوگوں پر توجہ فرماتے اور کبھی ان پر اور فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔

و عن عبد الرحمن بن ابی نعیم، قال: سمعت عبد اللہ ابن عمر و سالہ رجل عن المحرم قال شعبة احسبه يقتل الذباب قال اهل العراق يسالونى عن الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال رسول صلى الله عليه وآله وسلم هما ريحانتي من الدنيا۔ (بخاری)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا عبد الرحمن ابن ابی نعیم سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب عبد اللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو سنا جب کہ آپ سے ایک شخص نے محرم کے متعلق پوچھا شعبہ کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ یہ پوچھا کیا محرم مکھی مار سکتا ہے؟ تو فرمایا: عراقی لوگ مجھ سے مکھی کے متعلق پوچھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کے بیٹے کو قتل کر چکے ہیں، حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔

و عن ابن عباس قال ضمنى النبی صلى الله عليه وآله وسلم الى صدره فقال: اللهم علمه الحكمة۔ و فی رواية علمه الكتاب۔ رواه البخاری

ترجمہ: سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ سے لگایا، پھر فرمایا: الہی! انہیں حکمت سکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں قرآن سیکھا!

و عنه قال ان النبی صلى الله عليه وآله وسلم دخل الخلاء فوضعت له وضوء فلما خرج قال من وضع هذا فاخبر فقال اللهم فقہه فی الدین۔ بخاری و مسلم

ترجمہ: انہیں سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے گئے، تو میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، تو جب آپ باہر آئے، فرمایا: یہ کس نے رکھا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی، تو فرمایا: الہی! اسے دین کا فقیہ بنا!

عن جابر، قال رایت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى حجته يوم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عرفة و هو علی ناقتہ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایہا الناس انی ترکت
فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی۔ (ترمذی)
ترجمہ: سیدنا جابر سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے حج میں عرفہ کے دن دیکھا
جب کہ آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر خطبہ پڑھ رہے تھے، میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! میں نے تم
میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے گم راہ نہ ہو گے؛ اللہ کی کتاب اور میری عترت
یعنی اہل بیت۔

و عن زید بن ارقم، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: انی تارک
فیکم ما ان تمسکتہ بہ لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ
حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اہل بیتی و لن یتفرقا حتی تردا
علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما۔ (ترمذی)

ترجمہ: سیدنا زید بن ارقم سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ
اگر تم اسے تھامے رہو تو میرے بعد گم راہ نہ ہو گے، ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے؛ اللہ کی کتاب
جو آسمان سے زمین تک دراز سی ہے اور میری عترت یعنی میری اہل بیت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے، حتیٰ
کہ میرے پاس حوض پر آجائیں، تو غور کرو تم ان دونوں سے میرے بعد کیا معاملہ کرتے ہو۔
یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت سے نقل کی گئی ہیں۔

آخری دو حدیثوں پر علمائے محدثین اور علمائے اصولیین کی جرح ہے۔ چنانچہ الحسامی مع شرح النامی صفحہ 200
پر صاحب کتاب شیعوں کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلا نسلم صحة نقله بل المنقول الصحيح هو ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما
تمسکتہ بہما کتاب اللہ و سنة رسولہ۔

یعنی یہی عبارت الحسامی مع شرح النظامی کے صفحہ 94 اور کتاب الاعتقاد للبیہقی صفحہ 228، سنن کبریٰ بیہقی جلد
10 صفحہ 194 حدیث 20336، جامع بیان العلم و فضلہ جلد 1 صفحہ 855 حدیث 13891، جلد 2 صفحہ 979 حدیث

1866، نیز جلد 2 صفحہ 1161 حدیث 2299

ترتیب امالی خمیسہ للشجرى میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

قد ترکت فیکم اثنتین لن تضلوا ما تمسکتہ بہما کتاب اللہ و سنتی۔

(جلد 1 صفحہ 203 حدیث 754)

نیز حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

و قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتہ بہ کتاب اللہ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 225)

اور اسی لیے حضور ﷺ کی موجودگی میں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

حسبنا کتاب اللہ۔

اور عقل و درایت کے لحاظ سے بھی یہ مشکل پیش آتی ہے۔

خیرکم خیرکم لاهلی من بعدی۔ و اخرج ابن سعد و الملاء انه صلی اللہ
علیہ و آلہ و سلم قال استوصو باهل بيتي خيراً فاني اخاصمکم عنهم غداً و
من اکن خصمه خصمه اللہ و من خصمه اللہ ادخله النار۔ و روى جماعة من
أصحاب السنن عن عدة من الصحابة ان النبي صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
قال: مثل اهل بيتي فیکم کسفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها هلك۔

(نور الابصار صفحہ 266)



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

احترامِ اساتذہ و اہل بیت نیز علم کی قدر

صلی زید بن ثابت علی جنازہ اُمہ کما قالہ ابن عبد البر فقربت لہ بغلته لیرکب فاخذ ابن عباس برکابه فقال: خل عنک یا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فقال ابن عباس: ہکذا أمرنا نفعل بالعلماء لانه کان یاخذہ عنہ العلم فقبل زید یدہ و قال: ہکذا امرنا ان نفعل باہل بیت نبینا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔ (الصواعق المحرقة صفحہ 179)

ترجمہ: سیدنا زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا، جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے تو آپ کے قریب آپ کی سواری کے لیے خچر لائی گئی تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ تو سیدنا عبد اللہ بن عباس نے رکاب کو تھام لیا تو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابن عم رسول اللہ! چھوڑ دو کیا کر رہے ہو۔ تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ وہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کرتے تھے۔ تو سیدنا زید بن ثابت نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چوم لیا اور فرمایا ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عن ابی المہزم، قال کنا فی جنازہ فاقبل ابو ہریرۃ ینفض بثوبتہ التراب عن قدم الحسین۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 357)

ترجمہ: ابی مہزم بیان کرتا ہے کہ ہم ایک جنازہ میں تھے جس میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے یا عمامہ سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں کو صاف کر رہے تھے۔

عن زید بن ارقم، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتہم بہ لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اہل بیتی و لن یتفرقا حتی تردا علی

الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما۔ ہذا حدیث حسن غریب۔
اس حدیث کی سند اور تمام روایت مجروح ہیں اور اول تا آخر شیعہ اور سخت قسم کے رافضی ہیں۔
علی بن منذر شیعہ محض۔

محمد بن فضیل قال ابوداؤد کان شعیاً محترقاً و ذکر و قال ابن حبان فی
الثقات و قال کان یغلو فی التشیع۔

ابوداؤد نے کہا کہ یہ جلا بھنا شیعہ ہے اور ابن حبان نے اپنی کتاب ثقات میں کہا: یہ غالی شیعہ نیز راوی اعمش وہ
عطیہ سے اور عطیہ ابوسعید سے روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 259، میزان الاعتدال جلد 4 صفحہ 10-9)
یہ عطیہ وہ ہے جو زبردست شیعہ اور رافضی تھا اور یہ محمد بن سائب کلبی کا شاگرد ہے اور ساری دنیا جانتی ہے کلبی کون
اور کیا ہے اور عطیہ نے اپنے استاد کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کلبی سے روایت
کرتے وقت کہتا ہے ابوسعید سے روایت ہے اور لوگ سمجھتے کے شاید ابوسعید خدری صحابی رسول ہے۔

یعنی عطیہ اور اس کے استاد کلبی دونوں دھوکے باز فریبی شیعہ تھے۔

آخری راوی حبیب بن ابی ثابت کے بارے میں دیکھیے:

و کان کثیر الارسال و التدلّیس۔

بہت زیادہ ارسال اور تدلیس کا عادی ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 452، تقریب التہذیب جلد 1 صفحہ 148)



سید الانبیاء ﷺ کی عمرت اور آپ کی اہل بیت

سید الانبیاء ﷺ کی عمرت آپ کی اہل بیت کے تمام افراد ہیں، اس لیے کہ خاندان رسول ﷺ یعنی بنو ہاشم کے وہ تمام حضرات جو مشرف باسلام ہوئے سارے عمرت رسول ﷺ میں داخل ہیں تو اگر عمرت رسول کی پیروی ضروری ہے تو ان سب کی پیروی اور اتباع کس طرح کی جائے گی، نیز یہ روایتیں شیعہ مذہب کے بھی خلاف ہیں کیوں کہ عمرت رسول میں شدید قسم کے اختلافات پائے گئے ہیں۔

جیسا کہ بنو عباس اور علویوں اور فاطمیوں میں شدید کشیدگی اور مخالفت رہی ہے اور اس حقیقت سے کوئی عقل مند انسان سنی یا شیعہ انکار نہیں کر سکتا کیوں کہ کتب تواریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں بلکہ شیعوں کی اصولی اور مذہبی کتب میں اس قسم کے اختلافات بڑی شد و مد سے موجود ہیں کہ بہ یک وقت کئی اماموں اور ان کی اولاد نے دعویٰ امامت کیا اس بات پر ان کی لڑائیاں جھگڑے تنازعات ہوتے رہے چنانچہ سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیدنا امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے دعویٰ امامت کیا اسی طرح سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی دعویٰ امامت کیا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سیدنا اسماعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امامت کا دعویٰ کیا اور سیدنا حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بھائی امام علی نقی کے بیٹے محمد جعفر نے دعویٰ امامت کیا جس کی وجہ سے شیعہ ان کو جعفر کذاب کہتے ہیں جیسا کہ کتب شیعہ میں موجود ہے۔ ہر دو روایتیں شیعوں کے بھی سخت خلاف ہیں، اس لیے کہ ان روایتوں کی رو سے تمام اہل بیت اطہار کے افراد کی اتباع ضروری اور لازم ہے۔ شیعہ صرف ان میں سے بارہ کو مانتے ہیں باقیوں کا انکار بلکہ ان میں سے بعض کو کافر کہتے ہیں تو یہ عمرت رسول ﷺ کو کیسے ماننا ہوا؟

بتائیے ان روایتوں پر کیسے اور کیوں کر عمل کیا جائے گا اب بھی سنی، رافضی، خارجی اور قادیانیوں میں بہ زعم خویش سید بنے ہوئے ہیں تو ہر ایک کی پیروی کیسے اور کس طرح کی جائے گی۔ ولہذا وہی روایات اور احادیث صحیح ہیں جن میں کتاب و سنت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

محبته اهل بيت

و صح ان بنت ابى لهب لما هاجرت الى المدينة قيل لها: لن تغنى عنك هجرتك انت بنت حطب النار فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وآله وسلم فاشتد غضبه ثم قال على المنبر: ما بال اقوام يؤذونى فى نسبى و ذورحمى الا و من آذى نسبى و ذورحمى فقد آذانى و من آذانى فقد آذى الله- اخرج ابن ابى عاصم والطبرانى و ابن منده والبيهقى بالفاظ متقاربة، و اخرج الطبرى و الدارقطنى مرفوعاً: اول من اشفع له من امتى اهل بيتى ثم الاقرب فالاقرب من قريش ثم الانصار ثم من آمن بى و اتبعنى من اليمن ثم سائر العرب ثم العجم و من اشفع له اولا افضل- نقل القرطبى عن ابن عباس فى قوله تعالى: و لسوف يعطيك ربك فترضى- قال: رضا محمد صلى الله عليه وآله وسلم ان لا يدخل احد من اهل بيته النار- و اخرج الحاكم و صححه انه صلى الله عليه وآله وسلم قال: وعدنى ربي فى اهل بيتى من اقر منهم بالتوحيد ولى بالبلاغ ان لا يعذبهم و صح ان العباس شك الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما تفعل قريش من تبسم فى وجوههم و قطعهم حديثهم عند لقائهم فغضب صلى الله عليه وآله وسلم غضباً شديداً حتى احمر وجهه و در عرق بين عينيه و قال: و الذى نفسى بيده لا يدخل قلب رجل الايمان حتى يحبكم الله و رسوله- و فى رواية صحيحة ايضاً: ما بال اقوام يتحدثون فاذا راوا الرجل من اهل بيتى قطعوا حديثهم و الله لا يدخل قلب رجل الايمان حتى يحبهم لقرابتهم منى، و فى اخرى و الذى نفسى بيده لا يدخلوا الجنة حتى يؤمنوا و لا يؤمنوا حتى يحبوكم الله و رسوله ايرجون شفاعتى و لا ترجوها بنو عبد المطلب و روى الديلمى و الطبرانى و ابو الشيخ بن حبان و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

البيهقي مرفوعاً انه صلى الله عليه و آله و سلم قال: لا يؤمن عبد حتى اكون
احب اليه من نفسه و تكون عترتي احب اليه من عترته و اهلي احب اليه من
اهله و ذاتي احب اليه من ذاته۔ و روى ابو الشيخ عن على كرم الله وجهه قال
خرج رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم مغضبا حتى استوى على المنبر
فحمد الله و اثنى عليه ثم قال: ما بال رجال يؤذونني في اهل بيتي و الذي
نفسى بيده لا يؤمن عبد حتى يحبني و لا يحبني حتى يحب ذريتي و لذلك
قال ابو بكر رضى الله عنه، صلة قرابة رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم
احب الى من صلة قرابتي۔ و اخرج البخارى عن ابن عمر، قال: قال ابوبكر:
ارقبو محمد صلى الله عليه و آله و سلم في اهل بيته۔

(نور الابصار في مناقب آل بيت المختار صفحہ 267,268)

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے نسب والوں اور
قریبوں کو اذیت دیتی ہے۔ خبردار جس نے میرے نسب والوں اور قریبوں کو اذیت اور تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف
دی اور فرمایا قیامت کے دن میں اپنی ساری امت سے پہلے اپنی اہل بیت کی سفارش کروں گا پھر قریش میں سے جو
میرے زیادہ قریب ہیں ان کی سفارش کروں گا پھر انصار کی پھر اہل یمن میں سے جو لوگ مجھ پر ایمان لائے ان کے
بعد سارے عربوں کی اور پھر عجمیوں کی شفاعت کروں گا اور وہ لوگ جن کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ
دوسرے لوگوں سے افضل ہیں۔ امام قرطبی نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت
مقدسہ ”و لسوف يعطيك ربك فترضى“ نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری رضا یہ ہے کہ میری
اہل بیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میری اہل بیت کے
بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو بھی توحید و رسالت کا اقرار کرے گا تو انہیں میں عذاب نہیں دوں گا۔
اور صحیح حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی کہ قبیلہ
قریش کے کچھ لوگ مجھ سے خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے بلکہ مجھ سے اجتناب کرتے ہیں یعنی جس طرح وہ آپس

میں گفتگو کرتے ہیں مجھ سے نہیں کرتے جس سے میری دل آزاری ہوتی ہے یہ سن کر سید الانبیاء ﷺ سخت غضب ناک ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگا اور فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے تم سے محبت نہ کرے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ رکھے نیز فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک ایمان نہ لائیں اور ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تم سے محبت نہ کریں کیا وہ اپنے لیے میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور بنو عبدالمطلب کے لیے امید نہیں رکھتے؟ اور فرمایا: ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک میں ان کو ان کی ذات سے پیارا نہ ہو جاؤں اور میری عمرت اور اہل بیت اس کو اپنی اہل بیت سے پیارا نہ ہو جائے پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو لوگ میری اہل بیت اور اولاد کے بارے میں مجھے دکھ اور اذیت دیتے ہیں اور فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھ سے اور میری اولاد سے محبت نہ کرے۔ اسی وجہ سے خلیفہ برحق خلیفہ الرسول بلا فصل امام اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار اپنے رشتہ داروں اور قریبوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

بخاری شریف میں موجود ہے کہ اہل ایمان کے خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اے لوگو! حضور ﷺ کا آپ کے اہل بیت میں خیال اور لحاظ رکھو۔

و اخرج مسلم من حدیث ابی ہریرۃ انہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قال فی

الحسن و الحسنین اللہم انی احبہما و احب من یحبہما۔

اور تفسیر الکشاف میں ہے اگرچہ ان روایات کی کوئی سند نہیں ہے، اکثر علماء نے ان کو ضعیف بلکہ موضوعات میں

شمار کیا ہے چونکہ یہ روایات سنی و شیعہ ہر دو فریق کی کتب میں درج ہیں اس لیے بہ وجہ محبت درج کی جاتی ہیں:

من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مات شہیداً۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات مغفوراً لہ۔

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات تائباً۔

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات مومنأً
مستکمل الایمان۔

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشرہ ملک
الموت بالجنة ثم منکر و نکیر۔

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یزف الی الجنة
کما تزف العروس الی بیت زوجها۔

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح لہ فی قبرہ
بابان الی الجنة۔

الا و من مات علی حب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات اہل السنة
و الجماعة۔

الا و من مات علی بغض آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مات کافراً۔

الا و من مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة۔ (نور الابصار صفحہ 268)

ترجمہ: جو شخص آل محمد ﷺ کی محبت پر مراوہ شہید ہے اور جو شخص آل محمد ﷺ کی محبت پر مراوہ بخشا ہوا ہے اس طرح اس
کی توبہ قبول ہے اور وہ پکا مومن ہے ملک الموت اور منکر نکیر اس کو جنت کی بشارت دیتے ہیں..... اور جو آل محمد
ﷺ کی محبت پر مراوہ اہل سنت و جماعت ہے اور جو کوئی آل محمد ﷺ کا بغض لے کر مراوہ کافر ہے، جنت کی خوشبو تک
نہیں سونگھے گا۔

باتیں اگرچہ صحیح ہیں لیکن روایتیں بالکل بے سند ہیں۔ یہی روایات شیعوں کی معتبر کتاب کشف الغمہ جلد اول
صفحہ 107 پر بھی موجود ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے پتہ چلا کہ آل محمد کی محبت واجب ہے اور ان سے بغض و عناد سخت حرام ہے۔ اور امام

شافعی نے اس پر قطعی حکم لگایا۔ آپ فرماتے ہیں:

یا اهل بیت رسول الله حبکم
فرض من الله فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم الفخر انکم
من لم یصل علیکم لاصلوٰة له

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ سے اور ان دونوں یعنی سیدنا حسنین کریمین علیہما السلام سے اور ان کے والدین سے محبت کی وہ قیامت کے دن جنت میں میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

یاد رہے ساتھ ہونے سے برابری لازم نہیں آتی۔ ہاں قرب نبوی اعلیٰ درجہ کا نصیب ہوگا جیسے نوکر اور آقا دونوں کی کوئی ضیافت کرے۔ ظاہر ہے کہ وہ دونوں ہمراہ جانے اور ایک مکان میں کھانا کھانے سے برابر نہیں ہوں گے۔ مگر ہم راہی نبوی اور ثواب کثیر کس قدر بڑی دولت ہے۔ سیدنا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت رسالت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ چیزوں میں شریک ہیں یہ نہیں کہ بالکل برابر ہیں۔

۱- نماز میں درود بھیجنے میں

۲- سلام میں

۳- طہارت میں

(آیت تطہیر کا مضمون جس میں ازواج مطہرات، سیدۃ النساء، حسنین کریمین اور خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ

علیہ السلام مراد ہیں)

۴- صدقہ کے حرام ہونے میں

۵- اور محبت کے واجب ہونے میں

عن حسن بن علی رضی اللہ عنہ، قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم لكل شیء اساس و اساس الاسلام حب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و حب اهل بیته۔ اخرج البخاری فی تاریخہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: ہر شے کی ایک بنیاد ہے اور اسلام کی بنیاد اصحاب رسول اور اہل بیت رسول ﷺ کی محبت ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اول من یرد علی الحوض اہل بیتی۔

ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حوض کوثر پر سب سے پہلے میرے اہل بیت آئیں گے۔
اخرج الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثبتکم علی صراط اشدکم حبالا لہل بیتی و اصحابی۔
ترجمہ: دیلمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پل صراط پر تم میں سے وہی ثابت قدم رہے گا جو میرے اہل بیت اور صحابہ سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

اشتد غضب اللہ علی من اذانی فی عترتی۔ اخرج الدیلمی عن ابی سعید۔
ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ اللہ کا غضب اس پر ہوگا جس نے مجھے میری عترت کے بارے مجھے اذیت دی۔ دیلمی نے ابوسعید سے روایت کی۔

عن ابی سعید، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیتی و الانصار کرشی و عیبتی فاقبلوا من محسنہم و تجاوزوا عن میسئہم۔ اخرجہ الدیلمی

ترجمہ: دیلمی نے سیدنا ابوسعید سے روایت کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت اور انصار میرے خالص دوست اور محل اعتبار رازدان ہیں پس قبول کرو ان میں سے ان کی نیکیاں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرو اور معاف کرو۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صنع الی احد من اہل بیتی یدا کفیتہ علیہا یوم القیامة۔ اخرجہ ابن عساکر۔

ترجمہ: ابن عساکر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی مسلمان نے میری

اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ نیک سلوک کیا تو قیامت کے دن میں اس کا بدلہ دوں گا۔ اور دوسری روایت میں ہے جس کسی مسلمان نے اولاد عبدالمطلب سے کسی پر دین کیا قیامت کے دن میں اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔

عن ابی سعید، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و الذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اهل البیت رجل الا ادخلہ اللہ النار۔

ترجمہ: سیدنا ابوسعید سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے نہیں بغض رکھے گا کوئی انسان مجھ سے اور میری اہل بیت سے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مجھ سے فقراء کے فضائل بیان فرما رہے تھے اور دولت مندوں پر فقراء کی فضیلت بیان کر رہے تھے، پس آپ کے کلام مبارک سے میں نے یہ یاد رکھا کہ آپ نے فرمایا: فقراء کی فضیلت میں تجھ کو یہ کافی ہے کہ عائشہ صدیقہ اپنے دور کے دولت مندوں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گی اور میری بیٹی فاطمہ عائشہ صدیقہ سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوگی اس لیے کہ اس نے اس دنیا سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی کم نفع اٹھایا۔

روایت میں ہے:

من سرہ ان یکتال بالمکیال الاوفی اذا صلی علینا اهل البیت فلیقل: اللہم صل علی محمد النبی و ازواجہ امہات المؤمنین و ذریتہ و اهل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ پورے پیمانہ سے ناپے یعنی پورا پورا بدلہ درود شریف کا قیامت میں لینا چاہے تو اس کو اس طرح درود شریف پڑھنا چاہیے: اللہم صلی علی محمد النبی و ازواجہ امہات المؤمنین و ذریتہ و اهل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید۔

یہ اہل بیت اطہار ہیں ان کے فضائل ان کے مناقب حساب و شمار سے باہر ہیں ان میں کچھ اہل بیت کے فضائل مشترک ہیں اور کچھ امام حسین، امام حسن، امام علی اور سیدنا فاطمہ ؑ کے مخصوص ہیں لیکن یہاں پر صرف سیدہ فاطمہ ؑ کا ذکر کرنا ہمارا مقصود ہے لہذا اس پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس (القرآن) کی تفسیر میں علمائے کرام کا بہت سا کلام ہے، وہ دوسرے مقامات پر مفصل منقول ہوگا۔

اللہم صل علی سیدنا محمد و ازواجہ و ذریتہ کما صلیت علی سیدنا و مولنا ابراہیم و باریک علی سیدنا و مولنا محمد و ازواجہ و ذریتہ کما باریک علی آل سیدنا و مولنا ابراہیم انک حمید مجید۔

اللہم صل علی سیدنا و مولنا محمد و علی آلہ کما صلیت علی سیدنا و مولنا ابراہیم و باریک علی سیدنا و مولنا محمد و علی آل سیدنا و مولنا محمد کما باریک علی آل سیدنا و مولنا ابراہیم فی العلمین انک حمید مجید۔

اللہم صل وسلم و باریک علی سیدنا محمد النبی الامی و ازواجہ أمہات المومنین و ذریتہ و اہل بیتہ صلوة و سلاماً لا یحصى عددہما و لا یقطع مددہما۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا ذکر پاک

کیوں کہ از روئے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ پاک اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دیگر افراد اہل بیت از روئے حدیث اہل بیت میں شامل ہیں۔ یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب اور عقیدہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تقریباً پورا رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت یعنی امہات المؤمنین کے بارے میں نازل فرمایا۔ ان آیات میں سے ایک آیت کا حصہ یہ ہے:

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً۔

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! تم سے ہرنا پا کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے ستھرا کر دے۔

آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بلکہ تم تمام جہاں کی اولین و آخرین عورتوں سے افضل، حضرت آدم علیہ السلام تا روز قیامت کوئی بی بی تمہاری ہم سر نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا ازواجِ مطہرات اولادِ طیبہ طاہرہ سے افضل ہیں کیوں کہ ناسب کو شامل ہے یہ بھی معلوم ہوا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی مثل عالم میں کوئی عورت نہیں تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کہتے ہیں وہ اس آیت میں غور کریں۔

چوں کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے اس لیے یہاں ضمیر مذکر لائی گئی اگرچہ اس میں خطاب ازواج سے ہے جیسے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا:

فقال لاہلہ امکنوا۔

اور قرآن پاک کی یہ آیات:

انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیراً۔

(پارہ 22 سورۃ الاحزاب آیت 33)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و اذ غدوت من اهلك۔ (پارہ 4 آل عمران آیت 121)

فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدواً و حزناً۔ (پارہ 20 القصص آیت 8)

فلما قضی موسى الاجل و سار باهله آنس من جانب الطور ناراً قال لاهله امكثوا انى انست ناراً لعلی اتيكم منها بخبرٍ او جذوة من النار لعلكم تصطلون۔ (پارہ 20 القصص آیت 29)

اذ رای ناراً فقال لاهله امكثوا انى انست ناراً لعلی اتيكم منها بقبسٍ او اجد علی النار هدی۔ (پارہ 16 ط آیت 10)

فنجينه و اهله من الكرب العظيم۔ (پارہ 17 الانبياء آیت 76)

قالوا ا تعجبين من امر الله رحمت الله و بركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد۔ (پارہ 12 ہود آیت 73)

ذلك لمن لم يكن اهله حاضري المسجد الحرام۔ (پارہ 2 البقرہ 196)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ازواج پاک کو صیغہ جمع مذکر حاضر اور ضمیر جمع مذکر حاضر سے مخاطب فرمایا ہے، کیوں کہ لعلکم میں ضمیر جمع مذکر حاضر اور تصطلون صیغہ جمع مذکر حاضر اور مراد سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہیں اور قالوا ا تعجبين میں بھی علیکم اهل البيت سے تمام سنی و شیعہ زوجہ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔ اور ان تمام آیات میں مراد بیویاں ہیں اور لفظ اور ضمیر جمع مذکر حاضر کی استعمال ہوئی ہے، چون کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے، لفظوں کا اعتبار کرتے ہوئے جمع مذکر کا صیغہ اور ضمیر لائی گئی۔ ان آیات کا نزول جمہور علماء مفسرین اولین و آخرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج پاک کے حق میں بیان فرماتے ہیں۔

اس میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے متعلق نازل ہوئی جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک اہل بیت اصل ہیں۔

عن عكرمة عن ابن عباس قوله تعالى: (انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اہل البیت) قال: نزلت فی نساء النبی ﷺ خاصة، و قال عكرمة: من باهلتہ
انہا نزلت فی شان نساء النبی ﷺ۔

عن عكرمة، انه كان ينادى فى السوق (انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس
اهل البیت و يطهرکم تطهيراً) نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
خاصة و هكذا روى ابن ابى حاتم قال حدثنا على بن حرب الموصلى حدثنا
زيد بن الحباب حدثنا حسين بن واقد عن يزيد النحوى۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں انما یرید اللہ
لیذهب عنکم الرجس اہل البیت نبی پاک ﷺ کی ازواج پاک کے بارے میں خاص کر کے
نازل ہوئی اور عکرمہ نے کہا: میں اس کے انکار کرنے والے سے مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

ابن جریر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ بے شک وہ یعنی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بازار میں با آواز بلند یہ
آیت مقدسہ پڑھ کر فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کی ازواج پاک کے حق میں خاص کر نازل ہوئی۔ اور
اسی طرح ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔

الغرض اگر کتب تفسیر کے حوالہ جات ایک ایک کر کے درج کئے جائیں تو ایک طویل فہرست بن جائے گی البتہ
اتنی بات یقینی اور حتمی ہے کہ یہ آیت کریمہ صرف اور صرف امہات المؤمنین ازواج رسول ﷺ کے حق میں نازل ہوئی
اس لیے ہی سنی و شیعہ روایات میں موجود ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے جناب سیدہ فاطمہ
الزہراء، سیدنا حضرت علی، حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو چادر یا کبیل اوڑھا کر یہ دعا فرمائی:

اللهم هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا۔

ترجمہ: اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت کے افراد ہیں پس ان سے رجس دور کر دے اور ان کو اچھی طرح
صاف اور پاک کر دے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ پہلے ہی آیت مقدسہ کے مصداق تھے اور آیت مقدسہ صرف ان ہی کے حق میں
نازل ہوئی تھی تو پھر حضور ﷺ کو بارگاہ خداوندی میں یہ دعا کرنے کی ضرورت کیوں کر پڑی جب کہ اللہ تعالیٰ اعلان کر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

چکا ہے کہ میں نے ان کو پاک کر دیا ہے تو پھر کون سی کسر باقی رہ گئی تھی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ خداوندی میں دوبارہ عرض کرنا پڑی۔

سنی اور شیعہ کی کتب تفاسیر و احادیث میں یہ روایات بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مذکورہ افراد کو چادر کے نیچے چھپا لیا تو حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضور کیا میں بھی اس چادر میں آسکتی ہوں تو آپ نے فرمایا:

انت علی خیر۔

اور ایک روایت میں ہے:

انت من اہلی۔

جس کا صاف مطلب ہے تم تو از روئے قرآن پہلے ہی اہل بیت ہو، اب دوبارہ چادر میں آنے کی ضرورت نہیں اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر قابل غور بات ہے کہ خیر کے مقابل شر ہے اس کا معنی اور مفہوم یہ ہوگا تم تو خیر پر ہو اور یہ افراد خیر پر نہیں ہیں کیا پھر شر پر ہوں گے ولہذا حدیث کا یہی مطلب اور مفہوم ہے کہ تم تو از روئے آیت اہل بیت ہو اور ان افراد کو میں اپنے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر کے اہل بیت میں شامل کروا رہا ہوں۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ مذکورہ افراد سیدہ فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک میں آنے سے عظیم اور بلند مرتبہ پر فائز ہو کر طیب اور طاہر ہو گئے جس میں کوئی شک نہیں تو پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان کا کیا پوچھنا جنہوں نے ساری زندگی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اور بستر میں گزاری ہے بلکہ شیعہ کی معتبر ترین کتاب مجمع البیان فی تفسیر القرآن جلد نمبر 8 صفحہ 157 پر موجود ہے جو چادر مبارک ان چار حضرات پر اوڑھائی گئی وہ چادر بھی سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ علاوہ ازیں جن روایات میں یہ موجود ہے کہ آیت مقدسہ صرف پنجتن پاک رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مثلاً

حدثنا منزل عن الاعمش عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نزلت هذه الآية فی خنیسة؛ فیّ و فی علی و حسن، و حسین و فاطمة انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطہرکم تطہیراً۔

ترجمہ: منزل اعمش سے، اعمش عطیہ سے، عطیہ ابی سعید سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت مقدسہ ان پاک افراد کے حق میں نازل ہوئی؛ میرے، علی، حسن، حسین اور فاطمہ (رضی اللہ عنہن) کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس کی سند پر بحث پڑھیے:

منزل ضعیف اور اس کا دماغی توازن درست نہ تھا اور اعمش کے متعلق بھی اسماء الرجال والوں نے بحث کی ہے اور عطیہ اتنا بے ایمان شیعہ ہے جو اصحاب رسول ﷺ کی زبردست گستاخیاں کیا کرتا تھا اور اس بے ایمان نے اپنے استاد بے ایمان محمد بن السائب کلبی کی کنیت ابو سعید رکھی ہوئی تھی تاکہ ابو سعید کے نام سے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دیا جائے جس کا اثر یہ ہوا کہ بڑے بڑے محدثین اور مفسرین بے سوچے سمجھے اس نام سے دھوکہ کھا گئے جس سے علامہ ابن کثیر جیسا محقق بھی نہ بچ سکا۔ علاوہ ازیں اس قسم کی روایات سند اور متن کے اعتبار سے مضطرب ہیں ان میں سند اور متن دونوں کے لحاظ سے شدید اضطراب پایا جاتا ہے الحاصل اہل سنت و جماعت کا مذہب اور مسلک یہی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج پاک اور ساری اولاد پاک اور پوری کی پوری عمرت رسول ﷺ کے اہل بیت میں شامل اور داخل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اب آئیے شیعہ مفسرین امہات المؤمنین کی شان عظمت کس طرح اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں، چنانچہ:

ثم قال (يا نساء النبي لستن كاحد من النساء) انما قال: كاحد، و لم يقل كواحدة لان احدا نفی عام للمذكر و المؤنث و الواحد و الجماعة ای لا يشبهكن احد من النساء في جلاله القدر و عظم المنزلة و لمكانكن من رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم۔ (التبيان جلد 8 صفحہ 257 شیخ طائفہ طوسی)

ترجمہ: پھر فرمایا: اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم دوسری عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح اللہ تعالیٰ نے احد فرمایا نہ مثل ایک کی فرمایا نہ کرا اور مؤنث نہیں فرمایا واحد نہیں فرمایا کیوں کہ یہاں مطلق نفی کرنا مقصود ہے مذکر ہو یا مؤنث ایک ہو یا جماعت یعنی نہیں ہے تمہارے تشابہ اور مثل کوئی ایک ہی اور تم میں سے بزرگی کی جلالت میں اور بلند مرتبہ میں جو تمہیں حاصل ہے رسول اللہ ﷺ کے قرب کی وجہ سے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

المعنى: ثم اظهر سبحانه فضيلتهن على سائر النسوان بقوله (يا نساء النبي لستن كأحد من النساء) قال الزجاج: لم يقل كواحدة من النساء، لان احدا للنفي العام، و قال ابن عباس: معناه ليس قدر كن عندى كقدر غيركن من النساء الصالحات، انتن اكرم على فانا بكن ارحم و ثوابكن اعظم لمكانكن من رسول الله-

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: معنی اس کا یہ ہے کہ تمہاری قدر و منزلت میرے نزدیک دوسری تمام نیک عورتوں سے بلند و بالا ہے، تمہارا مقام میرے نزدیک بہت زیادہ ہے، میں سب سے زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہوں اور تمہیں جو نسبت اور مقام رسول اللہ ﷺ سے ہے اس کی وجہ سے تمہارا ثواب بہت بڑا ہے۔ (مجمع البیان صفحہ 155 جلد 8)

یہی ترجمہ اور معنی ان الفاظ کا منہاج الصادقین جلد 7 صفحہ 314 پر موجود ہے۔

ملاحظہ اللہ کا شانی اپنی تفسیر کبیر منہاج الصادقین میں واشگاف الفاظ میں تسلیم کرتا ہے کہ آیت مقدسہ ”انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس“ سے مراد حضور ﷺ کی ازواج پاک ہیں۔ چنانچہ حوالہ ملاحظہ ہو! صاحب عین المعانی آورده کہ ظاہر آید اگرچہ دست برآں کہ مراد از اہل البیت ازواج رسول باشد۔ (کتاب مذکور صفحہ 320)

یعنی اہل بیت سے مراد حضور ﷺ کی ازواج پاک ہیں۔

اور آگے لکھتا ہے کہ لیکن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد یہ پانچ حضرات ہیں: سیدہ فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین (رضی اللہ عنہم)۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ نص قرآنی کے مقابلہ میں روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ خود لکھتا ہے: آیت سے مراد تو ازواج رسول ﷺ ہیں اور روایت سے یہ حضرات مراد ہیں۔

گویہ کہ آیت کے مقابلہ میں روایت کو ترجیح دی جا رہی ہے اور یہ روش اور طریقہ قرآن پاک سے انحراف اور روگردانی کا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو قطعاً پسند نہیں بلکہ سراسر گم راہی اور بے دینی ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الخبیث للخبیثین و الخبیثون للخبیث و الطیب للطیبین و الطیبون للطیب

اولئک مبرءون مما یقولون لہم مغفرة و رزق کریم۔ (پارہ 18 سورہ نور)

ترجمہ: گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے ملاح اللہ کا شانی شیعہ مفسر لکھتا ہے:

وابی مسلم و جبائی برائیں وجہ تفسیر کردہ کہ زنان ناپاک برای مردان ناپاکند و مردان ناپاک راغب بدیشاں و زنان پاک برای مردان پاکند و مردان پاک مائل آند بدیشاں و بعد از آں گفته اند کہ اس قول از ابی جعفر و ابی عبد اللہ صلوٰۃ اللہ علیہما نیز منقول است۔

ترجمہ: ابو مسلم اور جبائی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کی طرف مائل ہیں۔ یہی معنی اور تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور محمد باقر رضی اللہ عنہ منقول ہیں۔

(منہاج الصادقین جلد 4 تفسیر سورہ نور صفحہ 290)

اور یہی مصنف خلاصۃ المنہج کے صفحہ 373 جلد 3 پر تحریر کرتا ہے:

جبائی گفتہ کہ مراد آنت کہ زنان ناپاک برای مردان ناپاکند و مردان ناپاک راغب بدیشاں و زنان پاک برای مردان پاکند و مردان پاک مائل بدیشاں و اس قول از ابو جعفر و ابو عبد اللہ صلوٰۃ اللہ علیہما و علی آباہما نیز منقول است حاصل آیہ آنت کہ جنسیت سبب الفت و صحبت و چوں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاک ترین موجودات است پس ازواج او نیز البتہ پاک و پاکیزہ اند۔

ترجمہ: جبائی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ناپاک مردان ناپاک عورتوں کی طرف راغب ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مردان پاک عورتوں کی طرف مائل ہیں۔ یہ قول اور تفسیر حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے جنسیت الفت اور محبت کی وجہ سے ہے اور جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے پاک تر ہیں آپ کے

ازواج بھی البتہ پاک اور پاکیزہ ہیں۔

صاحب کشف گفتہ: و فی هذا دلیل بین علی ان نساء النبی من اہل بیتہ۔ و بیضاوی گفتہ: و تخصیص الشیعۃ اہل البیت بفاطمۃ و علی و ابنہما ضعیف ترین باشد۔ ترجمہ: صاحب کشف نے کہا ہے اور اس میں نبی پاک ﷺ کی ازواج پاک کا اہل بیت ہونے پر بین اور واضح دلیل قاضی بیضاوی نے فرمایا شیعوں کا اہل بیت کو سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحب زادوں کے ساتھ خاص کرنا بہت ضعیف ہے۔ (منہاج الصادقین جلد 7 صفحہ 319)

نکتہ

اس آیت مقدسہ میں واقع لفظ ر جس سے کیا مراد ہے جس سے اہل بیت اطہار کو پاک کر دیا گیا۔ انتہائی قابل توجہ اور قابل غور و فکر یہ بات ہے کہ جس ر جس سے اہل بیت اطہار کو پاک کر دینے اور اسے اہل بیت سے دور کر دینے کا ذکر ہے اس سے مراد کیا ہے کوئی مفسر بیان کرتا ہے کہ اس سے شرعی احکام کی بجا آوری مراد ہے لیکن یہ بات اس لیے درست نہیں کیوں کہ اس کا مطالبہ ہر مسلمان سے ہے، ہر مسلمان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ احکام شرعیہ بجالائے پھر یہ اہل بیت کا خاصہ کیوں کر ہو سکتا ہے اور کوئی مفسر بیان کرتا ہے اس سے مراد گندگی اور پلیدی ہے یہ بھی صحیح نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو پاک صاف اور ستھرا رہنے کی تلقین فرماتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

و اللہ یحب المطہرین۔

یعنی اللہ پاک لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

لا یمسہ الا المطہرون۔

اور نہ ہاتھ لگائیں اس (قرآن مجید) کو مگر پاک لوگ۔

مسجد قبا شریف کے نمازیوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا و اللہ یحب المطہرین۔

اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک اور ستھرے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

ولہذا کچھ مفسرین کی یہ تفسیر بھی صحیح نہیں کہ اس آیت تطہیر میں جس ر جس کا ذکر ہے اس سے مراد پلیدی اور ناپاکی ہے۔ شیعہ مفسرین یہ لکھتے ہیں:

اس سے مراد اہل بیت کا معصوم ہونا ہے، کیوں کہ وہ اس کا معنی گناہ کرتے ہیں یعنی اہل بیت اطہار کو ہر قسم کے گناہوں سے پاک کر دیا گیا ہے یعنی ر جس کا معنی گناہ کا ہے یہ بھی درست نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کو گناہوں سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقیۃ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اگر قرآن پاک کی وہ تمام آیات درج کی جائیں جن میں یہ حکم ہے تو یہ موضوع بہت طویل ہو جائے گا۔

و اللہ یحب المطہرین۔

اللہ تعالیٰ نیک کاروں کو پسند کرتا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ نیک وہی لوگ ہوں گے جو گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں۔

نیز علمائے شیعہ اس آیت مقدسہ سے سیدنا حضرت علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین (علیہ السلام) اور بارہ اماموں کا معصوم ہونا ثابت کرتے اور مانتے ہیں مگر سوال یہ ہے اول تو ان کا نام اس آیت مقدسہ میں نہیں اور اس روایت میں بھی سوائے ان چار حضرات کے یعنی سیدنا حضرت علی سیدہ فاطمہ و حضرت حسن و حسین (علیہ السلام) کے کسی اور کا نام نہیں ہے تو یہ بارہ امام کس طرح اس آیت کا مصداق قرار پائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک جو سنی شیعہ ہر دو فریقین کی تفسیروں کے مطابق نیز قرآن پاک کے سیاق و سباق کے اعتبار سے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کیوں کر معصوم نہیں دوسری بات یہ ہے اگر وہ اس سے سیدنا حضرت علی حضرت امام حسین اور جناب سیدہ فاطمہ الزہرا (علیہ السلام) کی اولاد پاک مراد لیتے ہوں، تو کیا وجہ ہے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اولاد پاک یعنی آپ کے صاحب زادے اور صاحب زادیاں کیوں معصوم نہیں، وہ کون سی آیت مقدسہ یا نص قطعی ہے جس سے آپ کی حقیقی اولاد پاک عصمت سے محروم ہو نیز سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک معصوم کیوں نہیں جن کی تعداد تقریباً 32 یا 34 افراد پر مشتمل ہے۔ اگر شیعہ کہیں کہ ہماری مراد صرف سیدہ فاطمہ زہرا کی اولاد پاک ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کیا سیدہ کی ساری اولاد پاک مراد ہے یا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بعض اگر ساری ہے تو ان کی تعداد تو بہت زیادہ مثلاً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک تقریباً گیارہ صاحب زادے اور سات صاحب زادیاں ہیں جیسا کہ تاریخ الائمہ میں موجود ہے اور اولاد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تفسیر اس کتاب میں گیارہ صاحب زادے اور چھ صاحب زادیاں لکھی ہیں اور سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک بھی گیارہ صاحب زادے اور چھ صاحب زادیاں درج ہیں اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک پانچ صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں اور اولاد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تفصیل یہ ہے آپ کے نو صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں ہیں اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک کی تعداد تاریخ ائمہ والے نے 35 صاحب زادے اور 18 یا 32 صاحب زادیاں لکھی ہیں یہ تفصیل ہے اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور ان کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں یا دیگر اماموں کے صاحب زادے اور صاحب زادیوں کی اولاد اگر شمار کی جائے تو پھر بہت بڑی فہرست سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک کی ہو جائے گی یہ تو موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد تک ہے اور کیا آج کے سادات کرام جو دنیا میں موجود ہیں وہ جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہیں ہے یقیناً ہے تو پھر یہ معصوم کیوں نہیں کیا وجہ ہے تو بارہ معصوم کیوں ان کی معصومیت کے متعلق کون سی نص قطعی ہے اور وہ کون سی قرآن پاک کی آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے ان بارہ کے علاوہ دوسری اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امامت اور معصومیت سے محروم ہے اگر کوئی آیت ہو تو پیش کی جائے پھر اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک جو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تو معصوم ہوں تو سیدہ زینب بنت سیدنا علی اور سیدہ ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہما جو کہ جناب سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے ہے وہ کیوں معصوم نہیں بلکہ اس سے تو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ان دونوں صاحب زادیوں کی توہین کا پہلو نکلتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے صاحب زادے تو معصوم ہیں، ان سے کسی قسم کا گناہ نہیں ہو سکتا اور آپ کی صاحب زادیاں اس فضیلت سے محروم ہوں یعنی ان سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے، راقم الحروف کے نزدیک اس سے بڑھ کر سیدہ کی صاحب زادیوں کی توہین کیا ہو سکتی ہے۔

آج بھی لوگ بے دھڑک کسی کے لڑکوں کے کردار پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ بھائی آپ کے لڑکوں کا کردار مشکوک اور ناپسندیدہ ہے اور لڑکیوں کے بارے میں یہ کہنا گوارا نہیں کرتے تو پھر نتیجہ وہی نکلا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحب زادیوں کا قصور کیا ہے جس سے وہ معصومیت سے محروم ہو گئیں چوں کہ یہ سارے کا

سارا مسئلہ شیعوں کا من گھڑت اور موضوع ہے اس لیے یہ ساری مذکورہ خرابیاں پیدا ہوئیں اور الحمد للہ اہل سنت و جماعت سارے افراد اہل بیت کو اللہ کے فضل سے محفوظ جانتے اور مانتے ہیں نبیوں اور فرشتوں کے سوا کسی کو معصوم تسلیم نہیں کرتے اگر فرشتے اور انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم مانتے یا معصوم ہوتے تو یقیناً وہ لوگ معصوم ہوتے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان۔

ترجمہ: اور ناپسند کر دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے کفر فسق و فجور (یعنی گناہ) اور اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طبیعت سے ہی کفر گناہ اور نافرمانی کو دور کر دیا یعنی وہ طبعی طور پر ہی ہر قسم کے گناہ سے

متنفر ہو چکے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے:

الزمہم کلمۃ التقوی و کانوا احق بہا و اہلہا۔

ترجمہ: اور ان کے لیے کلمہ تقویٰ لازم کر دیا اور وہ تھے بھی اس کے مستحق اور اس کے اہل۔

تو جب تقویٰ اور وہ حضرات لازم و ملزوم ہو گئے یعنی تقویٰ ان سے الگ ہو سکتا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ

اس کے اہل اور حق دار تھے تو پھر ان سے گناہ کیسے ممکن ہے۔

بخاری اور مسلم میں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سید الانبیاء ﷺ کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے:

و الذی نفسی بیدہ ما لقیك الشیطان سالکا فجا قط الا سلك فجا غیر فجا۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ شیطان تم

سے نہیں ملتا کسی راستہ میں چلتا ہوا، مگر وہ تیری ہیبت سے ڈر کر راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی طرف بھاگ

جاتا ہے۔

اور ترمذی شریف کی روایت ہے:

ان الشیطان لیخاف منک یا عمر۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

تو جب شیطان جو کہ انسان کا کھلم کھلا دشمن اور ہر قسم کے گناہ کروانے والا ہے وہی سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا

ہے تو پھر چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ معصوم ہوتے مگر اہل سنت سوائے انبیاء علیہم السلام کے انسانوں میں سے کسی کو معصوم نہیں مانتے۔

اس کے علاوہ بھی کئی آیات اور احادیث اس موضوع پر پیش کی جاسکتی ہیں تو جن کے متعلق یہ آیت مقدسہ اور اس میں کئی اور آیتیں نازل ہوئیں کہ ضرور بہ ضرور وہ معصوم ہونے چاہئیں لیکن ہم اہل سنت و جماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے کہ سوائے نبیوں اور فرشتوں کے کسی کو معصوم نہیں مانتے البتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ اور مغفور ضرور مانتے ہیں۔ آدم برسر مطلب قابل غور یہ بات ہے کہ آخر آیت مقدسہ میں رجب سے مراد کیا ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے مراد حب دنیا اور مال دنیا سے جس کا مطالبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک نے کیا جیسا کہ ان آیات کے نزول کا سبب ہے یعنی مال دنیا اور متاع حیات دنیا، آیت پاک کا معنی اور مطلب یہ ہے کہ اے سید الانبیاء کی ازواج اور بیویو! تمہارا مرتبہ اور مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت ہونے کی وجہ سے اس قدر بلند و بالا ہے کہ یہ دنیا کا مال جس کا تم مطالبہ کر رہی ہو تمہارے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے وہ رجب اور پلید ہے اس دنیاوی مال و متاع سے اللہ تعالیٰ تمہیں پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اللہ و رسوله اعلم بالصواب۔

چنانچہ مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:

ان کے لیے کلمہ تقویٰ لازم کر دیا اور وہ تھے بھی اس کے مستحق اور اس کے اہل اور جب تقویٰ اور وہ لازم ملزوم ہو گئے۔ یعنی تقویٰ ان سے الگ ہو سکتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ اس کے اہل اور حق دار تھے۔ تو پھر ان سے گناہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

جس سیاق و سباق میں یہ آیت وارد ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں کیوں کہ خطاب کا آغاز ہی یا نساء النبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور ما قبل اور مابعد کی پوری تقریر میں وہی مخاطب ہیں علاوہ ازیں اہل بیت کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک ان ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جس میں گھر والوں کا لفظ بولتے ہیں اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں بیوی کو مستثنیٰ کر کے اہل خانہ کا لفظ کوئی نہیں بولتا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خود قرآن پاک میں بھی اس مقام کے سوا دو مزید مقامات پر لفظ آیا ہے اور دونوں جگہ اس کے مفہوم میں بیوی شامل بلکہ مقدم ہے۔

پس محاورہ اور قرآن کے استعمالات اور خود اس آیت کا سیاق و سباق ہر چیز اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور آپ کی اولاد پاک بھی بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج پاک سے ہے اور اولاد پاک لفظ کے مفہوم کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے اس بنا پر حضرت ابن عباس اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل بیت کا لفظ صرف ازواج کے لیے استعمال ہوا ہے تو یہ بات بھی غلط ہوگی کیوں کہ بہت ساری روایات میں وارد ہوا ہے آپ ﷺ نے جناب سیدہ فاطمہ الزہرا اور امام حسین اور دیگر اپنے خاندان (رضی اللہ عنہم) کے بہت سارے افراد کو اہل بیت میں ذکر کیا ہے اس طرح ان لوگوں کی رائے بھی غلط ہے جو ان روایات اور احادیث کی بنیاد پر ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج ٹھہرانے ہیں اول تو جو چیز صراحتہ قرآن سے ثابت ہو اس کو کسی حدیث کے بل پر رد نہیں کیا جاسکتا دوسرے خود ان احادیث کا مطلب ہی وہ نہیں ہے جو ان سے نکالا جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن: مولانا مودودی)



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضور صلی علیہ وسلم کی ازواجِ پاک کا مفصل بیان

پارہائے صحفِ غنچمائے قدس

اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے

اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

اہل ایمان کی مادرانِ شفیق

بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

سما پہلی ماں کہف امن و اماں
عرش سے جس پر تسلیم نازل ہوئی
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

نام و نسب، نکاح و اولاد

آپ خویلد بن اسد کی بیٹی ہیں، قریشیہ ہیں۔ پہلے ابوہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائد کے نکاح میں آئیں پھر آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ہیں آپ کی زندگی میں حضور نے کسی اور بیوی سے نکاح نہیں کیا عورتوں میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ ایمان لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد آپ سے ہی ہے سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے۔

وفات

ہجرت سے تین سال پہلے آپ کی وفات ہوئی۔ بعد نبوت دس سال حضور کی خدمت میں رہیں۔ 65 سال عمر پائی۔ پچیس سال حضور کے ساتھ رہیں۔ مقام حجون میں قبر شریف ہے۔ اب اس جگہ کو جنت المعلیٰ کہتے ہیں۔ ان کی تدفین کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ذات خود قبر شریف میں اتر کر دعا خیر فرمائی اور اس وقت تک ابھی نماز جنازہ کی مشروعیت نہیں ہوئی تھی ان کی رحلت کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ محزون اور غم زدہ رہنے لگے۔ آپ کے وصال شریف کے سال کو حزن کا سال کہا گیا ہے۔

بشارت

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا تھا۔ آفتاب اور سورج ان کے گھر میں اتر رہے اور وہاں سے اس کا نور ہر طرف پھیل رہا ہے، حتیٰ کہ مکہ شریف کا ہر گھر اس نور کے

باعث چمک اٹھتا ہے جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں آپ نے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کو اپنے خواب سے آگاہ کیا تو انہوں نے سن کر اس خواب کی تعبیر یوں فرمائی کہ تمہارا نکاح نبی آخر الزمان ﷺ سے ہوگا، سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہی وہ عورت ہیں جو اولین حقیقت اسلام سے آگاہ ہوئیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کی اور حضور ﷺ کی رضا کے مطابق اپنا تمام مال و زر حضور ﷺ اور اسلام پر قربان کر دیا، آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

فضائل و خصائص

آپ ﷺ کی ساری اولاد سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ ہی کے لطن اقدس سے پیدا ہوئی۔ آپ بہت بڑی عاقلہ فاضلہ تھیں حتیٰ کہ جب کفار قریش حضور پاک ﷺ کو جھٹلاتے اور تنگ کرتے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو بڑا رنج اور غم پہنچتا لیکن جب آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیتے آپ کے تمام غم اور دکھ دور ہو جاتے آپ اس قدر اونچے درجے کی سمجھ دار اور عاقلہ خاتون تھیں کہ جب حضور ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو چوں کہ آپ ﷺ پر بہت بڑا بوجھ اور ذمہ داری ڈالی گئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ بہ تقاضائے بشریت گھبرا گئے اور گھبرا کر سیدہ خدیجہ الکبریٰ سے فرمانے لگے کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ سے سن کر جو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وہ آپ کی عقل و دانش اور سمجھ کا منہ بولتا ثبوت ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے کچھ ان الفاظ میں تسلی اور تشفی دی چنانچہ بخاری شریف میں آپ کے یہ ارشادات:

فقلت خديجة وكلا والله ما يخزيك الله ابداً انك لتصل الرحم و تصدق

الحديث و تحمل الكل و تقرى الضيف و تعين على نوائب الحق۔

ترجمہ: سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ہرگز نہیں، بہ خدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی پریشان و شرمندہ نہیں کرے گا

آپ قرابت داروں کا خوب حق ادا کرتے ہیں بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں ضرورت مندوں کی

ضرورت پوری کرتے ہیں مسافروں کی میزبانی کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق میں پیش آنے والے

حوادث پر مدد دیتے ہیں۔

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا جبرائیل رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! خدیجہ آپ کے پاس کھانا لے کر حاضر ہو رہی ہیں جب آپ کے پاس پہنچیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام فرمائیں اور میری طرف سے بھی انہیں خوش خبری دے دیں ان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنت میں قصب کا محل تیار کر رکھا ہے جس میں کوئی شور و غل اور رنج اور مشقت نہیں ہے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سوائے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک میں سے کسی کی محبت پر رشک نہیں کرتی تھیں آپ پر مجھے رشک آتا تھا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد اکثر ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور ان کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے ان کی دعوت فرماتے اور کبھی جانور ذبح کر کے گوشت ان کے گھروں میں بھیجا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن سلوک کو دیکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہمیشہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے رہتے ہیں حالاں کہ اس سے بہتر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ازواج عطا فرمائی ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

قال: ما ابدلني الله عزوجل خيراً منها قد آمنت بي اذ كفر بي الناس و صدقتني اذ كذبنى الناس و واستنى بمالها اذ حرمنى الناس و رزقنى الله عزوجل ولدها اذ حرمنى اولاد النساء۔

و لما سئل (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عنها بعد وفاتها قال ابصرتها على نهر من الجنة فى بيت من قصب لا صخب فيه و لا نصب۔

ترجمہ: فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر کوئی بیوی عطا نہیں فرمائی، بے شک مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب کہ لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا، اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور اس نے اس وقت میری مالی مدد کی جب کہ لوگوں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی وفات کے بعد سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کو جنت کی نہر کے کنارے پر موتیوں کے محل میں دیکھا جس میں نہ کوئی شور ہے اور نہ کوئی تھکاوٹ۔

جناب سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شان میں بے شمار احادیث اور روایات آئی ہیں ان تمام کا احاطہ کرنے سے راقم

الحروف قاصر ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل

پہلا نکاح

یہ اپنے خاوند سکران ابن عمرو کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے آئیں آپ پہلے اپنے چچا زاد سکران ابن عمرو کے نکاح میں تھیں، حبشہ میں جب یہ افواہ پھیلی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی صلح ہو چکی ہے، آپ اپنے خاوند کے ساتھ مکہ چلی آئیں تھیں۔ سکران ابن عمرو اور سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما دونوں خاوند بیوی کے اسلام قبول کرنے اور ہجرت کا زمانہ ایک ہے، سکران نے مکہ میں وفات پائی عدت گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ نکاح سیدنا حاطب بن عمرو بن عبد الشمس کی ولایت میں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پہلی خوش قسمت خاتون ہیں جن کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ام المومنین کا شرف حاصل ہوا، اس کی تفصیل مورخین نے یوں بیان کی ہے کہ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان دنوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی پریشان اور غم زدہ تھے، سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدیجہ کی وفات سے میں آپ کو بہت ملول و محزون دیکھتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے کیوں کہ خدیجہ نے میرے ساتھ بے مثال حسن سلوک کیا جو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تو سیدنا خولہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں آپ کا نکاح کسی پاکیزہ اور نیک عورت سے کروادوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمایا۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو خوش خبری سنائی، سیدہ سودہ نے خوش ہو کر اپنے مقدر پر فخر کرتے ہوئے قبول فرمایا۔ آپ کا عقد نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن ہجرت سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہوا۔

اس نکاح کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبداللہ بن زمعہ جو اس وقت کا فر تھا جب اس کو اس نکاح کا علم ہوا بہت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

زیادہ غصہ ہوا اور سر پر خاک ڈال لی۔ اسلام لانے کے بعد جب وہ اپنی اس حرکت پر خیال کرتے تھے تو ان کو بہت زیادہ افسوس ہوتا تھا۔

سیرت اور کتب تواریخ میں لکھا ہوا ہے جس زمانہ میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے پاس تھیں انہوں نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے آپ نے اپنے پاؤں سودہ کی گردن پر رکھ دیے سودہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بہ خدا اگر تو نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں مرجاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نکاح کریں گے۔ دوبارہ پھر خواب دیکھا کہ میں تکیہ کے سہارے لیٹی ہوں چاند آسمان سے پھٹ کر مجھ پر گر پڑا اس کا ذکر سکران سے کیا سکران نے کہا میں عن قریب مرجاؤں گا تم میرے بعد نکاح کرو گی اس دن سکران بیمار ہوا اور مر گیا۔

اخلاق

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسب معمول سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیلی میں کچھ درہم بھیجے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا: درہم ہیں جو امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں آپ نے وہ درہم فوری طور پر سب میں تقسیم کر دیے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے اور نہ سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کاش کہ میری روح اس کے قالب میں ہوتی۔

ایک خواہش

جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا پر بڑھا پا غالب آیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس بات سے آگاہ ہوئیں تو رات کے وقت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرگاہ یا آپ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور بارگاہ رسالت میں رو کر عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اور کوئی خواہش نہیں ہے صرف یہی چاہتی ہوں قیامت کے دن آپ کی ازواج مطہرات میں میرا حشر ہو میں اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں تو ان کی یہ آرزو سن کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال پر رحم آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ ترک فرمادیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

و ان امرأة خافت من بعلها نشوزاً او اعراضاً فلا جناح عليهما ان يصلحا
بينهما صلحا و الصلح خير۔

وفات

جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ رات کو اٹھانے کا حکم دیا کیوں کہ آپ کا قد مبارک بھی لمبا تھا، جسم مبارک قدرے فربہ اور جسیم تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جنازہ پڑھایا، حضرت اسمانے اسی طرح ڈولی اور مسہری بنائی جس طرح کہ اس سے قبل انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر کیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو دیکھ کر سیدنا اسمانے کے حق میں دعا دی۔ فرمایا: تم نے ان کا ستر قائم کیا اللہ تعالیٰ تمہارا ستر قائم فرمائے۔



سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

بنت صدیق آرامِ جان نبی
اُس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۃ النور جن کی گواہ
اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اُن سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

نام و نسب و کنیت

سیدہ عائشہ صدیقہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں اور آپ کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویر ہیں۔ ام عبد اللہ آپ کے بھانجے عبد اللہ بن زبیر کی نسبت سے آپ کی کنیت تھی۔ آیت روایت کے مطابق یوں ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کی پیدائش کے موقع پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تہنیک فرمائی ان یعنی عبد اللہ کے منہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا یہ عبد اللہ ہیں اور تم ام عبد اللہ ہو۔

نکاح

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے سنہ 2ھ کو مدینہ میں رخصتی ہوئی، آپ کے سوا کسی کنواری خاتون سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علمیت

آپ بے مثال عالمہ فقیہہ فصیحہ فاضلہ تھیں۔ حضور پاک ﷺ سے بہت سی احادیث روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب میں بڑی باخبر تھیں۔ اشعار عرب پر گہری نظر تھی۔

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں 174 متفق علیہ ہیں۔ عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔

وفات

مدینہ منورہ میں سنہ 57ھ 17 رمضان منگل کی رات وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جائے۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے حاکم تھے۔ امیر معاویہ کا زمانہ خلافت تھا۔

عمومی فضائل

سیدنا جبرائیل علیہ السلام آپ کو سلام کرتے تھے آپ پر بہتان لگا تو سورۃ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ کی برات میں نازل ہوئیں۔ یعنی سیدہ مریم اور سیدنا یوسف علیہما السلام پر بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین پر بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ۔

یعنی ہے سورۃ نور جس کی گواہ

ان کی پر نور صورت پر لاکھوں سلام

و عن ابی سلمہ ان عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یا

عائشۃ ہذا جبرائیل یقرئک السلام قالت و علیہ السلام و رحمۃ اللہ قالت و

ہویریٰ مالا ارئی۔ متفق علیہ

ترجمہ: سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ

جبرائیل ہیں، تم کو سلام کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ان پر سلام اور اللہ کی رحمت اور بولیں حضور ﷺ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وہ دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۔

و عن عائشة قالت قال لي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اريتك في المنام ثلث ليال يجيء بك الملك في خرقة من حرير فقال لي هذه امراتك فكشفت عن وجهك الثوب فاذا انت هي فقلت ان يكن هذا من عند الله يمضه۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے تین رات خواب میں دکھائی گئی تھیں تمہیں فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا مجھ سے کہتا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں میں نے کپڑا ہٹایا تو تم تھیں میں نے کہا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے جاری (پورا) فرمادے گا۔

و عنها قالت ان الناس كانوا يتحرون بهدايا هم يوم عائشة يبتغون بذلك مرضاة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقالت ان نساء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كن حزبين فحزب في عائشة و حفصة و صفية و سودة و الحزب الاخر ام سلمة و سائرة نساء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فكلهم حزب ام سلمة فقلن لها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكلم الناس فيقول من اراد ان يهدي الى الرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فليهدم اليه حيث كان فكلمته فقال لها لا تؤذيني في عائشة فان الوحي لم ياتني وانا في ثوب امرأة الا عائشة قالت اتوب الى الله من اذاك يا رسول الله ثم انهن دعون فاطمة فارسلن الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فكلمته فقال يا بنية الاتحبين ما احبّ قالت بلى قال فاحبّي هذه۔ (متفق عليه)

عن انس، ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال حسبك من النساء العالمين مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد۔

ترجمہ: ان سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے تحفوں ہدیوں کے لیے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دن تلاش

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرتے تھے اس سے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مرضی چاہتے تھے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں دو گروہ تھیں ایک گروہ وہ جس میں جناب عائشہ اور حفصہ اور صفیہ اور سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسری جماعت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی باقی بیویاں تو ام سلمہ کے گروہ نے گفتگو کی ان سے کہا تم رسول اللہ ﷺ سے کلام کرو کہ آپ لوگوں سے فرمادیں جو بھی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپ کو ہدیہ بھیج دیا کریں۔ حضور جہاں بھی ہوں چنانچہ ام سلمہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ حضور انور ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیوں کہ سوائے عائشہ کے کوئی بیوی نہیں جس کے بستر پر میں ہوں اور وحی آئے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کی ایذا رسائی سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں پھر تمام بیویوں نے جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا انہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اے بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ تو بولیں کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ان سے محبت کر۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے کیوں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنا اظہر من الشمس ہے جیسا کہ کتب احادیث اور تواریخ میں موجود ہے تو ظاہر ہے کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا تو گھر میں کفر شرک کا نام و نشان نہ تھا بلکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر توحید و رسالت کے نور سے چمک رہا تھا جیسا کہ سیدہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا تو ان کو توحید و رسالت کا ذکر اور پرچار کرتے پایا۔ آپ کی تعلیم و تربیت سید الانبیاء ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد مکمل ہوئی کیوں کہ آپ بہت زیادہ فہم و ذکا اور حد درجہ کی ذہانت کی مالک تھیں تو خود انداز لگائیں کہ آپ کے علم و فضل کا کیا حال ہوگا۔

فقہ و مجتہد صحابیہ

ایک روایت میں موجود ہے کہ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا دو حصے دین کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیکھو نیز آپ ہی کی بدولت اس امت مسلمہ کو یتیم جیسی نعمت عطا ہوئی اور سورۃ نور اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بدولت اس امت

کو عطا فرمائی۔ آپ ﷺ قدرتی فلسفیانہ اور مجتہدانہ ذہن اور دماغ رکھتی تھیں، اجتہاد اور طریقہ تنقید واقعات کا ضبط روایت اور درایت میں زبردست مہارت اور اصابت رائے میں آپ کا مرتبہ عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ اور فائق تھا، آپ جو کچھ فرماتیں اور جو توجیہ کرتی تھیں وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی، بہت مشکل سے کوئی روایت آپ کی ایسی ملے گی جسے باور کرنے اور سمجھنے کے لیے عقل انسانی کو دور از کار تاویلوں سے کام لینا پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور چاہیے تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کو ہمیشہ جائز قرار دے دیتیں، لیکن چوں کہ آپ اچھی طرح حالات سے واقف تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ اجازت کس وقت تک اور کن حالات میں دی جاسکتی ہے، اس لیے جب آپ سے صحابیات رضی اللہ عنہن نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ وہ ہم کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم مسجد میں باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں، تو آپ نے فرمایا: جو حالات اب ہو گئے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی منع فرمادیتے۔

کمل من الرجال کثیر، و لم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیة امرأۃ فرعون، فضل عائشہ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے بہت لوگ مکمل ہیں لیکن عورتوں سے سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس طرح ہے جس طرح کہ ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خوش قسمت زوجہ ہیں جن کی پاک دامنی اور براءت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہو کر قرآن پاک کی صورت میں سامنے آئی اور نص قطعی کا درجہ قرار پائی۔ آپ صرف صحابیات کی معلمہ نہیں، بلکہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے علمی فیضان حاصل کرنے والے ہیں۔ یعنی آپ سے کثیر التعداد صحابہ و صحابیات نے قرآن حدیث کا علم اخذ کیا، جیسا کہ جلیل القدر صحابی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن ابی موسیٰ، قال ما اشتکل علینا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و سلم حدیث قط فسالنا عائشة الا وجدنا عندها منه علماً۔ رواہ الترمذی
ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جب بھی کوئی مشکل پیش آئی یعنی مشکل سے
مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو ہم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آتے اور اس کا حل آپ کے پاس پاتے۔

محبوبہ محبوب رب العالمین

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج پاک اور تمام عورتوں سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری اور محبوبہ تھیں آپ کی براءت
سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی۔ آپ صدیقہ بنت صدیق قریشیہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری تمام ازواج
پاک سے سوائے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیادہ محبوب اور پیاری تھیں۔ آپ عظیم معلمہ تھیں حتیٰ کہ صحابیات کے علاوہ بہت
سارے صحابہ کرام آپ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے۔ آپ اس قدر صابرہ تھیں کہ بعض اوقات دو دو مہینے مسلسل سید
الانبیاء کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی بعض مرتبہ فاقہ رہا کرتا تھا اسی حالت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانی اور
کھجور پر گزارا کرتیں۔

حدیث مقدسہ میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ رسالت میں بھیجا جب
سیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر آرام فرما رہے تھے جناب سیدہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنے کا مقصد بیان کیا سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری بیٹی کیا اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں
محبت کرتا ہوں، جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے محبت کر
(یعنی عائشہ سے) تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر امہات المؤمنین کے پاس واپس جا کر ان کو اس کی خبر دی، امہات المؤمنین
نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا تو دوبارہ جا کر سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا مطالبہ عرض کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو
ہمارے برابر خیال فرمائیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس بارے میں میں آپ سے کبھی کلام نہیں کروں گی،
پھر سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دوسری ازواج پاک کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرنے کے لیے آئیں یہ
آپ کی وہ زوجہ ہیں جن سے آپ کو بہت پیار تھا اس میں دیگر ازواج پاک سے بڑھ کر ہم دردی تھی۔ نیز سیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر دین میں کسی عورت کو بہتر نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے
والی اور بہت سچی بات کرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی جو محنت کر کے صدقہ کرنے والی تھیں اور رب کی بارگاہ میں

قرب حاصل کرنے والی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر تشریف رکھتے تھے جیسا کہ اس سے قبل فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس حالت میں دیکھا تھا، تو عرض کی: یا رسول اللہ! بے شک آپ کی ازواج پاک نے مجھے اس لیے آپ کے پاس بھیجا کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے برابر حقوق دیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد ہم دونوں میں تکرار ہوا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس بات کا انتظار کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف سے کچھ جواب دیتے ہیں جب میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش ہیں تو میں نے زینب رضی اللہ عنہا کو ایسے طریقے سے گفتگو کی کہ وہ لا جواب ہو گئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: یہ ابو بکر صدیق کی بیٹی ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس کا اندازہ لگائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا کیسا لحاظ رکھا اور کیوں نہ ہوتا جب کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تھی کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

1- لقد نزل جبریل بصورتی حتی امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ان يتزوجنی۔

ترجمہ: بے شک جبرائیل علیہ السلام میری تصویر لے کر نازل ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ مجھ یعنی عائشہ سے نکاح کریں۔

2- و لقد تزوجنی بکراً، و ما تزوج بکراً غیرھا۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

3- و لقد قبض و راسه فی حجری۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف اس حالت میں ہوا کہ آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔

4- و لقد قبره فی بیتی۔

ترجمہ: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میرے گھر میں بنی۔

5- و لقد حفت الملائكة بیتی۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: بے شک تحقیق رحمت کے فرشتوں نے میرے گھر کو قیامت تک ڈھانپ لیا۔

6- وانی لابنة خلیفته و صدیقه۔

ترجمہ: بے شک میں آپ کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔

7- و لقد نزل عذری من السماء۔

ترجمہ: بے شک تحقیق میری براءت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کی۔

8- و لقد خلقت طیبة عند طیب۔

ترجمہ: بے شک تحقیق میں طیبہ اور طیب کے لیے پیدا کی گئی۔

9- و لقد وعدت مغفرة و رزقاً کریماً۔

ترجمہ: اور بے شک تحقیق مجھے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ دیا گیا۔ (موسوع اہل بیت النبی صفحہ 578)

قال موسیٰ بن طلحة، قال: ما رایت احداً افصح من عائشة۔ رواه الترمذی

ترجمہ: سیدنا موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح اور بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔

عن مسروق انه قيل له: هل كانت عائشة تحسن الفرائض؟ قال: والله لقد

رایت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اکابر یسالونها عن

الفرائض۔ (موسوع اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: سیدنا مسروق سے روایت ہے بے شک ان سے کہا گیا کیا سیدہ عائشہ علم فرائض بھی اچھی طرح جانتی

تھیں، انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے علم

فرائض کے بارے میں سوال کرتے ہوئے دیکھا۔

و قال الامام الزهري رحمه الله لو جمع علم عائشة الى علم جميع النساء

لكان علم عائشة افضل و ازید۔ (موسوع اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: امام زہری فرماتے ہیں: اگر تمام دنیا کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو ان سب کے علم سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

کا علم زیادہ اور افضل ہے۔

و قال عطا: كانت عائشة افقه الناس، و احسن الناس رأياً في العامة۔ و ذاكره ابو عمر ابن عبد البر: انها كانت و حيدة خصوصاً في ثلاثة علوم؛ علم الفقه، و علم الطب، و علم الشعر۔ (موسوع اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: عطا نے کہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ اور سب سے اچھی رائے والی تھیں۔ ابو عمر ابن عبد البر نے ذکر کیا بے شک آپ یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تین علموں میں یکساں اور بے مثال تھیں؛ علم فقہ، علم طب، علم شعر۔

و عن عروة بن الزبير، قال: ما رایت احداً اعلم بفقه و لا بطب و لا بشعر من عائشة۔ (موسوع اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فقیہہ اور طبیب اور شاعر ہو۔

فقد كانت قوية في دين الله تعالى، تامر بالمعروف و تنهى عن المنكر و تغضب من اجل الله عزوجل، تقول ام علقمة بنت علقمة: رایت حفصة بنت عبد الرحمن بن ابى بكر دخلت على عائشه و عليها خمار رقيق يشف عن جبينها، فشقته عائشة عليها، و قالت: اما تعلمين ما انزل الله في سورة النور ثم دعت بخمار فكستها۔ (موسوع اہل بیت صفحہ 581)

ترجمہ: بے شک آپ رضی اللہ عنہا دین میں بہت مضبوط اور سخت تھیں، لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمایا کرتی تھیں اور اللہ کے لیے سخت ناراض ہو جاتیں، ام علقمہ بنت ابی علقمہ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی ان پر باریک اوڑھنا لیا ہوا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کھینچ کر پھاڑ دیا اور فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں کیا احکام اتارے ہیں، پھر آپ نے ایک موٹا دوپٹہ اوڑھادیا۔

خصوصیت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کا وقت قریب آیا تو آپ ﷺ میرے سینے اور آغوش سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اچانک میرے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر حاضر ہوئے ان کے ہاتھ میں سبز (تازہ) مسواک تھی۔ رسول اللہ ﷺ مسواک کی طرف دیکھنے لگے میں سمجھ گئی آپ ﷺ مسواک پسند فرما رہے ہیں۔ یہ بھی آپ کا علم مبارک ہے کہ سید الانبیاء ﷺ کے اشاروں کو سمجھ جایا کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا میں آپ کے لیے عبدالرحمن سے مسواک لے لوں؟ آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ لے لو! میں نے وہ مسواک لی اور اس کو اپنے منہ میں چبایا اور ارادہ کیا کہ میں دھو کر آپ کی خدمت میں پیش کروں، لیکن آپ ﷺ نے اسی حالت میں مجھ سے مسواک پکڑی اور خوب استعمال فرمائی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت عیاں ہوتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے کہ جب اللہ کے رسول اور محبوب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو میرا اور ان کا تھوک ملا ہوا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسواک استعمال فرما کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی کہ وہ دھو کر مجھے دوبارہ دے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے مسواک لے کر دھونے سے قبل خود استعمال کی۔

آپ اپنی تعریف کو پسند نہیں فرماتی تھیں، چنانچہ مرض وصال شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی آپ جانتی تھیں کہ وہ آ کر میری تعریف کریں گے، اس لیے آپ نے منع فرما دیا مگر آپ کے بھانجوں نے ضد اور اصرار کیا اور انہوں نے کہا چوں کہ آپ ام المومنین ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما سلام عرض کرنے اور آپ کو رخصت کرنے کے لیے آئے ہیں تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو بلا لو، حضرت عبداللہ بن عباس بلائے گئے تو جیسا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا ویسا ہی ہوا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیٹھتے ہی آپ کی تعریف شروع کر دی اور کہنے لگے اے ام المومنین! آپ کو بشارت اور مبارک ہو کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کو ملنے میں اتنا ہی وقفہ اور دیر ہے جتنا کہ آپ کی روح مبارک بدن سے جدا ہونے میں ہے، آپ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین زوجہ ہیں اور آپ کے ہی متعلق سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ میں نے عائشہ کی ہتھیلی کو جنت میں دیکھا تو میری جان کنی آسان ہو گئی۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تیمم جیسی نعمت عطا فرمائی اور آپ کی براءت اللہ تعالیٰ نے

ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اتاری جو قیامت تک ہر مسجد اور محراب پر پڑھی جائے گی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مزید آپ کے مناقب بیان کرنا چاہتے تھے مگر سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن عباس! مجھے معاف رکھو اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تو چاہتی تھی کہ میں معدوم محض ہوتی۔

وفات

آپ نے وصال شریف سے قبل ارشاد فرمایا میں نے تدفین کے لیے جگہ اپنے حجرہ مبارک میں رکھی ہوئی تھی لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے الگ میری تعریف کی جائے تو لہذا میرا جنازہ پڑھنے کے بعد مجھے بھی دیگر امہات المومنین کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

آپ نے چھ شنبہ کی رات بہ تارتخ 17 رمضان المبارک 57ھ کو وفات پائی۔ اس وقت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ جس رات کو آپ نے وفات پائی بہت زیادہ مشعلیں روشن کی گئیں، کیوں کہ مردوں اور عورتوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔

ان کے انتقال سے تمام مسلمانوں خاص کر اہل مدینہ کو بہت زیادہ اور انتہائی صدمہ ہوا۔ طبقات میں موجود ہے کہ سیدنا مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر اسلام میں بین سیپا اور ماتم حرام نہ ہوتا تو میں سیدہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر ماتم کرتا۔

سیدنا عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے کس کس کو رنج اور صدمہ ہوا؟ تو اس نے جواب دیا: جس جس کی وہ ماں تھی اسی کو ان کا غم تھا۔

آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق رات کو ہی دفن کر دیا گیا، اس رات کو جنت البقیع میں اس کثرت سے لوگوں کا ہجوم تھا کہ اس سے پہلے اور بعد میں نہ دیکھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بھتیجوں اور بھانجوں نے آپ کو قبر میں اتارا یعنی عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن، عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہم۔



اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

نام و نسب

آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں، آپ کی ماں کا نام زینب بنت مطعون رضی اللہ عنہا ہے حضور انور سے پہلے حمیس ابن خدیفہ سہمی کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ ہی ہجرت کی غزوہ بدر کے بعد حمیس رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ہی کہا کیوں کہ اس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول کا انتقال ہو چکا تھا انہوں نے جواب دیا کہ ابھی میرا نکاح کرنے کا ارادہ نہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کو ایسی بیوی نہ مل جائے جو حفصہ سے بہتر ہو لہذا آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حفصہ کا پیغام دے کر اپنے حوالہ عقد میں قبول فرمایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی صاحب زادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا عطا فرمادی۔

فضائل اور کمالات

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت سمجھ دار تھیں ان کو تعلیم اور تفہیم کا بڑا شوق تھا، عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، حارثہ بن وہیب، عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہ وغیرہ مردوں میں اور صفیہ رضی اللہ عنہا ابی عبیدام مبشر انصاریہ عورتوں میں ان کے دائرہ تلامذہ میں داخل تھیں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے 40 حدیثیں منقول ہیں جو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنی۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اصحاب بدر اور اصحاب حدیبیہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔

اخلاق و عادات

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار اور مذہب کی پابند تھیں، قائم اللیل اور صائم النہار تھیں۔ آخر وقت تک انھوں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے روزہ نہ چھوڑا۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب تھا آپ کی جائیداد تھی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نگرانی میں دے دی تھی تو آپ نے اپنے بھائی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے بعد اس جائیداد کو فروخت کر کے صدقہ کر دینا۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو حصول علم کا بہت شوق تھا اس لیے سرور کائنات نے ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سیدنا شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا نے ان کو لکھنا سکھایا اور چیونٹی کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا، ام المومنین کو دین کے تفقہ میں بھی خاص مقام حاصل تھا۔

تدوین حدیث میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بڑا ہاتھ تھا۔ سیدنا عمرو بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مکہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لیے مصحف لکھا کرتا تھا۔ کتب احادیث میں ان کی مرویات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت شدہ قرآن مجید کے اجزا جمع کر کے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیے تھے جو تازندگی آپ کے پاس رہے یہ وہ اعزاز ہے جو کسی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے حصہ میں نہیں آیا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی جو نقلیں تیار کروائیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخے کو دیکھ کر تیار کی گئی تھیں۔ آخری وقت میں جوں جوں آپ نے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا فیض اٹھایا، مزاج میں تیزی نرمی اور حلم میں بدل گئی اسی طرح یہ محبت رسول کا گداز تھا جس سے اپنے والد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے تیز مزاج اور بلند لہجہ میں گفتگو کرنے والی کو صحبت رسول نے سراپا غم زدہ بنا دیا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رجعی طلاق دے دی تھی اس بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ کو بہت دکھ ہوا بعد ازاں سیدنا جبرائیل علیہ السلام انازل ہوئے اور وحی لائے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمایا جائے کیوں کہ وہ بہت روزہ رکھنے والی اور رات کو جاگنے والی اور جنت میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک ہیں۔

وفات

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان سنہ 45ھ میں وفات پائی۔ مروان عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدنا ابو ہریرہ ان کا جنازہ مغیرہ کے گھر سے مدفن تک لے گئے۔ عبداللہ بن عمر، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم عبداللہ اور

حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

و عن عكرمة قال قيل لابن عباس ماتت فلانة بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخر ساجدا فقیل له تسجد فی هذه الساعة فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رايتم آية فاسجدوا و ای آية اعظم من ذهاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 130)

آپ کی وفات کی خبر سن کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سجدہ میں گر پڑے۔ تو ان سے پوچھا گیا یہ وقت کس سجدے کا ہے؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے تشریف لے جانے سے یعنی فوت ہو جانے سے بڑی کون سی نشانی ہے۔

سیدنا ابوبکر حضرت عمر سے ملے اور فرمایا کہ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں میں نے اس وقت اس واسطے آپ کو جواب نہ دیا کہ میں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کی طرف مائل دیکھا تھا اور میں نے اس وقت یہ راز فاش کرنا نہ چاہا اگر آپ حفصہ رضی اللہ عنہما سے نکاح نہ فرماتے تو شاید میں اپنی زوجیت میں لیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح دیا، چنانچہ 3ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دے دی تھی، مگر پھر رجوع فرمایا، کیوں کہ وحی الہی آئی کہ حفصہ رضی اللہ عنہما آپ کی زوجہ ہیں اور جنت میں بھی وہ بہت نمازی، قائم الیل ہیں آپ سے جماعت صحابہ کی تحسین سے روایت ہے۔ شعبان 45ھ کو وفات ہوئی اور مدینہ منورہ میں قبر انور ہے۔



سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب

اُمّ المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ہلالیہ عامریہ ہیں ان کو ام المساکین کہا جاتا ہے کیوں کہ مساکین کو وہ کھانا کھلایا کرتی تھیں اور ان پر بڑی مہربانی فرمایا کرتی تھیں یہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کی شہادت احد میں ہوئی۔ بعض علماء اس طرح بھی کہتے ہیں عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں جو سیدہ کے چچا زاد تھے ان کی شہادت غزوہ بدر میں ہو چکی تھی بعض کا قول یہ ہے کہ یہ پہلے طفیل بن الحارث کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تھی تو عبیدہ بن الحارث نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور ایک قول اس طرح وارد ہوا ہے ان کی طرف سیدنا عبد اللہ بن جحش اسدی نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا کچھ ارباب سیر اس کو ترجیح دیتے ہیں جس طرح روضۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے تیسرے سال میں ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بڑا تھوڑا عرصہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں زندہ رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی مبارک میں ان کا وصال ہو گیا، کچھ مؤرخین لکھتے ہیں صرف دو ماہ کا عرصہ رہیں بعض نے چھ ماہ کا ذکر کیا اور بعض آٹھ ماہ کا مواہب اللدنیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل میں لکھا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات شریف چوتھے سال ربیع الآخر کے مہینہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، جنت البقیع میں ایک قبہ موجود ہے، اس کو قبہ ازواج نبی کہتے ہیں۔ یہ تمام مزارات نجدی سعودیوں نے زبردستی گرا دیے تھے اور قبہ بھی منہدم کر دیا تھا۔

بعض لوگ حدیث ”اولکن لحوقاً بی اطولکن یداً“ اور دوسری روایت میں ”اسرعکن لحوقاً بی اطولکن یداً“ کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں بتاتے ہیں کیوں کہ آپ بھی بہت صدقہ دیا کرتی تھیں اور مساکین پر بہت مہربان تھیں یہ روایت غلط ہے صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ حدیث سیدہ زینب بنت جحش کے متعلق ہے جن کا انتقال سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام ازواج سے پہلے ہوا سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو بہ اتفاق محدثین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وفات پا چکی تھیں کیوں کہ آپ کو بہت کم عرصہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا موقع ملا، اس لیے دیگر ازواج پاک امہات المؤمنین کی طرح ان کے فضائل میں زیادہ تراحدیث وارد نہیں ہوئیں، البتہ یہ کوئی کم شرف ہے اُمّ المؤمنین ہونے میں آپ کو دیگر ازواج مطہرات کی طرح شرف حاصل ہے اور سورۃ احزاب کی آیات جو امہات المؤمنین کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان میں آپ بھی شامل اور داخل ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اُمّ المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل اور مناقب

نام و نسب

آپ کا نام مبارک ہند بنت ابی امیہ تھا۔ آپ بھی قریشیہ مخزومیہ ہیں۔ آپ کی کنیت مشہور ہے۔

نکاح

آپ پہلے اپنے چچا کے لڑکے ابی سلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ ہی آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی آپ سب سے پہلے ہودج میں بیٹھنے والی ہیں کیوں کہ آپ اونٹ پر سوار ہو کر حبشہ سے مدینہ پاک آئیں جب ان کا خاوند عبداللہ بن اسد فوت ہو گئے تو ان سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور آپ کا وصال سنہ 41ھ کو ہوا۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا پڑھے:

انا لله وانا اليه راجعون اللهم اجرني في مصيبتى و اخلف لي خيراً الا اخلف
الله له خيراً منها۔

جو یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر عطا فرماتا ہے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میرے شوہر سیدنا ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے کہا میرے خاوند ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہو سکتا ہے کیوں کہ انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک پر عمل کرتے ہوئے یہ دعا پڑھی، تو فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں سمجھ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون ہو سکتا ہے، لہذا آپ کا فرمان مبارک بالکل سچ اور برحق ثابت ہوا، نیز فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مجھے حاطب بن ابی

بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے پہنچا تو میں نے عرض کی: میں عیال دار اور غیرت مند ہوں، پس پہلے خاوند سے میری اولاد ہے تو سید الانبیاء نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تیری اولاد کو وہ تجھ سے بے پروا کر دے گا اور یہ بھی دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تیری بے جا غیرت کو لے جائے۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا جب کہ وہ سیدنا وحیہ کی شکل میں آئے۔ حدیث میں موجود ہے کہ سلیمان تیمی نے کہا میں نے اپنے باپ ابی عثمان سے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ کے پاس سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی موجود تھیں، جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہے تھے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ کون ہے، سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ وحیہ ہیں، جب جبرائیل اٹھ کر چلے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے۔

وصال شریف

آپ رضی اللہ عنہا اہمات المؤمنین میں سب سے آخر میں وصال پانے والی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال شریف سنہ 59 ہجری میں ہوا تھا۔ اور آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔



سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مناقب اور فضائل

نام و نسب

آپ کا نام برہ تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر زینب رکھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی ہیں۔

نکاح

پہلے زید ابن حارثہ کے نکاح میں تھیں، انہوں نے طلاق دے دی، تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، یہ نکاح سنہ 5 نبوی میں ہوا۔ انہیں کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

فلما قضی زید منها و طراً زوجناکھا۔

تمام لڑکیوں کے نکاح ان کے ماں باپ کرتے ہیں اور ان کا نکاح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے خود کیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر متقی پرہیزگار سچی زبان والی کوئی بی بی نہیں دیکھی آپ بڑی سخی صلہ رحمی کرنے والی اپنے ہاتھ سے روزی حاصل کر کے صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں یعنی پہلے آپ کی وفات ہوئی۔ 53 سال عمر پائی۔ 21 یا 20ھ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں۔ آپ سیدنا زید سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتی تھیں، تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی:

و ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذ قضی اللہ و رسوله امران یكون لہم الخیرة من

امرہم و من یعص اللہ و رسوله فقد ضل ضللاً مبیناً۔ (سورۃ الاحزاب)

تو آپ نے یہ آیت مقدسہ نازل ہونے پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے اپنے ارادے اور مرضی کو ترک کر دیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قال انس لو كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كاتماً شيئاً لكتتم هذا
قال فكانت زينب تفخر على أزواج النبي صلى الله عليه وآله وسلم تقول
زوجكن أهاليكن و زوجنى الله تعالى من فوق سبع سموات- و فى بعض
الروايات تقول: انا اكرمكن ولياً و اكرمكن سفيراً زوجكن اهلكن و زوجنى
الله من فوق سبع سموات- (موسوعة اهل بيت صفحہ 593)

سیدہ زینب دیگر ازواج نبوی کے مقابلہ میں اس بات پر فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے گھر والوں نے کیا
اور میرا نکاح سید الانبیاء ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر پڑھایا۔

قالت عائشه فى شان زينب هى التى كانت تسامينى منهن فى المنزلة عند
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، و لم ار امرأة قط خيراً فى الدين من
زينب و اتقى الله و اصدق حديثاً و اوصل للرحم و اعظم صدقة و اشد ابتداءً
لنفسها فى العمل الذى تصدق به و تقرب به الى الله تعالى ما عدا سورة من
حد كانت تسرع منها الفيئة- (موسوعة اهل بيت صفحہ 593)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی دیگر ازواج میں سے میری
زیادہ ہمدرد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جو میری منزلت اور قدر تھی اس میں وہ میری سب سے
زیادہ ہمدرد تھیں اور سچی اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور میں نے اتنی زیادہ صدقہ دینے والی نہیں دیکھی۔
آپ خود اپنے ہاتھ سے مال کما کر صدقہ کرتیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو میری والدہ سیدنا ام
سلیم نے جیص تیار کیا یہ ایک قسم کا خاص حلوا ہوتا ہے تو اس کو برتن میں ڈال کر مجھے فرمایا: اے انس! یہ رسول اللہ ﷺ
کے پاس لے جاؤ اور جا کر عرض کرو: یا رسول اللہ! میری امی جان آپ کو سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ قلیل ساتھ
قبول فرمائیے۔ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو میں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری
امی جان آپ کو سلام عرض کرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ آپ کے لیے تھوڑا سا ہدیہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو رکھ دو

اور فلاں فلاح لوگوں کو بلا لاؤ۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جن جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا ان کو اور جو بھی مجھے ملے ان سب کو میں بلا لایا۔ راوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ان کی تعداد کتنی ہوگی تو سیدنا انس نے فرمایا: تقریباً تین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے انس! لو اور ان سب کو کھلاؤ تو فرماتے ہیں ان سب نے سیر ہو کر کھایا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہا: اے انس! اب کھانے کا برتن اٹھا لو تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ جب میں نے وہ برتن لوگوں کے سامنے کھانے کو رکھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اسے اٹھایا۔

سبحان اللہ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور دعوت ولیمہ تھا۔ آپ کا لقب ام مساکین تھا، اس لیے کہ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی مسکینوں پر صدقہ کر دیتی تھیں اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طول الید کا لقب عطا فرمایا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے جلد مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ایک گھر میں جمع ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں تو جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو ہمیں سمجھ آئی کہ لمبے ہاتھ سے مراد کیا ہے۔ ہم پہچان گئیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان طول الید کا مطلب زیادہ صدقہ ہے۔

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا روزے رکھنے والی رات اور دن کو بہت نمازیں پڑھنے اور قیام کرنے والی تھیں اور اپنی نماز میں بہت زیادہ عاجزی کرنے والی خاتون تھیں، چنانچہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر سنی تو فرمایا بہت اچھی صفات کی مالکہ اور عبادت کرنے والی اور یتیم اور بے سہارا عورتوں کو پالنے والی اس جہاں سے رخصت ہو گئی ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال شریف 20ھ میں ہوا اور آپ نے وصال شریف کے وقت وصیت فرمائی میں نے اپنا کفن خود تیار کیا ہے اور ہو سکتا ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے لیے کفن بھیجیں، اگر وہ کفن بھیجیں ان دونوں میں سے جو قیمتی ہو اس کو فروخت کر کے غرباء یتیموں، مسکینوں پر خرچ کر دیں اور میری چادر کو بھی ساتھ ہی فروخت کر کے خرچ کر دینا۔ اللہ اکبر۔ آپ کا کس قدر بلند و بالا مقام ہے کہ آپ موت کے وقت بھی صدقہ خیرات کرنا نہیں بھولیں۔

رضی اللہ عنہا و جزاہم اللہ منا و جمیع اولادہ من امة رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ و سلم۔

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

نام و نسب

آپ کا نام رملہ ہے۔ ابوسفیان ابن صخر ابن حرب کی بیٹی ہیں والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی، لہذا آپ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔

نکاح

اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کب اور کہاں ہوا۔ قوی بات یہ ہے سنہ 6ھ میں نجاشی شاہ حبش نے زمین حبشہ میں آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جب کہ حضور مدینہ منورہ میں تھے۔ چار سو دینار یا چار لاکھ درہم مہر اپنے پاس سے دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرجیل بن حسنہ کو بھیجا۔ وہ آپ کو مدینہ منورہ حضور کے پاس لائے۔ بعض نے کہا مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نکاح ہوا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا سنہ 44ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ سے بہت سے حضرات نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

مما حظیت بہ رضی اللہ عنہا انہا کانت ممن ہاجر فی اللہ الہجرة الثانية الی ارض الحبشة فارة بدینہا رضی اللہ عنہا و ارضاها فقد روی ابن سعد والحاکم عن اسماعیل بن عمرو بن سعید بن العاص قال: قالت ام حبیبہ رایت فی النوم عبید اللہ بن جحش زوجی باسوا صورة و اشوہہ ففزعت فقلت تغیرت واللہ حالہ فاذا ہو یقول حیث اصبح یا ام حبیبہ انی نظرت فی الدین فلم ار دیناً خیراً من النصرانیة و کنت قد دنت ثم دخلت فی دین محمد ثم قدر رجعت الی النصرانیة، فقلت واللہ ماخیر لک و اخرته بالرؤیا التي

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رایت له فلم يحفل بها و اکب على الخمر حتى مات فاری فی النوم کان آتياً
يقول یا ام المؤمنین ففرغت فاولتها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يتزوجنی قالت فما هو الا ان انقضت عدتی فما شعرت الا برسول النجاشی
على بابی يستاذن فاذا جاریة له يقال لها ابرهة كانت تقوم على ثیابه ودهنه
فدخلت على فقالت ان الملك يقول لك: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كتب الی ان ازواجک فقلت بشرك الله بخیر قالت يقول لك الملك وکلی
من یزوجد فارسلت الی خالد بن سعید بن العاص فوکلته۔

(موسوعة اہل بیت، صفحہ 599,600)

ترجمہ: سیدنا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں اپنے خاوند عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کر کے گئی تو آپ نے خواب
دیکھا کہ میرا خاوند عبید اللہ بن جحش بہت بری صورت اور حالت میں ہے تو آپ گھبرا گئیں، فرماتی ہیں کہ
میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ میرے خاوند کی دینی حالت خراب ہوگئی ہے اور عنقریب مرتد ہو جائے گا،
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبح کے وقت ان کے خاوند عبید اللہ بن جحش نے کہا کہ میں نے اسلام میں کوئی خوبی
نہیں دیکھی اور عیسائیوں کا دین اس سے بہتر ہے۔ اس لیے میں عیسائی ہوتا ہوں۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے
یہ سن کر عبید اللہ بن جحش کو بہت ملامت کی اور اپنا خواب بھی بیان کیا، مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا، وہ آخر تک
عیسائی رہا اور شراب خوری کے عالم میں مر گیا۔ (طبقات ابن سعد)

فی هذا بیان فضیلة ظاهرة لام حبیبة رضی اللہ عنہا وہی انہا كانت ممن
شرف بالهجرة الی ارض الحبشة۔ (موسوعة اہل بیت صفحہ 600)

ترجمہ: اس میں سیدہ ام حبیبہ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئیں اور باوجود اپنے
خاوند کے مرتد ہو جانے کے آپ دین اسلام پر قائم رہیں۔

فقد روی الحاکم باسناده الی جعفر بن محمد بن علی عن ابیہ قال: بعث
رسول اللہ صلى الله عليه و سلم عمرو بن امیة الضمری الی النجاشی

یخطب علیہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان و كانت تحت عبید اللہ بن جحش
فزوجها ایاہ و اصدقها النجاشی اربع مائة دینار۔ (موسوعة اہل بیت صفحہ 600)
ترجمہ: حاکم نے اپنی سند سے روایت کیا جعفر بن محمد بن علی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
نے عمر بن امیہ ضمیری کو نجاشی کی طرف ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا وہ اس وقت
عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں تو اس نے آپ کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا اور نجاشی نے 400 دینار
حق مہر اپنے پاس سے ادا کیا۔

روی ابو عبد اللہ الحاکم باسنادہ الی ابی سلمة بن عبد الرحمن انه سال
عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ و سلم کم اصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم ازواجه قالت کان صداقہ لازواجه اثنتی عشرة اوقیة ونصفاً فذلک
خمس مائة درہم فهذا صداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لازواجه۔
قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الاسناد و علیہ العمل و انما اصدق النجاشی
ام حبیبہ اربع مائة دینار استعمالا لاخلق الملوک فی المبالغة فی الصنائع
لاستعانة النبی صلی اللہ علیہ و سلم به فی ذلک۔ (موسوعة اہل بیت صفحہ 600)
ترجمہ: حاکم نے اپنی سند سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ
سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک کا حق مہر کتنا تھا؟ تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک کا
حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا ان کی مقدار پانچ سو درہم بنتی ہے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک کا حق مہر
تھا۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس پر ہی عمل ہے اور نجاشی نے جو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق
مہر چار سو دینار دیا وہ بادشاہوں کے اخلاق میں سے ہے جو کہ وہ اپنے ایسے کاروبار میں اضافہ کرتے رہتے
ہیں، علاوہ ازیں اس نے اس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی مدد اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا احترام کیا۔

قال الذهبی: و هی من بنات عم الرسول صلی اللہ علیہ و سلم و لیس فی
ازواجه من ہی اقرب نسباً الیہ منها و لا فی نسائہ من اکثر صداقاً منها من

تزوج بها و هي نائمة الدار ابعدها عنها عقد له صلى الله عليه و سلم عليها
بالحبشة و اصدقها عنه صاحب الحبشة اربع مائة دينار و جهزها باشياء.

(موسوعة اہل بیت صفحہ 601)

ترجمہ: امام ذہبی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی بیٹیوں میں سے تھیں، رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک
میں نسبی لحاظ سے ان سے زیادہ قریبی کوئی نہ تھی، اور ان کا حق مہر بھی ان سب سے زیادہ تھا، اور یہ گھر کے
اعتبار سے ان سب سے دور تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے عقد کیا تو وہ حبشہ میں تھیں اور ان کا
حق مہر صاحب حبشہ یعنی نجاشی نے چار سو درہم دیا علاوہ ازیں مختلف اشیاء بہ طور جہیز عطا کیں۔

خاوند کے مرتد ہو جانے کے بعد آپ اکیلی اور تنہا رہ گئیں چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا
ہے کوئی مجھے ام المومنین کہہ کر آواز دے رہا ہے۔ تو میں نے خود اس کی تعبیر یہ کی کہ ضرور بہ ضرور سید الانبیاء ﷺ مجھے
اپنی زوجیت کا شرف بخشیں گے۔ چنانچہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام دینے کے
لیے عمرو بن امیہ کو نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا، ان کے یہ سوچتے ہی اپنی لونڈی ابرہ کے ذریعے سے سیدہ ام حبیبہ
رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا نیز یہ بھی کہلا بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے نکاح کے لیے لکھا ہے
تم اپنا کوئی وکیل مقرر کر دو تا کہ یہ تقریب انجام پائے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خوش ہو کر اس کے صلہ میں دو چاندی کے
کنگن اور پاؤں کا زیور اور ہاتھ کی انگوٹھیاں اس لونڈی کو عطا کر دیں۔ آپ نے خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کر دیا۔
چنانچہ نجاشی نے مسلمان مہاجرین جن میں خضر بن ابی طالب بھی موجود تھے کی موجودگی میں نکاح پڑھایا اور چار سو
دینار مہر کی رقم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے پاس سے خالد بن سعید کو ادا کر دیئے اور ایک پر تکلف کھانے کی مجلس
منعقد کی۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج پاک میں سب سے زیادہ سب کے لحاظ سے سیدنا ام حبیبہ نبی پاک ﷺ کے ازواج
پاک سے سب سے قریب ہیں۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج پاک میں سے سب سے زیادہ حق مہر آپ کا ہی ادا کیا گیا۔
اس کے علاوہ نجاشی شاہ حبش نے اپنی طرف سے بہت سے تحفے تحائف نذر کئے تھے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی زندگی
مبارک کا یہ بے مثل واقعہ ہے۔ جب ابوسفیان مدینہ منورہ میں بحالی معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تو وہ اپنی صاحب زادی

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ملنے کے لیے ان کے گھر گیا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو اس کی حقیقی بیٹی تھی نے کوئی پروا نہ کی۔ جب ابوسفیان نے یہ اپنے ساتھ اپنی بیٹی کا رویہ اور سلوک دیکھا تو حیران رہ گیا اور خود بستر پر بیٹھنے کی کوشش کی۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلد از جلد بستر کو لپیٹ لیا۔ ابوسفیان کے پوچھنے پر جواب دیا کہ تو مشرک اور نجس ہے۔ یہ بستر خدا کے محبوب سیدالمطہرین کا ہے اس لیے تو اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں، اس کے علاوہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کوئی بات نہیں کی۔ آپ بہت بڑی عابدہ زاہدہ اور متقیہ تھیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو شخص بارہ رکعت نفل نماز روزانہ پڑھے گا اس کا جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ آپ کے فرمان کی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس قدر پابند تھیں خود فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کے بعد میں نے کہا میں نے نماز کبھی نہیں چھوڑی بلکہ ہمیشہ پڑھتی رہتی، جب ان کے باپ ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو منگوا کر اپنے رخساروں اور بازوؤں پر ملی اور فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی، مگر میں نے یہ عمل اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ ایمان دار عورت کے لیے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں بجز شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار ماہ اور دس دن ہے۔

قال سمعت عائشة تقول دعنتی ام حبیبہ زوج النبی صلی اللہ علیہ و سلم عند موتہا فقالت قد کان یكون بیننا ما یكون بین الضرائر فغفر اللہ لی و لك ما کان من ذلك فقلت غفر اللہ لك ذلك كله و تجاوز و حللك من ذلك فقالت سررتینی سرک اللہ، و ارسلت الی ام سلمة فقالت لها مثل ذلك و توفیت سنة اربع و اربعین فی خلافة معاویة بن ابی سفیان۔ (موسوعۃ اہل بیت صفحہ 601)

بے شک آپ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی، عبادت کرنے والی اور متقیہ تھیں۔ ابن سعد اور حاکم نے عوف بن حارث سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، وہ فرماتی تھیں کہ مجھے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنی موت کے وقت بلایا اور فرمانے لگیں کہ چوں کہ ہم ایک دوسرے کی سوکنیں ہیں تو جو کچھ ہمارے درمیان بات ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو معاف فرمائے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم کی تمام باتیں یا معاملات معاف فرمادے اور درگزر فرمائے اور وہ سب آپ کے لیے حلال کرے تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سن کر فرمایا: تو نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو خوش کرے اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بھی اسی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

وفات

آپ کی وفات سنہ 44ھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ 73 سال کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ منورہ جنت بقیع میں دفن ہوئیں۔ وصال سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا مجھ میں اور آپ میں سوکنوں کے تعلقات تھے اگر کوئی لغزش مجھ سے ہوئی ہو تو آپ مجھے اللہ کے لیے معاف کر دیجئے اور میرے لیے دعائے مغفرت بھی کیجئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بلندی درجات کی دعا کی۔ آپ بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں: اے عائشہ! آپ نے مجھے خوش کیا، اللہ آپ کو خوش کرے۔

مختصر سیرت

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی عالمہ فاضلہ اور اوصاف کاملہ کی حاملہ عورت تھیں۔ حدیث کے فن میں آپ کے کافی تعداد میں شاگرد تھے۔ آپ کی روایت کروہ احادیث کی تعداد 65 کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے۔ آپ سے بہت سارے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم روایت کرنے والے ہیں۔ آپ بہت بڑی عابدہ زاہدہ اور سید الانبیاء سے حد درجہ محبت کرنے والی تھیں۔



سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل

سنہ 5ھ میں غزوہ مریسج میں جسے غزوہ مصطلق بھی کہتے ہیں گرفتار ہو کر آئیں اور سیدنا ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے آپ کو مکاتب کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کتابت کا روپیہ ادا کر کے آپ کو آزاد کر کے آپ سے نکاح کر لیا، لہذا آپ اُمّ المؤمنین ہیں۔ آپ کا پہلا نام برہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ نام رکھا۔ آپ نے 65 سال کی عمر پائی۔ ربیع الاول 56ھ میں وفات پائی۔ آپ کے بہت سے فضائل و مناقب ہیں۔

اخلاق و عادات اور فضائل

آپ عورتوں میں بڑی فاضلہ ہیں اور ان کی سردار ہیں۔ آپ کا دل مبارک اور باطن بالکل صاف اور پاکیزہ تھا۔ اپنی قوم کے حق میں بہت برکت والی ثابت ہوئیں۔ آپ بہت عقل مند اور دانش مند عورت تھیں اور موافق رائے والی بڑی قناعت پسند، ذاکرہ شاعرہ اور پرہیزگار متقیہ خاتون تھیں، بڑی عالمہ اور حدیث کو روایت کرنے والی ہیں۔ آپ کی روایت کردہ احادیث سنن کی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ کے والد حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے مصطلق کے بڑے سردار تھے۔ جن کی زیر نگرانی آپ نے پرورش پائی۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے صغریٰ میں مصافع بن صفوان مصطلقی سے نکاح کیا جو کہ بنو خزاعہ کا معزز نوجوان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کو صغریٰ میں ہی بہت اچھی صفات اور اخلاق سے مزین فرمایا تھا۔ انتہائی مہربان، عزت والی عورتوں میں شمار ہوتا۔ آپ بہت اچھے اخلاق اور حسن ادب میں مشہور تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کے محاسن اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آگے چل کر آپ کو شجر نبوت کا سایہ بھی نصیب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو امہات المؤمنین میں شامل ہونے کا شرف بخشا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت بن گئیں۔ اسلام میں آپ کا بہت بڑا مقام ہے۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں کس طرح شامل ہو کر حضور کی محبوب ترین زوجہ بن گئیں اور امہات المؤمنین میں شامل ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب نور اسلام نے دنیا کو منور کیا اور اس کی روشنی جزیرہ عرب میں پھیل گئی تو بنی مصطلق ابھی جہالت کی رسم و رواج اور کفر میں تھے اور مسلمان اور مشرکین کے درمیان جو غزوات اور جنگیں ہوئیں وہ کفار کے لیے اس بات کا اعلان تھا کہ دین اسلام پوری دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ آخر کار عرب کے سارے خاندان اور قبائل یا تو مسلمانوں سے زبردست ہزیمت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور شکست اٹھائی یا حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

ان حروب اور جنگوں میں سے غزوہ بنی مصطلق بھی ہے۔ چنانچہ غزوہ مصطلق سنہ 5ھ میں بہ قول دیگر سنہ 6ھ میں ہوا۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کی غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ جب غنیمت کے مال کی تقسیم ہوئی تو سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سیدنا ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں، کیوں کہ آپ کا تعلق اونچے خاندان سے تھا اور عظیم سردار کی بیٹی تھیں، اس لیے آپ نازک مزاج، انتہائی خوب صورت تھیں۔ سردار قبیلہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے لونڈی بن کر رہنا آپ کو ناگوار گزارا۔ لہذا آپ نے ثابت بن قیس سے مکاتبہ ہونے کی درخواست کی جو کہ انہوں نے منظور کر لی۔ اس کے بعد سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں مبتلائے مصیبت ہوں اور مکاتبہ ہو چکی ہوں۔ آپ سے فریاد کرتی ہوں کہ آپ میری مالی مدد فرما کر آزادی بخشیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہوگا تمہارا مال کتابت ادا کر دوں اور عین اپنی زوجیت کا شرف بخشوں۔ یہ سن کر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی مسرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ عرض کیا اس سے بہتر میرے ساتھ حسن سلوک کیا ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا، جب یہ حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا تو انہوں نے بنی مصطلق کے سارے قیدی یہ کہہ کر آزاد کر دیئے چوں کہ آپ بنی مصطلق والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار اور قریبی بن چکے ہیں۔ لہذا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا کوئی رشتہ دار بھی ہماری قید یا غلامی میں نہیں رہنا چاہئے۔ سبحان اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس ادب رسول کا نظارہ کرو اور اس سے ان لوگوں کو بھی غیرت کرنی چاہئے اگر ہو تو جو اپنی گمراہی اور بے دینی کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرتے ہیں کہ انہوں نے معاذ اللہ عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دبائے اور انہیں تنگ کیا۔ العیاذ باللہ

کتابوں میں تو یہ لکھا ہے اس وجہ سے بنی مصطلق کے سو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اس خصوصیت پر مستحق تحسین قرار پاتی ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارایت امرأۃ اعظم برکتہ منها لقومہ۔

یعنی میں نے کسی عورت کو جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے باعث برکت نہیں دیکھا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے اس قدر بابرکت اور باعزت ثابت ہوئیں، خود ام المومنین بن کر ان پاک خواتین میں شامل ہو گئیں، جن کو امہات المومنین کا شرف حاصل ہے۔ اس کی بدولت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا والد حارث

بن ابی ضرار اور اس کی ساری قوم قبیلہ نے مسلمان ہو کر افواج دین میں شامل ہو کر مجاہدین اولین کا شرف حاصل کر لیا اور ان لوگوں میں شامل ہو گئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے چن لیا۔

ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتیں یا اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتیں تو اس کو اچھی طرح سمجھ لیتیں اور مکمل عاملہ ہو جاتیں۔ آپ بہت بڑی متقیہ، عابدہ، فقیہہ اور پرہیزگار، نرم دل، عقل مند اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والی اور امت کی بہتری چاہنے والی تھیں۔

آپ سے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث روایت کرتے ہیں۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امہات المؤمنین کے وظائف مقرر کئے تو سوائے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور جویریہ کے بارہ بارہ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا، ان کا چھ ہزار درہم مقرر کیا۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا اے عمر! دوسروں کے بارہ بارہ ہزار اور ہمارے لیے چھ چھ ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے۔ اتنا تفاوت اور فرق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کا یہ اعتراض سن کر پہلے تو فرمایا ان کی ہجرت کی وجہ سے ان کا وظیفہ دگنا کیا گیا، جب اس پر بھی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے اعتراض کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی دیگر امہات المؤمنین کے برابر وظیفہ جاری کر دیا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی زندگی مبارک علم و عمل، ذکر و فکر اور دعا و تسبیح اور تعلیم و تعلم سے بھری پڑی ہے۔ یہ وہ علم تھا جو انہوں نے اس عظیم مدرسہ سے حاصل کیا، جس کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قائم کیا۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سید الانبیاء کی سیرت طیبہ آپ کی ازواج پاک میں سے بہت اچھے طریقے سے بیان فرمایا کرتی تھیں۔ (نساء اہل بیت مصنفہ احمد ظلیل جمعہ، مطبوعہ بیروت)

آپ کے مزید فضائل و مناقب اور تمام خوبیوں کا تذکرہ طوالت کی وجہ سے یہاں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا، مزید تفصیل کے لیے کتاب نساء اہل بیت کا مطالعہ کیجیے۔

وفات

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے بہ عمر 65 سال سنہ 50ھ میں وفات پائی اور بہ روایت محمد بن عمران آپ کی وفات سنہ 56ھ میں ہوئی۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا معاویہ کے عہد خلافت میں ربیع الاول میں انتقال ہوا۔ مروان بن حکم جو اس وقت مدینہ پاک کا والی تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مناقب اور فضائل

سیدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ عامریہ ہیں۔ بعض نے فرمایا آپ کا نام برہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ نام رکھا۔ آپ پہلے مسعود ابن عمرو ثقفی کے نکاح میں تھیں اس نے آپ کو طلاق دے دی بعد میں آپ سے ابو رحم نے نکاح کیا اس کی وفات کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے مشرف ہوئیں۔ حضور نے آپ سے نکاح ذی قعدہ سنہ 7ھ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مقام سرف میں کیا جو مکہ معظمہ سے دس میل ہے۔ وہاں ہی آپ کی وفات سنہ 41ھ یا سنہ 51ھ میں ہوئی۔ وہاں ہی آپ دفن ہوئیں بلکہ عین نکاح کی جگہ ہی آپ کی قبر شریف ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

آپ ام فضل زوجہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ پاک ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں آپ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایات لیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

اخلاق و عادات

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ ایک عورت نے بیماری کی حالت میں منت مانی تھی کہ شفا ہوئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھوں گی اللہ نے اسے شفا دی۔ شفا یابی پر سیدہ میمونہ سے رخصت لینے آئی سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مسجد نبوی میں نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا افضل ہے، پس تم مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو۔

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الاخوات مومنات ميمونة زوج النبي صلى الله عليه و سلم و اختها ام الفضل بنت الحارث و اختها سلمة بنت الحارث امرأة حمزة، و اسماء بنت عميس اختهن لامهن۔

(موسوعة آل بيت النبي الاطهار صفحہ 609)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن بہنیں، میمونہ نبی پاک ﷺ کی زوجہ اور ان کی بہن ام فضل بنت حارث اور ان کی بہن سلمیٰ بنت حارث زوجہ حمزہ، اور اسماء بنت عمیس کی ماں جانی بہنیں ہیں۔

بے شک، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ان دو صفتوں کی گواہی دی جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کی صفات میں سے ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر یہ دو صفات اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ہیں جو کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا میں پائی جاتی ہیں اور صلہ رحمی جو ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہ سید الانبیاء ﷺ اور ان کی حقیقی بہن سیدہ لباہہ رضی اللہ عنہا سیدنا عباس کی پھوپھی ہیں ان کی تیسری حقیقی بہن سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں ان کی چوتھی بہن سیدنا جعفر بن ابی طالب کی زوجہ ہیں اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ ان کے وصال کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور یہ سیدہ میمونہ حبر امت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی خالہ ہیں۔

صلہ رحمی اور عدم قطع رحمی اخلاق کریمہ کا ایک عظیم اصول ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا۔

فضائل و کمالات

ایک مرتبہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما پر آگندہ سر آئے تو بولیں بیٹا اس کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا: ام عمار (یعنی میری بیوی) نسوانی امراض میں مبتلا ہے، وہ میرے کنگھا کرتی تھیں۔ بولیں: کیا خوب! رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج پاک کی گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن شریف پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتی تھیں، بیٹا کہیں ہاتھ میں بھی مرض ہوتا ہے!

آپ اوامر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں اس بارے بہت سخت تھیں۔ ایک دفعہ ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی انہوں نے اس کو سختی سے جھڑک دیا اور کہا کہ آئندہ کبھی میرے ہاں نہ آنا!

وفات

جس مقام پر آپ کی رسم عروس ادا ہوئی وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ یعنی مقام صرف میں دفن ہوئیں۔ سنہ 51ھ میں وفات ہوئی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی جس وقت میت اٹھائی جانے لگی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو آہستہ لے چلو۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل

ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حی بن اخطب کی بیٹی ہیں، بنی اسرائیل میں سے ہیں، سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ کنانہ ابن ابی حقیق کے نکاح میں تھیں جو جنگ خندق میں مارا گیا۔ محرم سن 7ھ میں آپ قید ہو کر آئیں اور اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض انہیں خرید کر آزاد فرما کر خود ان سے نکاح فرمایا۔ ام المؤمنین نے سن 50ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ سے سیدنا انس اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

انس بن مالک، قال بلغ صفیة ان حفصة قالت بنت یهودی فبکت فدخل علیها النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ہی تبکی فقال ما یبکیک؟ قالت: قالت لی حفصة انی ابنة یهودی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انک لابنة نبی، و ان عمک لنبی و انک لتحت نبی ففیم تفخر علیک؟ ثم قال: اتقی اللہ یا حفصة۔ (موسوعة اہل بیت، صفحہ 605)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب صفیہ کو خبر پہنچی کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا تو وہ روئیں، ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ وہ رو رہی تھیں، فرمایا: کیوں روتی ہو آپ بولیں کہ مجھے حفصہ نے کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نبی کی بیٹی ہو تمہارے چچا نبی ہیں اور تم نبی کی بیوی ہو تو تم پر حفصہ رضی اللہ عنہا کیسے فخر کرتی ہیں، پھر فرمایا: اے حفصہ! اللہ سے ڈرو!

جب خیبر فتح ہوا یہودی اپنے تمام اہل و عیال جن میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں قید ہو گئے۔ یہ لڑائی یہودیوں کے لیے ایسی تباہ کن تھی کہ ان کی سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔ آئندہ وہ مسلمانوں سے لڑنے کے قابل نہ رہے۔ کیوں کہ اس جنگ میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے، جن میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور بھائی بھی تھے اس لیے

اسیران جنگ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حالت بہت زیادہ قابل رحم تھی، جب اموال غنیمت کی تقسیم ہونے لگی اور تمام قیدی اس مقصد سے جمع ہوئے تو دحیہ کلبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے ایک لونڈی کی ضرورت ہے عطا فرمائی جائے، آپ نے اس کو انتخاب کی اجازت دی، یعنی جو پسند ہو اسے لے لو۔ سیدنا دحیہ نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو پسند کر لیا، کیوں کہ آپ نسبت عزت اور وقار کی حاملہ تھیں اس حیثیت سے ان کا احترام دوسرے قیدیوں سے زیادہ تھا۔ اگر آپ سیدنا دحیہ کلبی کے حصہ میں آتیں تو ان کے ساتھ عام عورتوں جیسا برتاؤ کیا جاتا ان کی شان کے خلاف تھا، اس خیال سے بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ صفیہ بنی نضیر اور بنی قریظہ کی رئیسہ اور سردار ہیں وہ آپ ہی کے لیے مناسب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرمایا۔ دحیہ کو دوسری لونڈی عطا کر کے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا۔ یہ سنہ 7ھ کا واقعہ ہے۔

نکاح کے بعد خیبر سے روانگی ہوئی مقام صبا میں رسم عروسی ادا کی گئی اور اسی جگہ دعوت ولیمہ ہوئی۔ آپ نے جہاد سے چلنے کے لیے انہیں اونٹ پر سوار کیا، خود اپنی قبا سے ان پر پردہ کیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں داخل ہو گئی ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے طاہری حسن جمال بھی عطا فرمایا تھا۔ اس لیے جب انصار کی عورتوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن جمال کا حال سنا ان کو دیکھنے کے لیے آئیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب رکھتیں اور پیار کرتی تھیں۔ روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور تمام ازواج پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسرت سے کہا یا رسول اللہ! کاش آپ کی تمام تکلیفیں اور مصیبتیں مجھے مل جائیں اور آپ کو کچھ نہ ہو۔ یہ سن کر امہات المؤمنین آپ کی طرف دیکھنے لگیں تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ سچ کہتی ہیں۔ ایک بار سفر میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج پاک کے ہمراہ تھیں، اتفاق سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا، آپ بہت گھبرائیں اور بے اختیار روئے لگیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو خود تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پوچھنے لگے، مگر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی گریہ زاری بند ہونے کے بجائے مزید بڑھ گئی۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ساتھ اتر پڑے، جب شام ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش کو فرمایا اے زینب! تم صفیہ کو ایک اونٹ دے دو۔ سیدہ زینب بولیں کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دوں، یہ کلمہ آپ کو بہت ناگوار گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب سے اس قدر ناراض ہو گئے۔ آپ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے دو تین ماہ تک سیدہ زینب سے بات نہ کی، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ زینب کو معافی دلوائی۔ آپ میں دوسروں کے ساتھ ہم دردی کرنے کا فطری جذبہ پایا جاتا تھا۔ چنانچہ جب سنہ 35ھ میں سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے اور بلوائیوں نے آپ کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا، تا کہ کوئی آپ سے نہ مل سکے، اس وقت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام کے ساتھ پانی کا مشکیزہ لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف تشریف لے چلیں، مگر مالک اشتر نخعی خبیث ملعون نے دیکھا تو خنجر کو مارنے لگا، خطرے کے پیش نظر آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچ سکیں اور واپس آ گئیں۔ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

كانت صفیة حلیمة عاقلة فاضلة، كانت عاقلة من عقلاء النساء۔

ترجمہ: صفیہ عاقلہ اور حلیمہ تھیں اور تمام عورتوں سے زیادہ عقل مند تھیں۔ آپ عورتوں میں نہایت عقل مند عورت تھیں۔

فضل و کمال

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دیگر ازواج کی طرح علمی خصوصیات کا بھی مخزن تھیں، اکثر لوگ مسائل پوچھتے اور اطمینان حاصل کرتے کوفہ کی عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس بیٹھی ہوتیں، آپ سب کے سوالات کا جواب نہایت احترام کے ساتھ دیتیں۔

وفات

سنہ 50ھ میں جب آپ کی عمر 60 سال تھی وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات سے قبل وصیت کی تھی میری متروکہ املاک کا ثلث میرے بھانجے کو دے دیا جائے۔



ذکر اولاد امجاد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحب زادے، بہ روایت دیگر چار صاحب زادے اور چار ہی صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادوں میں مورخین کا قدرے اختلاف ہے۔ اکثر علماء کرام اور مورخین نے تین صاحب زادوں کا ذکر کیا ہے، مگر رقم الحروف کی تحقیق کے مطابق آپ کے صاحب زادے بھی چار ہی ہیں، جن کی تفصیل آگے بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن آپ کی صاحب زادیوں کے چار ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ کتب اہل سنت اور شیعہ اس سے بھری پڑی ہیں، جس کا ذکر ان شاء اللہ ابھی ہوگا۔

يا ايها النبي قل لاوزاجك و بناتك و نساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيهن، ذلك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين و كان الله غفوراً رحيمًا۔

(پارہ 22 سورة الاحزاب آیت 59)

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے یہ کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے قرین عقل ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ترجمہ مقبول شیعہ: اے نبی! اپنی بیٹیوں اور اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور گردنوں پر اپنی چادروں کا گھونگھٹ لٹکا لیا کرؤ یہ ان کی شرافت کی پہچان کے واسطے بہت مناسب ہے، تو انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں تو خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ از فرمان علی شیعہ)

و تزوج خديجة و هو ابن بضع و عشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه صلى الله عليه و سلم القاسم و رقية و زينب و ام كلثوم و ولد له بعد المبعث الطيب و الطاهر و فاطمة۔ (اصول کافی صفحہ 500 جلد اول طبع جدید ایران)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قال حدثني جعفر بن محمد عن ابيه قال ولد لرسول الله صلى الله عليه وآله
و سلم من خديجة القاسم و الطاهر و ام كلثوم و رقية و فاطمة و زينب۔

(قرب الاسناد صفحہ 6)

یاد رہے کہ یہ کتاب سیدنا امام حسن عسکری کے شاگرد خاص ابی العباس عبداللہ بن جعفر القمی کی تصنیف کردہ ہے۔

و ان خديجة رحمها الله ولدت منى طاهراً و هو عبد الله و هو المطهر و
ولدت منى القاسم و فاطمه و رقيه و ام كلثوم و زينب۔

(کتاب انحصال جلد 2 صفحہ 405 شیخ الصدوق علی بن الحسن القمی متوفی 381 مطبوعہ تہران)

از سیدنا صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و
ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ (منتہی الآمال جلد اول صفحہ 79 مصنف شیخ العباس قمی)

بہ سند معتبر از سیدنا صادق روایت کردہ است کہ از برای رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و
فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 718 مصنفہ ملا باقر مجلسی)

ان تمام عبارات کا ترجمہ یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے شکم پاک سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد
پاک سیدنا طاہر، سیدنا عبداللہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب رضی اللہ عنہن پیدا ہوئے۔

اسی مضمون کی بے شمار روایات سنی اور شیعہ کتب میں موجود ہیں۔ اس جگہ چوں کہ صرف اہل بیت کا ذکر مطلوب
ہے۔ اس لیے دیگر حوالہ جات کی ضرورت نہیں، کیوں کہ سید الانبیاء علیہ السلام کی ساری اولاد پاک طیب و طاہر اور آپ کی

اہل بیت ہیں۔

افسوس ہے کہ روافض زبانی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اولاد رسول یعنی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں، مگر سرے سے آپ

کی اولاد مبارک کے بہت اہم افراد جو کہ حقیقی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلب مبارک میں سے ہیں ان کا انکار کر دیتے ہیں۔

یہ مرض اور بیماری پاک و ہند کے روافض میں پائی جاتی ہے، جب کہ پوری دنیا کے اہل سنت اور شیعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار

صاحب زادیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ آج بھی ایرانی شیعہ حج اور عمرہ کے موقع پر جو دعائیں اور آدابِ حرمین

شریفین پر مشتمل کتابچے ساتھ لاتے ہیں ان میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحب زادیوں کا ذکر ہے اور وہ ان پر سلام

بڑھتے ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صاحب زادوں کی تعداد کتنی ہے؟ تین، چار، چھ۔ صاحب دلائل الخیرات کے نزدیک آپ کے صاحب زادوں کی تعداد چار ہے اور زیادہ تر تین بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑے سیدنا عبداللہ ہیں۔

سیدنا قاسم، سیدنا عبداللہ، سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان میں بڑے صاحب زادے کون ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ بڑے صاحب زادے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کی ولادت اعلان نبوت سے پہلے ہوئی۔ یہ اپنے پاؤں سے چلنے کی عمر تک زندہ رہے تھے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سواری پر سوار ہونے کی عمر تک زندہ رہے۔ اس کے بارے میں اور بھی اقوال ملتے ہیں۔ آپ اعلان نبوت سے پہلے ہی وصال پا گئے تھے۔



عبداللہ بن رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ کے دوسرے صاحب زادے سیدنا عبداللہ بن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ان ہی کا لقب بعض کے نزدیک طیب اور طاہر ہے۔ مکہ شریف میں اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ بچپن کی حالت میں مکہ پاک میں رحلت فرمائی اور ان دونوں صاحب زادوں کی قبریں ان کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے پاس ہی ہے۔ ان کے وصال شریف کی خبر سن کر عاص بن وائل نے یہ بکواس کیا تھا کہ محمد بن عبداللہ کے دونوں صاحب زادے یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ (معاذ اللہ) ابتر یعنی بے نسل ہو گئے ہیں۔ اس موقع پر سورۃ کوثر کا نزول ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان شانک ہو الابتر۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہی ابتر ہے۔ اس لیے کہ اس کا نام دنیا اور آخرت میں کوئی نہیں لے گا رسول اللہ ﷺ اس بلند مرتبہ اور اونچے مقام پر فائز ہیں کہ آپ کا ذکر اور نام مبارک ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ تمام جہان رسول اکرم ﷺ کی روحانی اولاد ہے۔ خصوصاً آپ کی امت مشرق اور مغرب تک پھیل جائے گی، قیامت تک کروڑوں مسلمان آپ کی اولاد اور عقب میں ہوں گے۔



سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ

آپ کے تیسرے صاحب زادے سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کی پیدائش 8ھ ذوالحج کے مہینے میں مدینہ میں ہوئی۔ ان کی والدہ ام المومنین سیدہ ماریہ قطیبیہ رضی اللہ عنہا ہیں انکو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بہ طور ہدیہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ اقدس میں مصر سے بھیجا تھا حضور سید الانبیاء ﷺ کے بندگان میں ان کا ذکر ہے جہاں پر سلاطین و ملوک کی طرف حضور ﷺ کے مکتوبات کا ذکر ہے۔ 8ھ میں اور رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ سلمیٰ ان کی دایہ تھیں، سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابورافع کو سیدہ ماریہ قطیبیہ کے گھر پیدائش کی خبر دی اور ابورافع رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی نبی پاک ﷺ اس خبر پر ابورافع رضی اللہ عنہ آزاد کر دیا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو ابراہیم کی کنیت سے مخاطب کیا، اور خوشی سے آپ کے لیے دو بھیڑوں کو عقیقہ میں ذبح کیا، دوسرے قول میں ایک بکری سے عقیقہ کیا اور ان کا سر منڈوایا پھر نام رکھا ایک قول میں نام پہلے رکھ لیا، بن بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: آج رات صاحب زادے کی پیدائش پر اس کا نام اپنے جدا مجد کے نام پر ابراہیم رکھا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے مسکینوں پر صدقہ فرمایا، اور زمین میں سر کے بالوں کو دفن کر دیا اس کے بعد سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لیے ام سیف رضی اللہ عنہا ایک آہن گر کی بیوی کے سپرد فرمایا، اور ان کا نام ابو سیف رضی اللہ عنہ ہے اور حضور اکرم ﷺ سیدنا ابراہیم کو دیکھنے کے لیے ابو سیف کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے کسی کو اپنے عیال پر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مہربانی فرماتے نہ دیکھا، سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ عوالی مدینہ میں دودھ پیتے تھے جب حضور اکرم ﷺ تشریف لے جاتے تو ہم حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہم بھی گھر میں داخل ہو جایا کرتے تھے، آپ ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے لیتے اور ان سے پیار کرتے تھے۔ ابو سیف کے گھر بھٹی میں آگ جلانے کی وجہ سے دھواں ہوتا تو ہم اس کو پیشتر اطلاع کر دیتے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ عوالی مدینہ میں سیدہ ماریہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قبطیہ کے لیے ایک گھر بنایا تھا، آج وہ مقام موضع مشربہ ام ابراہیم کہا جاتا ہے۔ لوگ اس مقام کی زیارت کرتے اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔

حدیث جابر میں وارد ہے۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ کو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نزع کے عالم میں اطلاع دی اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس تھے آپ ﷺ ان کے ساتھ چل پڑے اور سیدنا ابراہیم کے سرہانے تشریف فرما ہو گئے۔ نزع کی حالت میں آپ نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ آنسو بہنے لگے، فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہارے فراق میں غم زدہ ہیں۔ ہماری آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں جلن ہے۔ ابوداؤد بیان کرتے ہیں سیدنا ابراہیم ستر دنوں کی عمر سے تھے۔ دیگر ایک روایت میں سولہ ماہ اور آٹھ یوم مذکور ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک سال دو ماہ اور چھ یوم کے تھے۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے میت پر رونے کی ممانعت فرمائی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا اے ابن عوف جو حالت دیکھ رہے ہو یہ میت پر رحم اور شفقت کے اظہار میں سے ہے۔ میری طرف سے ممانعت دو قسم کی ہے۔ ایک تو گانے بجانے لہو و لعب شیطانی مزامیر کی آواز ہے اور دوسری منہ نوچنے، کپڑے پھاڑنے، چہرہ پٹینے اور بین کرنے کی آواز ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہونا رحمت اور شفقت کا سبب ہے۔ (مدارج النبوت)

عن انس قال دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابي سيف القين و كان ظئراً لا ابراهيم فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم ابراهيم فقبله و شمّه ثم دخلنا عليه بعد ذلك و ابراهيم يجود بنفسه فجعلت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذر فان فقال له عبد الرحمن بن عوف وانت يا رسول الله فقال يا ابن عوف انها رحمة ثم اتبعها باخرى فقال ان العين تدمع و القلب يحزن و لا نقول الا ما يرضى ربنا و انا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔
متفق عليه (مشکوٰۃ شریف صفحہ 149-150)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے۔ جو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سونگھا کچھ عرصہ بعد ہم پھر

وہاں گئے۔ جب کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہنے لگیں۔ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خدمت عالیہ میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بھی؟ تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے۔ پھر دوبارہ آنسو بہائے اور فرمایا آنکھیں روتی اور آنسو بہاتی ہیں۔ دل غمگین ہے مگر ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ان کی دایہ نے غسل دیا، دیگر روایت سیدنا عقیل بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا جب کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جاتے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے۔ بعد ازاں چھوٹے تختہ پر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو رکھا گیا۔

نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قبرستان میں دفن کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر شریف میں خود سیدنا ابراہیم کو اتارا۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو عثمان بن مظعون کے قریب دفن کیا اور ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا اور ان کی قبر کے اوپر نشان بھی لگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس سیدنا ابراہیم کی قبر انور میں داخل ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے صاحب زادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لحد میں رکھا اور اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نیز فرمایا اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔

و عن البراء قال لما توفي ابراهيم قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
ان له مرضعة في الجنة۔

نیز فرمایا: ابراہیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں دودھ پلانے والی مقرر فرمادی ہے۔

سورج گرہن

جس دن سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وصال پایا سورج گرہن واقع ہوا، ان کا وصال محرم شریف کی دس تاریخ کو یا دس ربیع الاول کو ہوا تھا۔ لوگ کہنے لگے یہ سورج سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت کے سبب سے ہے۔ کسی عظیم وفات یا حادثہ کی صورت سورج اور چاند گہناتے ہیں پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند اور سورج اللہ کی علامات ہیں۔ وہ کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہناتے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

ان کی والدہ محترمہ بھی سیدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں میں سے پہلی اور بڑی صاحب زادی ہیں۔ آپ واقعہ فیل اعلان نبوت سے کچھ دن پہلے پیدا ہوئیں اور اپنے خالہ زاد ابو العاص بن ربیع سے آپ کی شادی ہوئی۔ سیرت نگاروں نے کہا ہے کہ سیدنا ابو العاص کو بھی قریش نے ترغیب دی تھی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے سے جدا کر دیں، لیکن انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو اپنے سے جدا نہ کروں گا اور نہ ہی ان کے بجائے مجھے قریش کی کوئی دوسری عورت پسند ہے۔

آپ کے خاوند ابو العاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد بن اسد ہیں جو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی اور سگی بہن ہیں۔ سیدنا ابو العاص کی اولاد سیدہ زینب کے لطن سے علی رضی اللہ عنہ اور دختر امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ کے صاحب زادے علی بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بالغ ہونے سے قبل انتقال کر گئے۔ فتح مکہ کے روز ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ردیف بنایا اور بعض علماء نے فرمایا ہے: فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ سے بت اتارنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صحیح حدیث میں موجود ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں ہوتے تو سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا آپ کے کندھوں پر سوار ہو جاتیں تو سید الانبیاء بہ دستور نماز ادا فرماتے رہتے جب رکوع یا سجدہ کرتے تو ان کو آہستہ سے اتار دیتے اور کھڑے ہوتے وقت کندھوں پر اٹھا لیتے۔

جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال شریف کے بعد ان کی وصیت کے مطابق سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ امامہ سے نکاح کر لیا اور ان کے شکم اطہر سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک صاحب زادہ محمد اوسط پیدا ہوا۔

ابو العاص اسیران بدر میں شامل تھے مکہ والوں نے اپنے اپنے عزیز قیدیوں کا فدیہ مدینہ شریف بھیجا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا ہار اتار کر بھیجا یہ ہار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہار دیکھ کر محبت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آئی آپ پر کیفیت طاری ہو گئی اور رو پڑے اور فرمایا یہ وہ ہار ہے جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحب زادی زینب رضی اللہ عنہا کو بہ طور جہیز عطا فرمایا اور یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نشانی ہے۔ میرے صحابہ اگر چاہو تو میں اس ہار کو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اپنی صاحب زادی زینب رضی اللہ عنہا کو واپس کر دوں۔ تو صحابہ نے عرض کیا: ہاں، یا رسول اللہ! جو آپ کی رضا ہے اس طرح کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ سیدہ زینب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے یہ بات تسلیم کر لی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور دیگر ایک شخص انصار سے مکہ بھیجا تا کہ وہ سیدہ زینب کو مکہ سے مدینہ شریف لے کر آئیں، ان کو ہدایت کی تم مکہ میں داخل نہ ہونا بلکہ تم وادی ناعج کے بطن میں قیام کرنا۔ یہ مقام مسجد عائشہ کے بالمقابل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا زینب کو جب تمہارے سپرد کر دیں گے تو تم انہیں اپنے ساتھ مدینہ شریف لے آنا۔ جب ابوالعاص نے حسب وعدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ہودج میں بٹھا کر جو ان کے لیے تیار کیا گیا تھا ان کو مدینہ شریف کی طرف روانہ کیا، اس بات کا علم ہبار بن الاسود کو ہوا تو قریش کے اوباش قسم کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا راستہ روک لیا، آپ کو پتھر مارے اور آپ کی سواری کا اونٹ ڈر کر دوڑا، جس کی وجہ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا گر کر شدید زخمی ہو گئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ کو اس قدر اذیت اور تکلیف پہنچی۔

و کان رسول اللہ يقول ہی خیر بناتی اصیبت فی۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری تمام صاحب زادیوں سے بہتر اور افضل صاحب زادی ہے جس نے میری وجہ سے تکلیف اٹھائی۔ (موسوع آل بیت النبی صفحہ 415)

و وقع فی رواية ابن اسحاق: ان وجدتم هبار بن الاسود الرجل الذي سبق منه الى زينب ما سبق فاحرقوهما بالنار۔

ترجمہ: ابن اسحاق کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم پاؤ ہبار بن الاسود اور اس شخص کو جس نے میری صاحب زادی زینب کو تکلیف پہنچائی ہے تو ان دونوں کو آگ میں جلا دو!

فقال ان لقيتم هبار بن الاسود و نافع بن عبد عمرو فاحرقوهما، و كانا نخسا بزینب بنت رسول الله حين خرجت فلم تزل ضبنة حتى ماتت۔

ترجمہ: فرمایا: اگر تم ہبار بن الاسود اور نافع بن عبد عمرو دونوں کو پاؤ تو ان کو آگ میں جلا دو چوں کہ ان دونوں نے زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے وقت ستایا تھا۔

اور فتح مکہ کے دن جن لوگوں کے متعلق حکم فرمایا کہ وہ جہاں بھی ہوں ان کو قتل کر دو۔ ان میں یہ بد بخت بھی تھا۔ اور بعض کتب تواریخ میں لکھا ہوا کہ یہ بھی فتح مکہ کے روز مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوا اور معافی چاہی تو سید الانبیاء

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد معافی عطا فرمادی۔

اس واقعہ کو اڑھائی سال کا عرصہ گزرا کہ ابوالعاص مکہ سے تجارت کے لیے نکلا، ان کے ساتھ دیگر مکہ والوں کا تجارتی مال بھی تھا، جب یہ قافلہ واپس مکہ آ رہا تھا تو صحابہ رسول اس جستجو میں تھے انہوں نے قافلہ کو قابو کر لیا اور چاہتے تھے ان کے مال پر خود قابض ہو جائیں اور ابوالعاص کا سراڑ ادریں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوئی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ کیا مسلمان کو یہ حق حاصل ہے وہ کسی کو عہد و امان میں لے لے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ سیدہ کہنے لگی یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیں کہ میں ابوالعاص کو امان دیتی ہوں۔ صحابہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے ابوالعاص سے کہا تم مسلمان ہو جاؤ، اس طرح یہ مشرکین کا سب مال و اسباب تمہارے لیے مال غنیمت بن جائے گا۔ ابوالعاص کہنے لگے اس ناپاک مال سے اپنے دین کو پلید کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ جب ابوالعاص مکہ کی طرف روانہ ہو گئے وہاں مال اس کے مالکوں کے حوالے جیسے جیسے کسی کا تھا کر دیا۔ پھر فرمایا: اہل مکہ کیا تمہارا مال میں نے واپس کر دیا ہے، کیا تم مجھے مال کی ذمہ داری سے آزاد گردانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو ابوالعاص نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں گواہ رہنا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور ہجرت فرما ہو کر مدینہ شریف میں آ گئے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دوبارہ ان کے سپرد کر دیا۔

وفات

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں سنہ 8ھ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رحلت فرمائی۔ ان کو غسل دینے میں سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ ام سلمہ، سیدہ ام ایمن اور ام عطیہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین بار غسل دیا جائے۔ اور ایک روایت میں کہ سات بار غسل دیا جائے۔ اگر تین مرتبہ غسل دینے سے نظافت و پاکیزگی میسر آ جائے تو یہ بھی مشروع ہے ورنہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دیں۔

علاوہ ازیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا۔ پانی خالص ہو اور اس میں بیری کے پتے بھی ملائے ہوئے ہوں، اس پانی سے غسل دیں اور جب آخری غسل کی باری ہو کا فوراً ملا یا جائے، دیگر روایت میں مشک مروی ہے، فرمایا: جب تم غسل دے لو، تو مجھے خبر دینا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند شریف ارسال فرمایا اور اس میں ان کی تکفین کی گئی۔ کفن بدن کے ساتھ چپکا ہوا ہو۔ نماز جنازہ پڑھی گئی، پھر تدفین کی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ذات خود ان کو قبر میں اتارا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے فضائل اور مناقب

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سید الانبیاء ﷺ کی وہ صاحب زادی ہیں جن کو ذات الحجر تین یعنی دو ہجرتوں والی کہتے ہیں۔ پہلی ہجرت میں اپنے شوہر سیدنا امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئیں اور پھر حبشہ سے مدینہ طیبہ اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کر کے آئیں۔ ان کی شان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کے بعد خدا کی طرف ہجرت کرنے والا یہ پہلا جوڑا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جس بلند مرتبہ اور جمال کے حامل ہیں وہ سب کو معلوم ہے اور مدارج النبوت میں نقل کیا گیا ہے۔ جب سیدہ رقیہ کا وصال شریف ہوا تو مسلمان عورتوں نے رونا شروع کیا اور نبی پاک ﷺ نے منع نہ کیا۔ سیدہ رقیہ کی قبر کے سرہانے کی طرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ ﷺ کے ایک طرف بیٹھی رو رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ردا مبارک کے پلو سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو صاف کر رہے تھے۔

مذکورہ بالا روایت تب صحیح ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت موجود ہوں، لیکن یہ بات درست نہیں۔

صحیح روایت میں موجود ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کی جانب تشریف لے جانے لگے تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا علیل اور بیمار تھیں، ان کی دیکھ بھال اور تیمارداری کے لیے رسول اکرم ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں چھوڑا اور فرمایا کہ آپ اپنی اہلیہ اور میری صاحب زادی کی خدمت کریں، آپ کو بدری صحابہ کے برابر اجر و ثواب ملے گا اور آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ کرام میں شامل اور انہیں بدر کی غنیمتوں میں سے دیگر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر حصہ عطا فرمایا۔

مزید آپ کے فضائل و مناقب کے لیے سیر اعلام النبلاء اور نساء اہل بیت کتب وغیرہ مطالعہ کریں!
مروی ہے کہ حبشہ میں حضرت رقیہ کے بطن سے ایک صاحب زادہ عبد اللہ پیدا ہوا۔ عبد اللہ کے نام سے سیدنا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اس ولادت سے قبل ہجرت اولیٰ میں ایک حمل ساقط ہو چکا تھا۔ عبد اللہ کی ہنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے آنکھ میں چونچ مار دی جس سے تمام چہرہ متورم ہو گیا، گویا نظام جسم میں فساد پیدا ہو گیا۔ اس صدمہ سے جمادی الاول سنہ 4ھ میں انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اس کے بعد سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وفات

رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ہجرت کو ایک سال سات مہینے گزر چکے تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ عین اس وقت قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی زید بن حارثہ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ میں داخل ہوئے اس لحاظ سے آپ کی وفات سنہ 2ھ میں ہوئی۔



سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے قبل پیدا ہوئیں۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا چوں کہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں تھیں اس سے ان کی صاحب زادیاں اور صاحب زادے سب کے سب اہل ایمان اور مسلمان تھے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ بہت بڑی صابرہ، اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں بردار اور محبت کرنے والی تھیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو میں وہ زوجہ عطا فرماؤں گا جو حصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور فرمایا:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لام کلثوم: زوجک من یحبہ اللہ و رسولہ و یحب اللہ و رسولہ۔ (تاریخ دمشق و دیگر کتب)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں نے تیری شادی اس سے کی جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

آپ سنہ 9ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی فوت ہو گئیں اور جنت بقیع میں دفن ہوئیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے رشتہ تزویج میں منسلک کرتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے عقد میں دے دیتا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے میری سو لڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے عقد میں دے دیتا۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیاں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ابولہب کے بیٹوں کے نکاح میں تھیں۔ یاد رہے اس وقت تک کفار سے رشتہ لینے دینے اور نکاح کرنے کی ممانعت نہ تھی۔

جب سورۃ ”تبت یدا ابی لہب و تب“ نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر تم میرے بیٹے ہو تو محمد کی بیٹیوں کو طلاق دے دو ان میں عتبہ بد بخت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس طرح بے ادبی کی۔

عتبہ کی بے ادبی اور اس کا انجام

عتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر یوں گویا ہوا میں آپ کے دین سے کافر ہوں۔ مجھے آپ کا دین پسند نہیں اور

نہ ہی مجھے آپ پسند ہیں۔ علاوہ ازیں نبی پاک ﷺ کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا اور حضور ﷺ کی قمیص پاک پھاڑ دی وہ کہنے لگا:

هو يكفرو بالذی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔

یہ بالکل عیاں ہے سورۃ نجم کے الفاظ اس نے استعمال کئے تھے کیوں کہ اس وقت تک مکہ شریف میں سورۃ کا نزول ہو چکا تھا، سیرت نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس لعنتی نے اپنے پلید منہ کا لعاب حضور ﷺ کی طرف پھینکا تھا اور کہا تھا کہ میں نے رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

اللهم سلط عليه كلبا من كلابك۔

اس وقت ابوطالب بھی مجلس میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں رسول اللہ کی دعا سے تجھے کوئی بچا سکے گا؟

عتبہ کی موت

یہی ملعون تجارت کے سلسلہ میں شام کی طرف سفر کر رہا تھا، دوران سفر ایک مقام پر اس نے قیام کیا، وہ درندوں کا علاقہ تھا۔ ابولہب نے اہل قافلہ سے کہا کہ آج رات میرے ساتھ تم لوگ تعاون کرو، خدشہ ہے محمد کی دعا میرے بیٹے پر اثر نہ کر جائے، سامان اکٹھا کر کے نیچے اوپر رکھ کر اوپر عتبہ کے لیے سونے کی جگہ تیار کی، اس جگہ کو گھیرے میں لیے بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کا ایسا غلبہ کر دیا، اس دوران ایک شیر آ گیا، باری باری سب کو سونگھتا رہا، کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچایا، چھلانگ لگا کر عتبہ پر کودا اور پنچہ کی ضرب لگائی، اس کا سینہ چاک کر دیا۔ دوسری روایت ہے کہ عتبہ کی گردن دبوچ لی۔

وصال شریف

آخر وقت تک مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہما کا قیام رہا، شادی کے پانچ سال گزرنے کے بعد شعبان سنہ 9ھ میں آپ کا انتقال ہوا، انصار کی عورتوں نے غسل دیا، اس میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی، سیدنا ابوطحہ سیدنا علی بن ابوطالب سیدنا فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے قبر شریف میں اتارا۔

(مدارج النبوت، سیر اعلام النبلاء، موسوعۃ اہل بیت النبی، طبقات ابن سعد، نساء اہل بیت)

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی الہ الطیبین و ذریتہ المبارکین و صحابہ
الاکرمین و ازواجہ امہات المؤمنین صلوة موصولہ تتردد الی یوم الدین۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پسندیدہ درود
جو آپ خود پڑھتی تھیں

اللهم صل على محمد و اهل بيته الطيبين و
على اصحابه المنتجبين و على ازواجه
المطهرات و على ذرية محمد و على كل نبى
بشر محمد و على كل نبى ولد محمداً و على
كل امرأة صالحه كفلت محمداً و على كل
ملك هبط الى محمد و على كل من فى
صلوتك عليه رضى لك-

(ناسخ التواريخ صفحہ 468 زندگانی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا)



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے فضائل اور مناقب

نسب

رسول اللہ ﷺ کی چوتھی صاحب زادی کا نام سیدہ فاطمہؑ ہے۔ ان کی ولادت مبارک سنہ 41 نبوی میں ہوئی تھی۔ اہل سیر نے ابو بکر رازی کا قول نقل کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اولاد پاک کے بارے میں جو ابن اسحاق کا قول مروی ہے وہ اس کے متضاد ہے۔ سوائے سیدنا ابراہیمؑ کے حضور پاک ﷺ کی جملہ اولاد پاک کی ولادت قبل از نبوت ہوئی تھی اور ابو بکر رازی کے قول کے مطابق سیدہ فاطمہؑ کی ولادت پاک اظہار نبوت سے ایک سال بعد معلوم ہوتی ہے اور ابن جوزی کا قول ہے کہ نبوت کے ظہور سے پانچ سال پیش تر سیدہ فاطمہؑ کی ولادت ہوئی تھی۔ یہی روایت سب سے زیادہ مشہور ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی سب سے چھوٹی شہزادی سیدہ فاطمہؑ سیدۃ النساء الصالحین اور سیدۃ نساء اہل الجنة ہیں۔ آپ کے نام فاطمہ کا سبب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے سیدہ کو اور آپ سے محبت رکھنے والے تمام مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے اور آپ کا نام بتول اس لیے ہے آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے بہ لحاظ فضیلت دین اور حسن جمال منفرد تھیں۔ آپ ماسوی اللہ سے بالکل بے نیاز تھیں۔ آپ کا نام زہرا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بہجت اور حسن و جمال میں کمال پر تھیں۔ سیدہ فاطمہؑ کے القاب زکیہ اور راضیہ بھی ہیں۔ سیدہ فاطمہؑ کی شان میں چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں۔ پڑھیے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجیے!

و عن عائشہ قالت کنا ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندہ فاقبلت فاطمہ ماتخفی مشیتها من مشیة رسول اللہ فلما راها قال مرحبا بابنتی ثم اجلسها سارها فبکت بکاء شدیداً فلما رأی حزنہا سارها الثانية فاذا ہی تضحک فلما قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالتہا عما سارک قالت ما کنت لا افشی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سرہ فلما توفی قلت عزمت
علیک بما لی علیک من الحق اخبرتنی قالت اما الآن فنعم اما حین سارنی فی
الامر الاول فانه اخبرنی ان جبرئیل کان یعارضنی القرآن کل سنة مرة و انه
عارضنی العام مرتین و لا اری الاجل الا قد اقترب فاتقی اللہ و اصبری فانی
نعم السلف انا لك فبکیت فلما رای جزعی سارنی الثانية قال یا فاطمة الا
ترضین ان تكونی سیده نساء اهل الجنة او نساء المومنین۔ و فی روایة:
فسارنی فاخبرنی انه یقبض فی وجعه فبکیت ثم سارنی فاخبرنی انی اول اهل
بیتہ اتبعہ فضحکت۔ متفق علیہ

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کے پاس تھیں،
جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ کی چال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے مختلف نہ تھی، تو جب انہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا خوش آمدید اے میری بیٹی، پھر انہیں بٹھالیا، پھر ان سے کچھ سرگوشی کی، آپ
بہت سخت روئیں تو جب ان کا رنج ملاحظہ فرمایا تو ان سے دوبارہ سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑیں، پھر جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے ان سے سرگوشی کے متعلق پوچھا۔ آپ بولیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
راز فاش نہیں کر سکتی، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے کہا کہ میں تم کو اس کی وجہ سے جو میرا مہر
تم پر ہے قسم دیتی ہوں کہ تم مجھے بتا دو آپ بولیں لیکن اب تو ہاں ضرور جس وقت حضور نے پہلی بار مجھ سے
یہ سرگوشی کی تو آپ نے مجھے خبر دی سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ پر قرآن مجید ایک بار پیش کیا کرتے اور
انہوں نے اس سال مجھ پر دوبارہ پیش کیا میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ میری وفات قریب ہے تم اللہ سے ڈرتی
رہنا اور صبر کرنا میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں تو میں رونے لگی، تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گھبراہٹ
دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی کہ اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی لوگوں کی بیویوں یا
مومنوں کی بیویوں کی سردار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کی کہ اس بیماری
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں روئی، پھر مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی، مجھے خبر دی کہ میں ان کے

گھر والوں میں پہلی ہوں گی جو ان کے پیچھے پہنچوں گی تو میں ہنس پڑی۔

و عن المسور بن مخرمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فاطمة
بضعة مني فمن اغضبها اغضبني۔ و فی روایة: یریبنی ما اری بها و یوذینی ما
اذاها۔ متفق علیہ

ترجمہ: سیدنا مسور ابن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے انہیں
ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ ایک روایت میں ہے جو چیز انہیں پریشان کرے مجھے بھی کرتی ہے جو
چیز انہیں تکلیف دے وہ مجھے بھی دیتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے صفحہ 572 پر حدیث ہے:

و عن اسامة قال كنت جالسا اذ جاء علي و العباس يستاذنان فقالا لاسامة
استاذن لنا على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقلت يا رسول الله
علي و العباس يستاذنان فقال اتدري ما جاء بهما قلت لا قال لكني ادري
اذن لهما فدخلا فقالا يا رسول الله جئناك نسئلك اي اهلك احب اليك قال
فاطمة بنت محمد قالا ما جئناك نسالك عن اهلك قال احب اهلي الي من قد
انعم الله عليه و انعمت عليه اسامة بن زيد قالا ثم من قال ثم علي بن ابي
طالب فقال العباس يا رسول الله جعلت عمك اخرهم قال ان عليا سبقك
بالحجرة۔

ترجمہ: سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں بحیثیت دربان بیٹھا ہوا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور
سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دونوں آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے لیے حضور ﷺ سے اندر آنے کی
اجازت طلب کریں۔ چنانچہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ اندر آنے کی
اجازت طلب کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ وہ کس لیے آئے ہیں؟ میں نے عرض
کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں اور انہیں آنے کی اجازت دے دو! وہ دونوں حاضر

خدمت ہوئے اور عرض کی: ہم اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے پوچھیں کہ آپ کی اہل بیت میں سب سے زیادہ پیارا آپ کو کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ۔ وہ بولے: ہم آپ کے اہل بیت کے متعلق پوچھنے نہیں آئے ہیں۔ فرمایا: میرے گھر والوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی یعنی اُسامہ بن زید۔ وہ بولے: پھر کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب۔ تو جناب عباس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو ان سب سے آخر کر دیا؟ فرمایا: علی تم سے ہجرت میں سبقت کر گئے ہیں۔

علی بن حسین ان المسور بن مخرمة اخبرہ ان علی ابن ابی طالب خطب بنت ابی جہل وعنده فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم فلما سمعت بذلك فاطمہ اتت النبی صلی اللہ علیہ و سلم فقالت له ان قومك يتحدثون انك لا تغضب لبناتك و هذا علی ناکحا ابنة ابی جہل قال المسور فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ حين تشهد۔ ثم قال اما بعد فالی انکحت ابا العاص ابن الربیع فحدثنی و صدقنی و ان فاطمة بنت محمد بضعة منی و انما اکره ان یفتنوها و انها و اللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ عند رجل و احد ابدا قال فترك علی الخطبة۔

(مسلم شریف جلد دوم صفحہ 290، بخاری شریف جلد اول صفحہ 438)

ترجمہ: ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نکاح میں تھیں تو جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی آپ کی قوم کہتی ہے یا ان کا یہ خیال ہے کہ آپ کو اپنی صاحب زادیوں کے بارے میں غصہ نہیں آتا اور یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں جو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں۔ راوی حدیث میسور کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے کلمہ پڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ واضح ہو کہ میں نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا ابو العاص بن ربیع سے نکاح کیا، اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا سچ کہا ہے بے شک فاطمہ بنت محمد میرے جسم کا جز ہے۔ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں اُس کو آزمائش میں مبتلا کر دیں اور اپنا دین خراب

کر لیں۔ اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک شخص کے ہاں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتیں۔
راوی حدیث سیدنا مسور کہتے ہیں: پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام ترک کر دیا۔

ان المسور بن مخرمة حدثه انه سمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
على المنبر و هو يقول ان بنى هشام بن المغيرة استاذنوني ان ينكحوا بنتهم
على بن ابى طالب فلا اذن لهم ثم لا اذن لهم الا ان يحب ابن
ابى طالب ان يطلق ابنتى وينكح ابنتهم فانما ابنتى بضعة منى يربنى ما رابها
و يوذنى ما اذاها۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ 438، مسلم شریف جلد دوم صفحہ 290، موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 625)

ترجمہ: سیدنا مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا کہ بنو ہشام بن مغیرہ نے
مجھ سے یہ اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں میں ان کو اس کی
اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں
دیتا۔ ہاں، اگر ابن ابی طالب کو پسند ہو تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹیوں سے شادی کرتا
پھرے کیوں کہ میری بیٹی میرے جسم کا جز ہے، جو چیز اسے بے چین کرتی ہے وہ مجھے بھی بے چین کرتی ہے
کہ جو چیز اس کو ایذا دے وہ مجھے بھی ایذا دیتی ہے۔

یعنی یہی حدیث جامع ترمذی صفحہ 225 پر موجود ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان

فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذريتها على النار۔ اخرج البزار و ابو يعلى
ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عزت کی
حفاظت کی، پس اللہ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لفاطمة ان الله

غير معذبك ولا ولدك۔ اخرج الطبرانی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ سے بے شک اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے گا تجھ اور نہ تیری اولاد کو۔

المسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما فاطمة شجنة مني يبسطني ما يبسطها و يقبضني ما يقبضها۔

(موسوع اہل بیت النبی صفحہ 625)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ مجھے خوش کرتی ہے وہ چیز جو اسے خوش کرتی ہے۔ مجھے ناراض کرتی ہے وہ چیز جو اسے ناراض کرتی ہے۔

افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و مريم بنت عمران و آسية امرأة فرعون حسبك من نساء العالمين مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد فاطمة بنت محمد و آسية امرأة فرعون۔

(متعدد کتب نیز موسوع اہل بیت النبی صفحہ 624)

ترجمہ: افضل ترین جنت کی عورتوں میں سے خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔

سیدہ طیبہ طاہرہ زاہرہ سید الانبیاء کی نور نظر و لخت جگر رضی اللہ عنہا کے متعلق بندہ کے پاس کثیر مواد موجود ہے۔ اگر تمام کو زیر قلم لایا جائے تو یہ مستقل باب سیدہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور مناقب میں اچھا خاصا طویل ہو سکتا ہے اور یہی مستقل کتاب کی صورت اختیار کر جائے گا۔

فقر

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ آپ ملول اور غمگین بیٹھی رو رہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے دریافت کیا کہ کس وجہ سے غمگین اور پریشان ہو؟ عرض کیا کہ اس وجہ سے روتی ہوں کہ تین دن سے ہمارے گھر میں کوئی کھانے والی چیز نہیں ہے۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بہ وجہ بچپن صبر اور قرار نہیں آتا، بھوک کی شدت سے روتے تھے۔ ان کے رونے سے مجھے بھی رونا آیا اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی بچوں کی تنگی اور مشقت حد سے بڑھ چکی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے۔ آج میں نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے بے قراری کی ایک بات سن کر مجھے بھی قرار نہ رہا، وہ بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ امی جان! کیا کوئی ہماری طرح اس قدر سخت بھوک اور سخت تنگی جو ہمارے گھر میں ہے کسی اور گھر میں بھی ہے؟ کیا کسی اور کے بچے ہماری طرح بھوکے ہیں؟ تو اس وجہ سے میں روتی ہوں۔ یہ سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آب دیدہ ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد جبرائیل علیہ السلام آئے تو عرض کیا: یا رسول اللہ! اٹھیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرائیل! کیا ہوا ہے؟ تو جبرائیل نے عرض کیا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے نے فرشتوں کو بے چین کر دیا۔ ان کو تسلی و تسکین دیجیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دیکھا کہ سیدہ اس قدر بے چین ہیں اور سجدے کی حالت میں اس قدر رو رہی ہیں کہ ان کے آنسو رکنے کو نہیں آتے اور وہ بے ہوش ہو رہی ہیں۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت مقدسہ پڑھنے کی تلقین فرمائی:

نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا و رفعنا بعضہم فوق بعض درجت لیتخذ بعضہم بعض سخریاً و رحمة ربك خیر مما یجمعون۔
ترجمہ: ہم نے تقسیم کی ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں اور ان میں سے بعض کے بعض برادری کے اعتبار سے درجے بلند کئے تاکہ بعض ان کے بعض کو مذاق ٹھہرائیں اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اے بیٹی! اللہ تعالیٰ کو رزق تقسیم کرنے والا سمجھو تاکہ تجھ پر دنیا کی مشقتیں آسان ہو جائیں، کیوں کہ جب انسان سمجھ لے کہ سب کچھ اللہ کے حکم اور ارادہ سے ہوتا ہے تو دل کو تسکین اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور رضا پر راضی ہوگا تو تمام غم ورنج ہیچ خیال کرنے لگے گا اور سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے سینہ مبارک پر رکھا اور دعا کی اے خدا! فاطمہ کو بھوک سے بے نیاز کر دے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی بھوک محسوس نہیں کی۔ (الطاف احمدیہ صفحہ 89)

عن نافع عن ابن عمر قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت فاطمة فلم یدخل علیہا و جاء علی فذکرت له ذلک فذکرہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی رایت علی بابها ستراً موشياً فقال مالی وللدنیا فاتاها علی فذکر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ذلك لها فقالت ليا مرني فيه بما شاء قال ترسل به الى فلان اهل بيت بهم
حاجة۔ (بخاری شریف صفحہ 356، الطاف الاحمدیہ صفحہ 96)

ترجمہ: سیدنا نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، لیکن اندر داخل نہ ہوئے اور واپس چلے گئے تو جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے اس کا ذکر کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر دھاری دار پردہ دیکھا تو میں نے کہا کہ کیا ہے؟ میرے لیے اور دنیا کے لیے یعنی مجھے دنیا کی زینت سے کیا مطلب پھر میری اہل بیت یہ دنیا کا ساز و سامان کیوں رکھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ ذکر کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں اس پردہ کے بارے میں حکم فرمادیں میں اس پر عمل کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی ہرگز گوارا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں گھر والے جو حاجت مند ہیں ان کو یہ پردہ بھیج دو وہ اپنے ضروری کام میں صرف کر لیں گے۔ (بخاری شریف صفحہ 356)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنی غربت یاد کر کے رو پڑیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا فاطمة اصبري على مرارة الدنيا۔ رواه الحاكم
ترجمہ: اے فاطمہ! دنیا کی تلخی پر صبر کر۔

الحديث و عن سفية ان رجلاً ضاف على بن ابي طالب فصنع له طعاماً
فقالت فاطمة لو دعونا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فياكل معنا
فدعوه فجاء فوضع يده على عصادتي الباب فاراني القام قد ضرب في ناحية
البيت فرجع قالت فاطمة فتبعته فقلت يا رسول الله ما ردك قال انه ليس لي او
نبي ان يدخل بيت مزوقا۔ رواه احمد و ابن ماجه

ترجمہ: سیدنا سفیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا، آپ نے اس کے لیے

کھانا تیار کیا تو جناب فاطمہ نے کہا کہ کاش ہم رسول اللہ ﷺ کو بلا تے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ کھاتے چناں چہ آپ کو بلایا گیا، حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹ پر رکھے، گھر کے ایک گوشہ میں پردہ دیکھا تو آپ واپس ہو گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گئی، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے واپس کیا، فرمانے لگے۔ میرے لیے (یابی کے لیے) یہ مناسب نہیں مزیں گھر میں داخل ہوں۔

عن اسماء بنت عمیس قالت خطبني علي بن ابي طالب رضى الله فبلغ ذلك فاطمة فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت ان اسماء مستزوجة علي فقال لها ما كان لها ان توذی الله ورسوله۔ (مجمع الزوائد و جلد 9 صفحہ 228)

ترجمہ: سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب عدت سے فارغ ہوئیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو پیغام دیا، جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے والی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچائے۔

وصال شریف

آخر میں آپ کے وصال شریف کے ذکر کے ساتھ ہی اس مضمون کو منور کیا جاتا ہے۔

سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے سہ شنبہ کی رات کو رمضان شریف میں رحلت کی۔ حضور ﷺ کی وصال مبارک کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دار فانی سے کوچ فرمایا، سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی قول کو مشہور اور صحیح قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور کئی اقوال بھی ہیں جو کہ صحیح صحت کو نہیں پہنچے۔

آپ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ اس میں بھی علماء کرام اور مورخین کے تین قول ہیں، بعض نے فرمایا کہ آپ کی نماز جنازہ عم رسول سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود پڑھائی، مگر سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ چناں چہ دلائل ملاحظہ ہوں۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ امامت نماز کے لیے اسلامی اصول کیا ہے۔ شریعت میں پنج گانہ نماز اور

نماز جنازہ کے لیے قانون یہ ہے کہ ان کی امامت کا اولین حق دار امام وقت یا خلیفہ وقت ہوتا ہے، اور وہ موجود نہ ہو تو اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص اس منصب کا حق دار ہے۔ اس قانون کے لیے شیعہ حضرات کی کتب سے ان کی تسلی کے لیے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

عن ابی عبیدۃ قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن القوم من اصحابنا یجتمعون فتحضر الصلوٰۃ فیقول بعضهم لبعض تقدم یا فلان فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یتقدم القوم اقراہم للقرآن فان كانوا فی القراءۃ سواء فاقدمہم ہجرۃ فان كانوا فی الہجرۃ سواء فاکبرہم سنا۔

(فروع کافی جلد 3 صفحہ 372 کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہماری قوم کے کچھ افراد جمع تھے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگا تم آگے بڑھو اور ہمیں نماز پڑھاؤ۔ یعنی آپ فرمائیں اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے کہ لوگوں میں سے امامت کس کو کرانی چاہیے؟ تو امام موصوف نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لوگوں میں امامت کے لیے آگے وہ آئے جو ان میں قرآن کا زیادہ پڑھنے والا ہو۔ اگر سبھی قرآن پڑھنے میں برابر ہوں تو ان میں سے وہ جو ہجرت میں مقدم ہے آگے بڑھے۔ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو عمر میں بڑا شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ نیز بعینہ یہی عبارت امالی شیخ صدوق صفحہ 1382 مجلس الثالث والتسعون میں بھی موجود ہے۔

اس اسلامی قانون کے لحاظ سے سیدہ فاطمہ الزہرا علیہا السلام کے جنازہ کی امامت کے سب سے زیادہ حق دار خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ کیوں کہ اس وقت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے جنازہ میں شریک حاضرین میں سے عمر کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ عمر والے تھے اور آپ بحیثیت خلیفہ مسجد نبوی کے امام تھے اور وہ تمام اوصاف جو کہ امام کے لیے ضروری ہیں وہ آپ میں بہ درجہ اتم پائے جاتے تھے جن کی موجودگی میں ولی میت بھی اولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی قانون کو سنت سمجھتے ہوئے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جنازہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حاکم وقت سے پڑھوایا۔

حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱- کشف الغمہ جلد اول صفحہ 586 طبع تبریزی تذکرہ شہادت حسن

۲- مقاتل الطالبین

عن ابی حازم ان الحسین بن علی قدم سعید بن العاص للصلوٰۃ علی الحسن بن علی وقال تقدم فلو لا انها سنة ما قدمتک۔

(مقاتل الطالبین مصنفہ ابو فرج اصفہانی شیعہ صفحہ 76 طبع بیروت ذکر حسین بن علی)

ترجمہ: بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن کے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو آگے کیا اور کہا آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اسی طرح دستور نہ ہوتا تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

۳- ابن حدید شرح نہج البلاغۃ:

قال ابو الفرج و قال جویریة بن سماء لما مات الحسن و اخرجوا جنازته جاء مروان حتی دخل تحته فحمل سریره فقال له الحسین علیہ السلام ا تحمل الیوم سریره و بالامس کنت تجرعه الغیظ قال مروان کنت افعل ذالک بمن یوازن حلمه الجبال قال و قدم الحسین علیہ السلام للصلوٰۃ علیہ سعید بن العاص و هو یومئذ امیر المدینة و قال تقدم فلو لا سنة لما قدمتک۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد 4 صفحہ 18 فی فضل مارثی بہ الحسن و شرح الفاظ الفضل)

ترجمہ: جب امام حسن کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو مروان نے آ کر کندھا دیا یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے مروان کو کہا آج کندھا دے رہے ہو اور کل انہیں پانی کی طرح غصہ پلاتے تھے۔ مروان نے کہا میں یہ معاملہ اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو بردباری میں پہاڑ کی مانند تھا۔ امام حسین نے نماز جنازہ کے لیے سعید بن العاص کو زبردینہ کو آگے کیا اور کہا نماز پڑھاؤ اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات نے اس بات کی واضح تصدیق کر دی کہ طبقات ابن سعد اور وہ تمام روایات جن میں سیدہ خاتون جنت کی نماز جنازہ کی امامت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کرائی وہ تمام کی تمام معتبر اور صحیح ہیں۔ کیوں کہ ائمہ اہل بیت کا یہی دستور رہا کہ اپنے افراد کی نماز جنازہ اُس سے پڑھواتے جو وقت کا حاکم ہوتا۔ (ماخوذ از شیعہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مذہب المعروف تحفہ جعفریہ جلد سوم مصنف مناظر اسلام مولانا محمد علی صاحب

تقدم فوالله لا یصلی علیہا غیرک فصلی علیہا ابوبکر رضی اللہ عنہم
اجمعین ودفنت لیلاً۔

مندرجہ بالا روایت کے راوی ائمہ اہل بیت ہیں اس سے زیادہ مضبوط اور صحیح بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ معتبر کتاب
الثانی فی الامامت شریف المرتضیٰ علی بن الحسین الموسوی المتوفی 436 صفحہ 110 تا 111 جلد 4 پر موجود ہے۔

فان امر الصلوٰۃ فقد روی ان ابابکر هو الذی صلی علی فاطمة علیہا سلام و
کبر اربعاً۔

ترجمہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نماز جنازہ کا مسئلہ تو بے شک یہ تحقیقی روایت موجود ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

اور اثبت قول یہ ہے کہ سیدہ کے نماز جنازہ کی امامت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی چنانچہ یہ قول عین طریقہ
اور شرعی اصول کے مطابق ہے کیوں کہ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کروا سکتا۔ دلائل ملاحظہ ہوں!
اصول سنی اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے جس کو خواہش ہو وہ فریقین کی حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھے۔
یہاں اس مسئلہ پر تحقیق سے لکھا جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کی امامت خلیفۃ الرسول خلیفہ برحق سیدنا ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے کرائی۔ پوری سند کے ساتھ روایت موجود ہے۔

صلی ابوبکر صدیق علی فاطمة بنت رسول اللہ فکبر علیہا اربعاً۔

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 257)

اور مدارج النبوت میں موجود ہے کہ روضۃ الاحباب وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور ان کے علاوہ بھی روایات سے
پتہ چلتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے چوں کہ آپ خلیفہ تھے (خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپ کا حق تھا)
انہوں نے ہی نماز پڑھائی تھی۔

و روی عن ابی بکر الصدیق صلی علیہا۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 8 صفحہ 560، الاصابہ جلد 8 صفحہ 267)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و عن مالك بن جعفر بن محمد عن ابیه عن جد لا علی بن الحسین قال ماتت فاطمة بین المغرب و العشاء فحضرها ابوبکر و عمر و عثمان و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیها قال علی تقدم یا ابوبکر قال و انت شاهد یا ابا الحسن قال: نعیم تقدم فوالله لا یصلی علیها غیرك فصلی علیها ابو بکر رضی الله عنهم اجمعین و دفنت لیلاً۔ (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 509)

قارئین کرام! خوب غور کریں اور سوچیں کہ جن حضرات کی سید الانبیاء ﷺ نے اس طرح تربیت فرمائی ہو ان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال شریف کے بعد معاذ اللہ حصول مال کے لیے در بہ در رات دن ایک کر کے چکر کاٹی ہوں اور منکوں کی طرح در بہ در فریاد کرتی پھرتی ہوں کس قدر شرم کی بات ہے!!

اس قسم کی تمام روایات یہودیوں کی اختراع کردہ ہیں جو کہ بالکل جعلی اور سراسر بناوٹی ہیں ان ظالموں نے ایک تیر سے کئی شکار کئے۔ یاد رہے فدک کا قصہ بالکل من گھڑت، اختراعی اور جعلی ہے۔ کیوں کہ اہل سنت اور روافض کی ام الكتاب یعنی بخاری شریف اور کافی میں یہ احادیث مقدسہ موجود ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث صرف اور صرف علم قرآن و حدیث ہے۔ وہ حضرات دنیا دار نہیں تھے اور نہ ہی مال دنیا جمع کرنا ان کی شایان شان ہے کہ جس میں احکام و مسائل جاری ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مقدسہ میں عرض کرتے:

اموال و احوال خود را از تو مضایقہ ندارم آں چه خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبه از برای فرزندان خود انکار فضل تو کسی نمی تواند کرد و حکم تو نافذ است در مال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفته پدر تو نمی توانم کرد۔

ترجمہ: اے سیدہ! میرا سب کچھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے اے پوری امت کی سردار جو چاہتی ہو جتنا چاہتی ہو لے لو تمہارا حکم میرے مال پر نافذ ہے، لیکن مسلمانوں کے مال یعنی بیت المال کے بارے میں یا آپ کے پدر بزرگ واری یعنی رسول اللہ کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ (حق الیقین صفحہ 202)

و هذا هالى ومالى هى لك و بين يدىك لا تزوى عنك و لا ندخر دونك و انك
سيدة امة ابيك و الشجرة الطيبة لبنىك لا ندفع مالك من فضلك و لا يوضع
فى فرعك و اصلك حكمك نافذ فيما ملكت يداى فهل ترين ان اخالف فى
ذلك اباك صلى الله عليه وسلم. (الاحتجاج للطبرى صفحہ 142-144)

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوٹ طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جگر پارہ مصطفیٰ
جملہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اعمام یعنی حضور ﷺ کے چچاؤں کا بیان

آن رسول حق کہ خیر الناس بود
عم پاکش حمزہ و عباس بود

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

نسب

آپ کی کنیت ابوعمارہ، لقب سید الشہدا ہے۔

فضائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
ساتویں آسمان میں لکھا ہوا ہے:

حمزة اسد اللہ و اسد رسوله۔

یعنی حمزہ اللہ اور رسول ﷺ کا شیر ہے۔

آپ بعثت کے چھٹے سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے تین دن پہلے اسلام لائے جب کہ حضور ﷺ دار
ارقم میں تھے، غزوہ بدر میں شامل تھے، انہوں نے اپنے مد مقابل عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا تھا، آپ کے
اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز ابو جہل لعین نے رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچائی، آپ کو گالیاں
دیں۔ ایک روایت کے مطابق زد و کوب بھی کیا، یہ منظر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی باندی دیکھ رہی تھیں، تو جب حمزہ رضی اللہ عنہ شکار
سے واپس آئے تو ان کی باندی نے اور دیگر روایت میں آپ کی زوجہ کی باندی نے آپ کو سنایا اور ساتھ یہ بھی کہا:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ابو جہل نے یہ ناروا سلوک اس لیے کیا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ محمد ﷺ کا باپ فوت ہو چکا ہے، ان کا بھائی بھی کوئی نہیں، گویا وہ خیال کرتا ہے کہ مجھے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور غیظ و غضب میں آکر ابو جہل کے پاس گئے اور اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا آپ کی کمان خون آلودہ ہو گئی۔ آپ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا: اے میرے بھتیجے! خوش ہو جا! میں تمہارا انتقام لے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی کمان حضور ﷺ کو دکھائی، یہ دیکھو کہ میں نے آپ کے دشمن سے اس طرح انتقام لے لیا، یہ سن کر سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: اے میرے چچا! میں اس طرح خوش نہیں ہوتا۔ انھوں نے عرض کیا: آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے خوش کرنا ہے تو فوراً کلمہ پڑھ کر اللہ وحدہ لا شریک اور میری نبوت اور رسالت کی گواہی دو۔ چنانچہ ﷺ فوراً کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

ایمان لانے کا واقعہ

ایک روز رسول اللہ ﷺ کے سامنے ابو جہل آیا اور اس نے آپ کو تکلیف دی اور آپ کو گالیاں دیں اور اس قسم کے معائب بیان کیے جو دیانت کے خلاف تھے مگر رسول خدا ﷺ نے اس سے بات نہیں کی، عبد اللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے مکان میں کوہ صفا پر اس کو سن رہی تھی، اس کے بعد ابو جہل لوٹ گیا اور قریش کی مجلس میں کعبہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد حمزہ ﷺ بھی اپنی کمان لیے شکار سے واپس آ رہے تھے، کیوں کہ آپ بہت بڑے تیر انداز اور شکاری تھے اور شکار کھیلنے باہر نکل جایا کرتے تھے ان کی عادت تھی جب شکار کھیل کر لوٹتے تو گھر جانے سے پہلے کعبہ کا طواف کرتے اور اس حال میں اگر مجلس قریش پر ان کا گزر ہوتا تو ٹھہر جاتے ان کو سلام کرتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے قریش میں یہ بہت بڑے باعزت اور سخت غیرت مند تھے اس وقت وہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے اور اس دستور اور عادت کے مطابق شکار کھیل کے جب لوٹے اور اس لونڈی پر گزر ہوا رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے چکے تھے اس لونڈی نے ان سے کہا اے ابو عمارہ! کاش! تم اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی مصیبت کو دیکھتے اور اس حال کو دیکھتے جو ابو جہل نے ان کے ساتھ کیا انہیں ستایا اور بے ہودہ گالیاں دیں اور ان میں عیب بیان کئے جن سے وہ بالکل بری اور پاک ہیں یہ سن کر حمزہ ﷺ کو سخت غصہ آ گیا، اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان کو بزرگی عنایت فرمائی جائے، چنانچہ فوراً اٹھے، کہیں نہیں ٹھہرے، نہ حسب عادت کعبہ کا طواف کیا، بس یہی ارادہ کر کے گئے کہ ابو جہل سے اس کا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بدلہ لوں گا، چنانچہ جب حرم شریف میں پہنچے تو ابو جہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ سیدھا اس کی طرف چلے گئے اور جاتے ہی اس کے سر پر کمان ماری اور بہت زخمی کر دیا۔ قریش کے خاندان بنو مخزوم کے کچھ لوگ ابو جہل کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے حمزہ! ہم سمجھتے ہیں کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان کی سچائی معلوم ہو گئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے۔ اللہ کی قسم میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا، اگر تم لوگ مجھے روک سکتے ہو تو روک لو۔ اس کے بعد ابو جہل نے کہا: اسے کچھ نہ کہو، مجھ سے اس کے بھتیجے کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ جب آپ ﷺ اسلام لائے تو قریش نے سمجھ لیا کہ رسول ﷺ کی قوت اور طاقت بڑھ گئی ہے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ ہو گئے ہیں اور آپ ﷺ ان کی طرف داری کریں گے کیوں کہ آپ ﷺ کا دبدبہ اور رعب پورے مکہ پاک میں مشہور مانا جاتا تھا۔ اس کے بعد قریش مکہ اپنی بری حرکات سے باز آ گئے۔

آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، آپ ان با قسمت ہاشمی نو جوانوں میں سے تھے جو سب سے پہلے دشمنوں کے مقابلے میں نکلے، آپ کے مقابلہ میں شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس لڑنے کو نکلا، آپ نے اس کو قتل کیا اور عتبہ بن ربیعہ کے قتل میں سیدنا علی ﷺ کی مدد کی۔ نیز آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے پرچم اسلام رسول خدا ﷺ نے آپ کو ہی عطا کیا۔ آپ ﷺ اپنے جھنڈے میں شتر مرغ کے پر لگایا کرتے تھے، انہوں نے غزوہ بدر میں سید الانبیاء ﷺ کے سامنے دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر جنگ کی یعنی ہر ایک ہاتھ میں ایک تلوار تھی جس کے ساتھ آپ لشکر کفار کو گامولی کی طرح کاٹ رہے تھے جنگ بدر کے بعد جو کفار قیدی بنے تو انہوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ وہ کون سا شخص ہے جو اپنے جھنڈے میں شتر مرغ کے پر لگائے ہوئے تھے جواب دیا گیا کہ وہ حمزہ ﷺ تھے۔ کفار نے کہا: انہوں نے ہمارے اوپر اس قدر سخت حملے کیے کہ ہمارے تمام ساتھیوں پر ڈر اور خوف کے بادل چھا گئے تھے۔

و روی الحاکم ایضاً: باسنادہ الی سعد ابی وقاص قال کان حمزة بن عبد المطلب یقاتل یوم احد بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و یقول: انا اسد اللہ۔ (موسوعہ اہل بیت النبی صفحہ 114)

ترجمہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے سامنے احد کے دن لڑتے ہوئے فرما رہے تھے: میں اللہ کا شیر ہوں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شہیدوں کے سردار

اخبار المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بانہ سیدالشہداء عنداللہ تعالیٰ یوم

القیامۃ حمزۃ۔ (موسوعہ آل بیت النبی الاطہار صفحہ 114)

ترجمہ: سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں یعنی حدیثوں میں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ﷺ قیامت کے دن تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے۔

آپ پر آپ کے دشمن نے چھپ کر حملہ کیا آپ کے دشمنوں کی اتنی طاقت اور بہادری نہیں تھی آپ کے سامنے آکر مقابلہ کرتا۔

و یقال: انہ قتل باحد قبل ان یقتل اکثر من ثلاثین نفساً۔

ترجمہ: آپ نے شہید ہونے سے پہلے تیس سے زیادہ کافروں کو قتل کیا۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ صفحہ 104)

جب آپ ﷺ شہید ہو گئے تو مشرکہ عورتوں یعنی ہندہ اور اس کے ساتھ والیوں نے مسلمانوں کے ناک کان کاٹے، ان کا پیٹ چاک کیا اور ان کا جگر نکالا اس کو چبانے لگی مگر نگل نہ سکیں تو اس کو تھوک دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حمزہ کے دل کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا تو وہ ہرگز دوزخ میں نہ جاتی۔ بعض علماء نے یہ لکھا ہے: وہ نگل تو نہ سکی مگر آپ ﷺ کا جگر مبارک کو منہ میں رکھنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان نصیب فرما دیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا اور فرمایا: اگر قابو ملا تو میں کافروں کے ستر آدمیوں کے ساتھ مثلہ کروں گا۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

و ان عاقبتہم فعاقبوا بمثل ما عوقبتہم بہ و لئن صبرتم لہو خیر للصابرین و اصبرو ما صبرک الا باللہ۔

ترجمہ: اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں دی گئی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے اور تمہارا صبر تو اللہ کی مدد سے ہے۔

مگر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ فتح مکہ کے دن جس فوجی دستہ کے سالار سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے قریش مکہ کے نوجوان نے ان پر حملہ کر دیا باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مجبور ہو کر ان سے لڑنا پڑا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جنگ کی خبر ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا خالد کو ہم نے جنگ سے منع کیا تھا، تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خالد رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر لڑائی کی ہے، کیوں کہ ان پر اچانک حملہ ہوا تھا تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب طلبی کے لیے ایک آدمی سیدنا خالد کے پاس بھیجا تو انہیں کہا:

ضع عنہم السیف۔

تلوار کو ان سے دور رکھ اور بچا یعنی جنگ نہ کر!

لیکن جب یہ قاصد وہاں گیا تو اس نے کہا:

ضع فیہم السیف۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں خوب تلوار رکھ!

تو جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاصد کو طلب فرمایا اور فرمایا میں نے تمہیں کیا کہا تھا قاصد نے کہا کہ جب میں آپ کی بارگاہ سے آپ کا حکم لے کر روانہ ہوا تو راستے میں ایک آدمی سے ملاقات ہوئی اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا تھا، ہاتھ میں خنجر پکڑے ہوئے تھا اس نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خالد سے کہنا ”ضع عنہم السیف“ ورنہ تم کو اس خنجر سے قتل کر دوں گا۔ مجبور ہو کر خالد رضی اللہ عنہ کو میں نے اسی طرح کہہ دیا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صدق اللہ و صدق رسول۔

اللہ تعالیٰ سچا ہے، اس کا رسول بھی سچا ہے۔

کیوں کہ احد کے دن جب حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے تو میں نے ان کی لاش کو دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ اگر میں قریش پر قابو پاؤں تو ان کے ستر آدمیوں کو قتل کروں گا اس روز اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے ممانعت فرمائی گئی تھی لیکن آج کے دن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میری زبان سے نکلی ہوئی بات کو پورا کر دکھائے یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ رونما ہوا کہ ستر اشخاص قریش کے مقتول ہوئے۔ (مدارج النبوت، ذکر فتح مکہ)

لمحہ فکریہ

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کو اللہ تعالیٰ ہر صورت پورا فرماتا ہے۔ روافض اس سے عبرت پکڑیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ساری عمر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ارشاد فرماتے رہے کہ میرے بعد خلیفہ بلا فصل سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے جب کہ ایسا نہیں ہوا تو بقول ان کے نبی پاک ﷺ کے ارشادات سب کے سب رائیگاں گئے اور ایک بات بھی آپ کی سچی نہ ہوئی۔ معاذ اللہ!

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے دیکھا کہ ان کو مثلہ کیا گیا ہے تو آپ کے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ آپ کی ساری زندگی میں آپ اس قدر مغموم نہ ہوئے تھے فرمایا اے چچا اللہ تم پر رحم کرے بے شک تم بہت صلہ رحمی کرنے والے اور بہت نیکی کرنے والے ہو۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی جب رسول خدا ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقتول دیکھا کہ آپ رو پڑے تو پھر جب آپ نے دیکھا کہ ان کو مثلہ کیا گیا تو آپ چلائے اور دھاڑ مار کر روئے فرمایا اگر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا (جو کہ حضور ﷺ کی پھوپھی اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں) کی فکر نہ ہوتی تو میں ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا تا کہ پرند درندان کا گوشت کھائیں یہ پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے حشر کے دن نکلیں اور میں ان کی شہادت پر قیامت تک فخر کرتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے وہ کیفیت سنی جو حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی گئی تھی تو آپ ﷺ چلا اٹھے اور جب آپ ﷺ نے خود ان کی حالت ملاحظہ فرمائی تو چیخ اٹھے۔

جب نبی پاک ﷺ مدینہ لوٹ آئے تو آپ نے دیکھا کہ انصار کی عورتیں اپنے اپنے شہداء پر رو رہی ہیں تو آپ نے فرمایا حمزہ کو کوئی رونے والا نہیں جب انصار نے یہ سنا تو اپنی عورتوں سے جا کر کہنے لگیں کہ تم حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر حمزہ کے لیے روؤ! چناں چہ انصار کی عورتوں نے ایسا ہی کیا، مگر سید الانبیاء ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور شکر یہ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ زنان انصار کا یہ طریقہ رہا کہ جب بھی ان کا کوئی شخص شہید ہوتا یا فوت ہوتا تو وہ مرثیوں میں حمزہ رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرتیں بعض پہلے حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ پڑھتیں اور اس کے بعد اپنے مقتولوں کا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت 15 شوال 3ھ کو ہوئی۔ شہادت کے دن ان کی عمر نہتر سال تھی۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضور ﷺ کو آپ کی شہادت کا اس قدر صدمہ تھا کہ جب وحشی قاتل حمزہ مسلمان ہو اسید الانبیاء ﷺ نے اس کو فرمایا: تو میرے سامنے نہ آیا کر اور نہ ہی میرے سامنے بیٹھا کر، کیوں کہ تجھے دیکھ کر مجھے میرے چچا کی لاش یاد آ جاتی ہے جس سے میرا غم تازہ ہوتا ہے۔

نیز آپ ﷺ کی حمزہ رضی اللہ عنہ سے محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کسی کی جنازہ کی نماز پڑھاتے تو چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پر آپ نے ستر تکبیریں پڑھیں۔

اور ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ پر سو مرتبہ نماز جنازہ پڑھی۔ (اسد الغابہ)

یاد رہے! اس سے تکرار جنازہ کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ یہ حضور ﷺ کا خاصہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفن میں صرف ایک چادر دی گئی تھی جو اتنی چھوٹی کہ اگر ان کے سر پر ڈالی جاتی تو آپ کے پاؤں کھل جاتے اگر پاؤں پر ڈالی جاتی تو آپ کا سر مبارک برہنہ ہو جاتا لہذا اس چادر سے آپ کا سر مبارک ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں پر گھاس وغیرہ ڈالا گیا یہی آپ کا کفن تھا پھر آپ کو آپ کے بھانجے سیدنا عبد اللہ بن جحش کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ انا لله و انا اليه راجعون۔

چوں کہ شہدائے احد کو میدان احد میں دفن کیا گیا تھا، آپ کی قبر انور بھی اس مقام پر موجود ہے، بعد میں آپ کی قبر انور پر بہت بڑا کتبہ یعنی گنبد تعمیر کیا گیا اور لکھا ہے کہ آپ کی زیارت ہر جمعرات کو ہوگی، مگر نجدیوں نے آپ کے کتبہ شریف مع قبر انور کو زمین کے ہموار کر دیا۔

علاوہ ازیں آپ کے فضائل و مناقب اور کرامات بہت زیادہ ہیں جن کی اس جگہ گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کو آپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ اٹھائے۔ آمین!



سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نسب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔ آپ کی والدہ قاسم قبیلہ کی ایک بی بی تھیں آپ پہلی وہ بی بی ہیں جنہوں نے کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیوں کہ ایک بار سیدنا عباس رضی اللہ عنہ گم ہو گئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جائے تو میں کعبہ کا بہترین غلاف بناؤں گی زمانہ جاہلیت میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ خادم کعبہ حجاج کو زم زم دینے والے اور کعبہ کو آباد کرنے والے تھے جو کوئی طواف کعبہ کرنے آتا اس سے تقویٰ و طہارت کا عہد لیتے۔

وفات

آپ نے اپنی وفات کے وقت سے پہلے 70 غلام آزاد کیے۔ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ اٹھاسی سال عمر پائی۔ بارہ رجب جمعہ کے دن 32ھ کو وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

ایمان لانے کا واقعہ

جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بدر کے قیدیوں میں قیدی ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو رہائی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل رضی اللہ عنہ اور نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ اور اپنے حلیف عقبہ بن جعدم کا فدیہ دو تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں تو مسلمان تھا مجھے مجبور کر کے لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری حالت کو خوب جانتا ہے اگر تو اس میں سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے جزا دے گا لیکن ظاہر اعتبار سے آپ کو فدیہ دینا پڑے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ دینے کا مطالبہ کیا جو ہمیں اوقیہ سونا تھا پہلے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مال تولے لیا واقعہ یہ تھا دوسرے سرداران قریش کی طرح آپ کے ذمے بھی ایک دن کے کھانے کا ذمہ تھا، تو جس روز آپ نے لشکر کفار کو کھانا دینا تھا اس روز لڑائی ہو گئی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا مال بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا جس کا ذکر وہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فرما رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے آپ کو فدیہ دینا ہی پڑے گا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس کوئی مال نہیں ہے کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا چچا در بدر مانگتا پھرے، تو آپ نے فرمایا: اس کی کیا ضرورت ہے؟ وہ مال کہاں ہے جو آپ مکہ میں میری چچی ام فضل کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں؟ اور جو سیدنا عباس نے اپنی زوجہ سے آتے ہوئے باتیں کی تھیں حضور ﷺ نے وہ تمام بتادیں تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں خوب جانتا ہوں آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء جلد سوم صفحہ 391)

آپ پہلے مسلمان ہو چکے تھے اپنا ایمان ظاہر نہ کیا بدر میں کفار جبراً آپ کو اپنے ساتھ لائے تھے حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں اور غزوہ میں ابو ولید کعب ابن عمرو نے آپ کو قید کر لیا تھا آپ فدیہ دے کر چھوٹے مکہ معظمہ کے لیے حضور واپس گئے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ آئے۔ مترجم کہتا ہے کہ فتح مکہ کے لیے حضور ﷺ مکہ جا رہے تھے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ آرہے تھے تو راہ میں ملاقات ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عباس خاتم المہاجرین یعنی آخر مہاجر ہیں جنت البقیع میں آپ کی قبر ہے جس رات میں انصار نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی یعنی بیعت عقبہ اسی شب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے انہوں نے ہی کہا تھا، اے انصار کے گروہ آپ کو یہ علم ہونا چاہیے محمد ﷺ لوگوں میں نہایت بزرگ اور عظمت والے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جو عہد تم باندھ رہے ہو بعد میں اسے توڑ دیں تم اچھی طرح سے غور فکر کر لو جس طرح مذکور ہے۔ نبی کریم ﷺ کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد تھا، اسیران بدر میں یہ تھے ان کے بعد جب بند سخت ہوئے تو ان کے آہ نالہ اور ان کی تکلیف کے باعث حضور پاک ﷺ سونہ سکے۔ (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 73-472)

و عن عبد المطلب بن ربیعۃ ان العباس دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مغضباً و انا عنده فقال ما اغضبك قال یا رسول اللہ مالنا و لقريش اذ تلاقوا بینہم تلاقو بوجوه مبشرة و اذا لقونا لقونا بغير ذلك فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حتی احمر وجهہ ثم قال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الايمان حتى یحبکم لله و لرسولہ ثم قال: ایہا الناس من

اذی عمی فقد آذانی فانما عم الرجل صنو ابیه۔ رواہ الترمذی
و فی المصبایح: عن المطلب۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا عبدالمطلب ابن ربیعہ سے کہ جناب عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت غصہ کی حالت میں آئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو قریش سے کیا تعلق ہے کہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہنسی خوشی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس کے سوا اور طریقے سے ملتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تم لوگوں سے محبت کرے۔ پھر فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھے ستایا کیوں کہ کسی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے۔

و عن ابن عباس، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: العباس منی و انا منہ۔ رواہ الترمذی

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے اور میں عباس سے ہوں۔

عن دحیة الکلبی، قال: قدمت من الشام فاهدیت الی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فاکهت یابسة من فستق و لوز و کعت فوضعتہ بین یدیه فقال: اللہم التنی باحب اہلی الیک، او قال: الی یا کل معی من هذا فطلع العباس فقال: ادن یا عم، فأنی سألت اللہ ان یاتینی باحب اہلی الی او الیہ یا کل معی من هذا، قاتیت قال: فجلس فاکل۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 234)

ترجمہ: سیدنا دحیہ کلبی فرماتے ہیں میں شام سے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ خشک میوے ہدیہ کئے، میں نے وہ آپ کے سامنے رکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! وہ بندہ بھیج جو میری اہل بیت سے سب سے زیادہ محبوب ہو، جو میرے ساتھ یہ میوے کھائے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے چچا میرے قریب آؤ بے شک میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ میری اہل بیت میں سے سب سے زیادہ محبوب میرے ساتھ آکر ان میووں کو کھائے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، انہوں نے کہا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لا يبلغوا الخير، او قال الايمان حتى يحبوكم لله و لقرابتی اترجو سلهم حتى من مراد شفاعتی و لا ترجو بنو عبد المطلب شفاعتی۔ (تاریخ دمشق صفحہ 235 جلد 28)
ترجمہ: نہیں پہنچ سکتے نیکی کو یا ایمان کو یہاں تک محبت کریں تم اللہ کے لیے اور میری قرابت کی وجہ سے وہ لوگ میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں اور بنو عبد المطلب امید نہیں رکھتے؟

قال قال رسول الله للعباس اذا كان غداة الا ثنين فاتنی انت و ولدك حتى ادعو لكم بدعوة ينفعك الله بها و ولدك فغدا و غدونا معه و البسنا كساده ثم قال: اللهم اغفر للعباس و ولده مغفرة ظاهرة و باطنة لاتخادر ذنباً اللهم احفظه في ولده۔ رواه الترمذی

و زاد رزین: و اجعل الخلافة باقية في عقبه۔ (مشکوٰۃ صفحہ 570 مناقب اہل بیت)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پیر کا سویرا ہو تو تم اور تمہارے فرزند میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تم کو اور تمہارے فرزند کو نفع دے چنانچہ وہ اور ان کے ساتھ ہم سب سویرے ہی گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کبیل اوڑھایا۔

پھر فرمایا: اللہ عباس اور ان کے بیٹوں کی ظاہری و باطنی بخشش کر جو کوئی گناہ نہ چھوڑے الہی ان کی حفاظت فرما اور ان کی اولاد میں رزین نے زیادہ کیا الہی ان کی اولاد میں خلافت مقرر فرما۔
ان النبی قال و احفظونی فی العباس، فانه عمی و صنو ابی۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 220)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس کے بارے میں میرا لحاظ رکھو کیوں کہ وہ میرا چچا ہے، میرے دادا سے ہے۔
ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: استوصوا بالعباس خيرا فانه عمی و صنو ابی۔

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بہتری کی وصیت فرمائی۔

عن ابی اسید الانصاری الخذری البدری ان رسول الله صلى الله عليه وآله و

سلم قال للعباس ابن عبدالمطلب: يا ابا الفضل لا ترم منزلك غداً انت و بنوك فان لى فيكم حاجة فانتظروه فجاء فقال: السلام عليكم قالوا و عليك السلام ورحمة الله وبركاته، قال كيف اصبحتم؟ قالوا: بخير نحمد الله كيف اصبحت انت يا رسول الله؟ قال: بخير احمد الله۔ فقال: تقاربوا ليزحف بعضكم الى بعض ثلاثاً فلما امكنوه اشتمل عليهم بملاته و قال هذا العباس عمى و صنو ابى، و هؤلاء اهل بيتى۔ اللهم استرهم من النار كسترى يا هم بملا تى هذه۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 218، شفا شریف ص 48)

ترجمہ: ابو اسید خذری انصاری بدری سے روایت ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو الفضل! کل آپ اپنی اولاد کو اپنے گھر میں رکھیں مجھے آپ سے ضروری کام ہے، تو انہوں نے آپ کی انتظار کی۔ حضور ﷺ تشریف لائے فرمایا: السلام علیکم۔ انہوں نے جواباً عرض کیا: وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے صبح کس حالت میں کی؟ انہوں نے کہا: خیر و عافیت سے، ہم اللہ کی حمد اور اس کا شکر یہ ادا کرتے رہے عرض کی حضور ﷺ آپ نے صبح کیسے کی؟ تو آپ نے فرمایا: بہ خیر و عافیت سے میں اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا تم سب مل کر قریب قریب بیٹھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جاؤ تین بار آپ ﷺ نے ایسا فرمایا پھر آپ ﷺ نے ان پر چادر اوڑھائی اور فرمایا یہ عباس میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے قائم مقام ہیں اور یہ لوگ میری اہل بیت میں اے اللہ ان کو آگ سے دور کر دے اور اپنی رحمت میں داخل کر دے جیسا کہ میں نے اپنی چادر سے ان کو ڈھانپ دیا ہے۔

عن ابى الحسن بن على بن ابى طالب، قال: قال رسول صلى الله عليه وآله و

سلم: احفظونى فى العباس فانه بقية آبائى۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 220)

ترجمہ: ابو الحسن سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس کے بارے میں میرا لحاظ رکھو کیوں کہ وہ میرے آباؤ اجداد کے بقیہ ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: لا تؤذوا العباس فتؤذوني من

سب العباس فقد سبني ان عم الرجل صنو ابيه۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 221)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس کو تکلیف نہ دو اس سے مجھے اذیت پہنچتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من اذى العباس فقد اذاني انما عم

الرجل صنو ابيه۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 222)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عباس کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

قال رسول الله يقول: العباس عمي و صنو ابي و بقية آبائي اللهم اغفر له ذنبه

و تقبل منه احسن ما عمل و تجاوز عنه شيء ما عمل و اصلح له في ذريته۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 223)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عباس میرا چچا ہے میرے باپ کے قائم مقام ہے اے اللہ! ان کے گناہ بخش

دے اور ان کے اچھے اعمال قبول فرما اور ان کی برائیوں سے درگزر فرما!

عن ابن عباس قال: جاء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى العباس

يعوده فدخل عليه و العباس على سريره له، فاخذ بيد النبي صلى الله عليه و

آله و سلم فاقعده في مكانة فقال له النبي صلى الله عليه و آله وسلم: رفعك

الله يا عم۔ (تاریخ دمشق صفحہ 223 جلد 28)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی عیادت کے لیے

تشریف لائے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہما اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے تو رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اپنی

ہڈی بٹھا دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میرے چچا کے مرتبہ کو بلند کر دے۔

عن ابي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: اللهم اغفر

العباس و اولدا العباس و نسن احبهم۔ (تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 224)

ترجمہ: یا اللہ! سیدنا عباس اور ان کی اولاد کو بخش دے، انہیں بھی بخش جو ان سے محبت کرے۔

قال ابو هريرة ثم رايت النبي صلى الله عليه و آله و سلم قد ضرب بيديه على منكب العباس فقال يارب هذا عمى و صنو ابى اللهم لا تفجعنى به كما فجعتنى بعمى حمزة يوم احد و كان امرك يارب قدرا مقدورا۔

(تاریخ دمشق جلد 28 صفحہ 224)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے فرما رہے تھے اے میرے رب یہ میرا چچا ہے اور میرے ماں باپ کی قائم مقام ہے اے اللہ! مجھے ان کے بارے میں پریشان نہ کرنا جیسا کہ تو نے مجھے حمزہ کے بارے میں احد میں کیا۔ سفر میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے لگے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے پردہ کیا تو سیدنا انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف رخ انور کر کے فرمایا:

اللهم استر العباس و استر ولدنا من النار۔ (تاریخ دمشق جلد ثانی 28 صفحہ 216)

ترجمہ: اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد کو جہنم سے بچا اور اپنی رحمت میں اس طرح چھپالے جس طرح اس نے اپنی چادر سے مجھے چھپایا۔

عن صہیب مولی العباس ، قال: رايت عليًا يقبل يد العباس و رجله و يقول يا عم ارض عني۔ (تاریخ دمشق جلد ثانی 28 صفحہ 260)

ترجمہ: سیدنا صہیب مولا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہتے تھے اے چچا مجھ سے راضی ہو جا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں بیٹھے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشادات فرما رہے تھے لوگ سن رہے تھے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آئے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر بٹھالیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرنے پر خوش ہوئے۔

سیدنا عباس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی دلیل

جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بدری قیدیوں میں مدینہ پاک لائے گئے اور ان کی مشکیں باندھ دی گئیں اس رات میں

حضور ﷺ کو نیند نہیں آئی تھی، آپ بار بار کروٹیں بدلتے تھے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کیسے آرام کروں میرے سامنے میرا چچا کراہ رہا ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بندیں ڈھیلی کر دیں جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ اب سیدنا عباس کراہ نہیں رہے تو اس کی وجہ پوچھنے پر صحابہ نے عرض کیا کہ حضور! ہم نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو کھول دیا ہے یا اس کی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ سب کے ساتھ ایسا سلوک کرو!

یاد رہے! سیدنا عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے آپ نے اسلام لانے کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ کا مکہ پاک میں رہنا ہی مناسب ہے کیوں کہ مکہ پاک میں جو غریب اور کمزور مسلمان رہتے ہیں اور ہجرت کرنے پر قادر نہیں تھے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مکے میں رہ کر ان کی حمایت کرتے تھے نیز مکے کے حالات لکھ کر حضور ﷺ کو بھیجتے رہتے اور آگاہ کرتے تھے اس لیے حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضور ﷺ نے بدر کے موقع پر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمادیا تھا اگر عباس رضی اللہ عنہ کسی سامنے آئے تو اسے قتل نہ کرنا، کیوں کہ وہ جبراً لائے گئے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا یہ خاصہ بھی ہے جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور میدان میں لے جا کر ہاتھ پکڑ کر ان کا واسطہ دے کر بارگاہِ خداوند میں بارش کی دعا کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خوب پانی برسایا، تو اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بہترین وسیلہ ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے جب بارش برسنے لگی تو لوگ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر کو مس کرتے تھے اور کہتے تھے مبارک ہو آپ کو اے ساقی حرمین چوں کہ آپ قبل از اسلام بھی ساقی حرمین تھے کیوں کہ خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کے پانی کا انتظام آپ ہی کے ذمہ تھا جو کہ اسلام لانے کے بعد بھی اس مبارک دینی فریضہ کے لیے سیدالانبیاء ﷺ نے بحال رکھا۔

آپ نے اپنے وصال کے وقت ستر غلام آزاد کیے۔ آپ کا انتقال سیدنا عثمان ذوالنورین کے دورِ خلافت میں رجب سنہ 12-13ھ میں ہوا اور وصال کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھاسی یا اناسی برس تھی۔

عماتِ رسول یعنی آپ کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

نام و نسب

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی ہیں۔ ان کا نسب وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کی سگی بہن ہالہ بنت واحد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔ زمانہ جہالت میں سیدنا ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث بن حرب سے آپ کی شادی ہوئی۔ آپ اول ہجرت کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔ آپ شاعرہ اور ہاشمیہ ہیں۔ حارث بن حرب بن امیہ کے فوت ہونے کے بعد آپ کا نکاح حزام بن خویلد الاسدی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے بھائی سے ہوا۔ گویا کہ آپ سیدہ ام المومنین کی بھانجی ہیں۔ سیدنا زبیر بن عوام جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں آپ کی والدہ ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے دو صاحب زادے تائب اور عبد العبد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور عبد مناف جن کو ابوطالب کہتے ہیں اور زبیر بن عبدالمطلب جن کی کنیت ابو الحارث اور سید الشہداء بن عبدالمطلب اسد اللہ و اسد رسول اور ابولہب و سیدنا عباس آپ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان میں سے آپ کے چار بھائیوں نے زمانہ اسلام پایا۔ ابولہب ابوطالب اور عباس و حمزہ ان میں صرف سید الشہداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما ایمان لائے۔ نیز آپ کو حواری رسول سیدنا زبیر بن عوام کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپ کا اسلام لانا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب نزول آیت و انذر عشیرتک الاقربین کے وقت اپنے قرابت داروں کو بلایا اس میں آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دیگر افراد کے علاوہ حاضر ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ یہ آیت مقدسہ سنانے کے بعد انہیں دعوت اسلام دی اور فرمایا: اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! اگر تم ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تمہاری کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میں اپنا مال دے سکتا ہوں جتنا آپ چاہیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر مسلمان ہو گئیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تو پہلے ہی اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ اور اپنی بہنوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اول ایمان لانے والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں اور قرآن کی اتباع کرنے والوں میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے علاوہ بھی پھوپھیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام اورئی سیدنا عاتقہ ہیں۔ ان دونوں کے ایمان اور عدم ایمان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ہجرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے صاحب زادے سیدنا زبیر کے ساتھ ہجرت کی۔ آپ جنگ احد میں دیگر مجاہد عورتوں کے ساتھ مجاہدین کی خدمت کے لیے اور ان کو جہاد پر ابھارنے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لیے شامل ہوئیں۔ اس کے علاوہ آپ غزوہ خندق میں بھی تشریف فرما ہوئیں۔ اس جنگ میں آپ کی شجاعت اور بہادری کا عظیم کارنامہ ظاہر ہوا جو کہ جرات اور شجاعت کی حیرت انگیز مثال ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوہ احزاب کی طرف تشریف لے گئے تو خواتین اسلام کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے آپ نے انہیں ایک قلعہ میں ٹھہرا دیا اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو نعت گو شاعر ہیں کو ان کی حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا کہ عورتیں تنہا تھیں۔ اس لیے یہودیوں نے میدان خالی دیکھ کر مسلمانوں کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا چاہا ایک یہودی کو انہوں نے قلعہ کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا۔ جب وہ یہودی قلعہ کے دروازے تک (جس میں صحابیات موجود تھیں) پہنچ گیا اور کان لگا کر باتیں سننے لگا تا کہ موقع پا کر حملہ کر دے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا چوں کہ آپ طبعی طور پر بہت دلیر تھیں اس لیے سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا آگے بڑھ کر اس کو قتل کر دو۔ انہوں نے جواب دیا، جیسا کہ آپ جانتی ہیں میرا یہ مشن نہیں ہے، یعنی میں مرد میدان نہیں ہوں۔ میرا جو مشن ہے وہ آپ خوب جانتی ہیں، اگر چاہتی ہو تو مجھ سے کوئی اشعار سن لو یہ جہاد وغیرہ میرے بس کا روگ نہیں ہے مجھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا پہرہ دار مقرر کیا ہے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے مناسب زجر و توبیخ کے بعد خود خیموں میں سے کسی خیمہ کا بانس لے کر خود اس کے مقابلہ میں آگئیں اور اس کو مار مار کر قتل کر دیا۔ تقریباً تاریخ اسلام میں یہ واحد خاتون ہیں جنہوں نے میدان جنگ میں کسی کافر مرد کو قتل کیا ہو اور غزوہ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت اور ظاہر آشکست ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتشر ہو گئے، تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میدان چھوڑنے والے مرد صحابہ کرام کے منہ اور چہروں پر پتھر مار رہی تھیں اور ان کو میدان سے بھاگنے پر شرم دلار ہی تھیں۔

محبت و اطاعت رسول کا اہم واقعہ

جب جنگ احد میں آپ کے بھائی سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر آپ نے سنی تو آپ تیزی سے احد کی طرف جا رہی تھیں، آپ پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں کو فرمایا کہ جلد جا کر اپنی والدہ کو احد میں جانے سے روک دے، وجہ یہ تھی کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد مثلہ بنا دیا گیا تھا۔ یعنی آپ کے ناک، کان مبارک کاٹ دیئے گئے تھے تو سید الانبیاء نے یہ خیال فرما کر منع کیا، آخر صفیہ عورت ہیں اور عورتوں کے دل بہت زیادہ رقیق اور نرم ہوتے ہیں تو شاید یہ اپنے بھائی کی لاش مبارک دیکھ کر بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، کیوں کہ بے صبری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے۔ تو جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ امی جان آپ واپس چلی جائیں آگے نہیں جاسکتی ہیں، چنانچہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ایک دلیر اور بہادر عورت تھیں اور دل میں بھائی کی شہادت کا رنج اور غم بھی موجود تھا، اس لیے اپنے بیٹے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو زور سے تھپڑ مارا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید میری والدہ محترمہ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ میں نے اپنی طرف سے انہیں منع کیا ہے۔ چنانچہ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ امی جان میں منع کرنے والا نہیں ہوں مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنی والدہ کو احد جانے سے روک دو، جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا کہ مجھے روکنے والا خدا کا رسول اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے تو فوراً انہی قدموں پر رک گئیں۔ یہ ہے اطاعت رسول اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ آپ یہ بھی سمجھ گئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کیوں منع کیا ہے تو فوراً فرمانے لگیں: اے میرے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میری طرف سے یہ پیغام لے کر حاضر ہو اور عرض کرنا: یا رسول اللہ! میری والدہ آپ سے اپنے بھائی کی لاش پر جانے کی اجازت طلب کرتی ہے اور ساتھ ہی یہ وعدہ کرتی ہے کہ جس بات کا آپکو خطرہ ہے وہ میں ہرگز نہیں کروں گی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرما دی۔ جناب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سید الشہداء کی لاش اور میت پر صبر کا جو مظاہرہ کیا دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔

وفات

آپ نے 73 سال عمر میں سنہ 20ھ خلافت فاروقی میں وصال فرمایا۔ نماز جنازہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

پڑھائی۔ قرآن مجید 3 حصوں میں تلاوت کیا گیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث ہیں۔ آپ ام المومنین میمونہ کی بہن ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔ حضور انور ﷺ نے آپ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں۔ آپ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ نہایت حسین بڑے عالم فقیہ مجتہد تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا۔ ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ سنہ 68ھ میں طائف میں وفات پائی۔ 71 سال عمر ہوئی۔

هو عبد الله بن عباس بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد المناف بن قصي ابو

العباس الهاشمي ابن عم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم۔

حبر الامت و فقيه العصر، امام التفسير ابو العباس عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ ﷺ۔ آپ کی ولادت شعب بنی ہاشم ہجرت سے تین سال قبل ہوئی۔

بہ وقت ولادت نبی پاک ﷺ کی پیشین گوئی

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ 20 پر لکھتے ہیں کہ سیدہ ام فضل جو کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میرے شکم میں تھے میرا گزر حضور ﷺ کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچی جان! آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہونے والا ہے، جب پیدا ہو جائے تو اس کو میرے پاس لانا، تو ام فضل فرماتی ہیں کہ جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور سید الانبیاء ﷺ نے اپنا لعاب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وہن ان کے منہ میں ڈالا اور ان کا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا اے میری چچی جان! خلفا کے باپ کو لے جاؤ!

زبان نبوت سے دعائے علم و حکمت

آپ کو تقریباً اڑھائی سال سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنگت اور صحبت رہی، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرے لیے حکمت کی دعا کی۔

آپ رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو دیکھا کہ پانی کا برتن رکھا ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ خدمت میں نے کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللهم علمہ تاویل القرآن۔

یعنی اے اللہ! اس کو قرآن کا ماہر بنا دے!

دوسری روایت اس طرح ہے:

اللهم فقہہ فی الدین و علمہ تاویل القرآن۔

اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ (فقہ) اور قرآن کا ترجمان بنا!

آپ سے ایک روایت اس طرح ہے:

دعاه ان یزیدہ اللہ فہماً و علماً۔

اے اللہ! اس کے علم اور فہم کو زیادہ فرما!

ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف التفات اور توجہ نہ فرمائی جب یہ آپ کی مجلس شریف سے اٹھ کر باہر آئے تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے صاحب زادے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف کوئی توجہ اور دھیان نہیں دیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ بات چیت فرما رہے تھے اس لیے ہماری طرف توجہ نہ فرمائی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا واقعی ان کے پاس کوئی شخص تھا؟ عرض کی ہاں، سیدنا عباس رضی اللہ عنہما واپس آئے اور عرض کیا:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یا رسول اللہ! کیا آپ کے پاس کوئی شخص تھا تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تو نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جس نے مجھے آپ سے مشغول رکھا۔

انہ راى جبرئیل مرتین و دعا له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتین۔
ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک میں نے جبرائیل کو دو مرتبہ دیکھا اور دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری لیے دعا فرمائی۔

و عنہ، انه قال دعا لى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یؤتینى اللہ
الحکمة مرتین۔

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اللہ سے دو مرتبہ یہ دعا کی:
یا اللہ! مجھے حکمت عطا فرما!

ما رواه البخاری باسنادہ الی ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دخل الخلاء فوضعت له وضوء ا قال: من صنع هذا فاخبر فقال اللهم فقہہ
فی الدین۔

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے ان کے وضو کے لیے پانی رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا یہ کس نے کیا ہے یعنی پانی کس نے رکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی یہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ عطا فرما!
عن ابن عباس، قال ضمنى النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی صدرہ قال:
اللهم علمہ الحکمة۔ (بخاری جلد اول صفحہ 531)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے لگا کر دبا یا اور فرمایا: اے اللہ! اس کو حکمت اور دانائی عطا فرما!

مندرجہ بالا احادیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علم و فضل اور حکمت اور دانش پر واضح ثبوت ہیں بے شک اللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں اس طرح قبول فرمایا کہ آپ علم و حکمت میں پوری امت کے امام تسلیم کئے گئے آپ نے احکام اسلام اور دنو اہمی اور حلال و حرام اور بے شمار شرعی احکام و مسائل پر علم کے دریا بہ دیے اور اسی دعا مبارک کا اثر تھا کہ علم تفسیر فقہ اور دینی احکام میں آپ کو حبر امت تسلیم کیا گیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں آخری رات سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا تو جب آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو میں پھر آپ کے پیچھے ہٹ گیا پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے فرمایا: تیرا کیا حال ہے؟ میں نے تجھے اپنے برابر کھڑا کیا تو پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کے برابر کھڑا ہو آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ ﷺ میری اس بات سے متعجب ہوئے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے علم و فہم میں برکت فرمائے پھر میں نے دیکھا کہ آپ آرام فرما ہوئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے سونے کی حالت کی آواز سنی، پھر جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے حاضر ہوئے تو حضور کھڑے ہوئے آپ نے نماز پڑھائی اور وضو کا اعادہ نہ کیا۔

فقاہت و حکمت

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فہم علم اور حلم کے لحاظ سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے جس پر بعض صحابہ کرام سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس رویہ پر اعتراض کیا کرتے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے بچوں اور بیٹوں کے برابر ہیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں تو جب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک مشکل ترین مسئلہ سب کے سامنے پیش کیا جس کو سوائے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کوئی حل نہ کر سکا، اس پر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے دیکھ لیا اس وجہ سے میں ان کو اپنے قریب بٹھاتا ہوں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب کبھی کسی مشکل سے مشکل مسئلے کا حل مطلوب ہوتا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بلا تے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آتے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے: مشکل کشا آ گیا اور آپ بدری صحابہ مہاجرین و انصار کے مقابلہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو فہم علم اور قوت گویائی عطا فرمائی تھی یہ ان کا خاصہ تھا اسی لیے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان پر کسی کو مقدم نہیں جانتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس کے وصال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا ایسی شخصیت کا وصال ہوا جو سب سے زیادہ عالم اور بردبار تھے اور بے شک اس امت کو مصیبت پہنچی ہے جس کا کوئی حل نہیں آج اس عظیم شخص کا وصال ہوا جس کے مشرق اور مغرب والے سارے ہی مسلمان محتاج تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان نے فرمایا اللہ کی قسم آج سب سے زیادہ فقیہ دنیا سے رخصت ہوا۔ انہوں نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کتاب کے سب سے زیادہ عالم تھے جو اللہ نے اپنے محبوب پر نازل فرمائی۔

سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کثرت علم کی وجہ سے بحر کہتے ہیں۔

سیدنا محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے وصال پر فرمایا آج کے دن اس امت کا امام ربانی فوت ہوا ہے۔ (موسوع آل نبی الاطہار)



سیدنا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نام و نسب

یہ سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں، انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش اخلاقی سے ملے۔ یہ اپنے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک سال چھوٹے ہیں یہ بڑے سخی اور جواد تھے، ان کی سخاوت ضرب المثل تھی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کا والی اور حاکم بنایا تھا، نیز وہ سنہ 34ھ میں لوگوں کے امیر حجاج تھے اور ان کی عمر اس وقت 37 سال تھی، یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یمن کے حاکم رہے، ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ہر روز ایک اونٹ ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کرتے ان کے بھائی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا تو یہ اپنی سخاوت سے باز نہ آئے بلکہ سخاوت سے دوگنا کر دیا۔

سخاوت

ان کے سفر کا عجیب واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ایک سفر میں ایک اعرابی کے ہاں ٹھہرے، چوں کہ آپ انتہائی خوب صورت اور روشن چہرے والے تھے، اعرابی آپ کی آمد سے بہت خوش ہوا، اور اپنی بیوی سے کہا: آج ہمارے پاس ایک بہت مبارک شخصیت تشریف لائی ہے، کیا تیرے پاس ان کے کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ اس کی بیوی نے جواب دیا کہ سوائے اس بکری کہ جس کے دودھ پر تیرے بچے کا گزارہ ہے اور کوئی چیز نہیں، تو اس اعرابی نے اس بکری کو ذبح کر کے آپ کی مہمان نوازی کا انتظام کیا۔ سیدنا عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس گفتگو کو سن لیا تھا جو اعرابی اور اس کی بیوی کے درمیان ہوئی، تو رخصت ہوتے وقت آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا: پانچ سو دینار موجود ہیں جو ہمارے نان و نفقہ سے بچے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ اس اعرابی کو دے دو! اس نے کہا: سبحان اللہ! اس نے ایک بکری ذبح کر کے ہماری خدمت کی ہے جس کی قیمت زیادہ سے زیادہ پانچ یا دس درہم ہو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

گی، تو آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے وہ ہم سے زیادہ سخی ہے، جو اس کے پاس تھا وہ سب کچھ اس نے ہم پر خرچ کر دیا۔ جب یہ واقعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو جزا دے، دیکھو تو سہی یہ کس کا تخم ہے، یعنی کس کا بیٹا ہے اور کس خاندان سے اس کا تعلق ہے، اور ساتھ ہی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبید اللہ رضی اللہ عنہ جو دو کرم کی کان ہیں۔

آپ کے بارے میں کہا جاتا تھا جو شخص کمال فقہ اور سخاوت کا ارادہ رکھتا ہے وہ در عباس رضی اللہ عنہ پر جائے سیدنا فضل رضی اللہ عنہ کے کمال فقہ کی وجہ سے لوگ ایسا کرتے تھے۔

آپ کے وصال شریف کے بارے میں مختلف اقوال میں واقدی نے ذکر کیا کہ آپ کی وفات یزید کے دور حکومت میں ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے امیر معاویہ کے دور حکومت میں وفات پائی آپ کی عمر مبارک 98 سال تھی آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔



سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

آپ بھی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کے فضائل میں سے یہ فضیلت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے سب سے بعد نکلے آپ سے یہ بھی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے آخر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں دیدار کیا اور میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں اپنی امت کے حق میں دعائے مغفرت فرما رہے ہیں آپ بہت بڑے ادیب اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ لوگوں سے زیادہ صاحب فضل ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملے اور پھر ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ کا حاکم اور والی بنایا تھا۔ یہ برابر اسی عہدہ پر رہے یہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ یہ خلیفہ کا قول ہے اور زبیر نے بیان کیا ہے۔ ان کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا تھا۔ پھر سیدنا قثم بن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سعید بن عثمان بن عفان کے ہمراہ سمرقند چلے گئے اور وہیں شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 762)

روایت ہے کہ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو انہوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی ان میں رکوع اور سجود اور جلوس لبا کیا پھر اپنی سواری پر کھڑے ہو کر فرمایا میں نے ایسا اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و استعینوا بالصبر و الصلوة و انها لکبیرة الا علی الخاشعین۔



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدنا فضل ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے۔ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ سید الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل وفات دینے والوں میں آپ بھی تھے، پھر شام میں جہاد کرتے رہے۔ اردن کے علاقہ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 18 سال تھی۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں میں سے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں، اسی وجہ سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالفضل اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ لبا بہ بنت حارث رضی اللہ عنہ کی کنیت ام فضل رضی اللہ عنہ ہے، آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح مکہ اور جنگ حنین میں ساتھ رہے۔

آپ کے مناقب میں سے یہ بات بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کے وقت اپنے پاس سے حق مہر ادا کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع میں مزدلفہ سے منیٰ تک ان کو اپنا ردیف بنایا۔ اور ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے، خود فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لو اور مسجد میں لے چلو جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر بٹھایا پھر فرمایا لوگوں کو آواز دو کہ وہ مسجد میں میرے قریب آجائیں۔ آپ کے دیگر فضائل بھی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

مرتضی شیر حق اشجع الاحبین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسل صفا وجہ وصل خدا
باب فضل ولایت پہ لاکھوں سلام
اولین دافع اہل رفض و خروج
چاری رکن ملت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج
حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

آپ ﷺ چوتھے خلیفہ راشد و امام رسول ﷺ اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔

نسب نامہ

علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب رکھی۔

آپ کی والدہ محترمہ کا نام مبارک حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ علماء انساب نے تحریر کیا ہے کہ آپ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے شکم پاک سے ایک عظیم الشان اور مرد آہن ہاشمی بچہ پیدا ہوا۔ یہ محترم خاتون اسلام لانے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والوں میں سے قدیم الاسلام ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ولحییم وشمیم تھے، آپ کی پیشانی مبارک کشادہ اور چوڑی تھی۔ قد مبارک درمیانہ پیٹ مبارک قدرے بزرگ، داڑھی مبارک مناسب دراز، شانے مبارک چوڑے اور پرگوشت، رنگ مبارک سفید گندمی مائل اور کولہے بھاری اور پرگوشت۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان دس خوش قسمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک ہیں جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جنتی ہونے کی خوش خبری اور مژدہ سنایا۔

نیز آپ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بہت ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہ وجہ صغریٰ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی اس لیے آپ کو کرم اللہ وجہہ الکریم کہا جاتا ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ خارجی آپ کا نام لیتے وقت یہ بکواس کرتے: تھے سوّد اللہ وجہہ (العیاذ باللہ) ولہذا اہل سنت نے جب ان کی یہ بکواس سنی تو اس کے رد اور مقابلہ میں کرم اللہ وجہہ الکریم کہنا شروع کر دیا۔

اور جملہ صحابہ کرام سے آپ بے مثل و بے مثال عالم مفتی زبردست زاہد، سخی اور اعلیٰ درجہ کے خطیب اور قاضی تھے۔ بعض کتابوں میں آپ کا یہ قول مبارک ملتا ہے کہ آپ نے برس منبر فرمایا تھا:

سلونی ما شتم۔

اور یہ بھی لکھا کہ یہ دعویٰ صحابہ میں سے آپ کے سوا کسی نے نہ کیا اور اس کے تحت ایک واقعہ اور حکایت کتابوں میں درج ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ حضرت بتائیے اس وقت جبرائیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام تو ہی ہے جو بھیس بدل کر یہاں آئے ہوئے ہو۔ کیوں کہ میں نے زمین و آسمان میں اپنی نظر دوڑائی اور دیکھا مجھے اور کہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نظر نہیں آئے۔ اس لیے میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جبرائیل علیہ السلام تو ہی ہے۔

نیز آپ نے اس وقت ایمان قبول کیا جب آپ کی عمر مبارک بہ اختلاف روایات دس بارہ سال یا اس سے کچھ کم و بیش تھی۔ آپ اس قدر تارک دنیا تھے کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے دنیا! تم میرے پاس کس لیے آتی ہو؟ جا، میں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ مجھ سے دور چلی جا، میں تیری تروتازگی اور خوب صورتی کو پسند نہیں کرتا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فضائل سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل ایمان اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کا اسم گرامی علی ہے۔ کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے صاحب زادے ہیں۔ سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں اور سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد ہیں۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد جو کہ بلند درجہ اور صاحب فضیلت خاتون ہیں۔ آپ کی والدہ نے آپ کا اسم شریف حیدر رکھا۔ چوں کہ ولادت کے وقت حضرت ابو طالب موجود نہ تھے۔ جب وہ واپس آئے تو ان کو یہ نام پسند نہ آیا تو انہوں نے آپ کا نام علی رکھا۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق آپ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔ اس میں مورخین اور سیرت نگاروں کا اختلاف ہے کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک کیا تھی۔ چنانچہ اختلاف روایات کے مطابق کچھ نے پندرہ برس اور بعض نے چودہ برس لکھی ہے۔ اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ سن بلوغت سے پہلے اسلام لائے تھے۔ اس لیے آپ نے کبھی بتوں کی پوجا نہ کی۔

مدارج النبوت میں موجود ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے حسین و جمیل اور صاحب وجاہت تھے۔ سوائے غزوہ تبوک کے جملہ غزوات میں شامل ہوئے۔ غزوہ تبوک کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی اہل بیت کی خاطر گھر پر چھوڑ گئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب بازار جاتا تو سوائے منافقین اور بچوں اور بوڑھوں کے کوئی نظر نہ آتا۔ جس سے میں بے چین ہو جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیوں چھوڑ گئے ہیں۔ جب کہ معاذ اللہ میں منافق بھی نہیں ہوں اور جنگ کرنے کا اہل بھی ہوں۔ تو میں اسلحہ اور جنگی ساز و سامان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے روانہ ہو گیا اور آپ کو جا ملا۔ تو میں نے یہی عرض کی کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ آئے ہو جب کہ میں پوری بہادری سے جنگ و قتال کر سکتا ہوں، تو آپ نے فرمایا:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔

ترجمہ: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیری نسبت میرے ساتھ وہی ہو جائے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، مگر یہ کہ ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

خیبر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں علم عنایت فرمایا تھا۔ جب کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرحب کے

قلعہ کے فتح نہ ہونے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کل اس کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا کر دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار کرنے لگے کہ یہ شرف کس کو عطا ہوتا ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ چوں کہ آپ کی آنکھوں میں تکلیف تھی، صحابہ نے ذکر کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ جب صحابہ کرام نے ان کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو سید الانبیاء ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ تو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم مجھے ایسا لگا گیا کہ میری آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں، تو آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو علم دیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

و عن سهل بن سعد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غداً رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله و يحبه الله ورسوله فلما أصبح الناس غدوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم يرجون ان يعطاها فقال ابن علي ابن ابي طالب فقالوا هو يا رسول الله يشتكى عينيه قال وارسلوا اليه فاتي به فبصق رسول الله في عينيه فبرا حتى كان لم يكن به وجمع فاعطاه الراية فقال علي يا رسول الله اقاتلهم حتى يكونوا مثلنا قال انفذ علي رسلك حتى تنزل بساحتهم ثم ادعهم الى الاسلام واخبرهم بما يحب عليهم من حق الله فيه فوالله لان يهدي الله بك رجلاً واحداً خير لك من ان يكون لك حمر النعم۔ (متفق عليه مشکوٰۃ شریف صفحہ 563)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ شخص اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سب حاضر ہوئے، ہر ایک یہ آس لگائے ہوئے تھا کہ جھنڈا اُسے دیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: آنکھوں کے بیمار ہیں۔ فرمایا: انہیں بلاؤ! چنانچہ انہیں

لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب شریف اُن کی آنکھوں میں لگایا، وہ ایسے اچھے ہو گئے گویا انہیں درد تھا ہی نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں جھنڈا دیا تو علی پاک نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اُن سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں۔ فرمایا: اپنی نرمی پر جاؤ حتیٰ کہ اُن کے میدان میں اترو، پھر انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور انہیں اللہ کے اُن حقوق کی خبر دو جو اُن پر لازم ہیں اسلام میں۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے یہ تمہارے لیے اس سے اچھا ہے کہ تمہارے پاس سرخ اونٹ ہوں۔

اور مسلم شریف صفحہ 115 پر یہ حدیث پاک موجود ہے اور اس میں مرحب اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا دل چسپ مکالمہ اس طرح درج ہے:

وخرج مرحب فقال:

قد علمت خیر انی مرحب
شاک اصلح و بطل مجرب
اذا الحروب اقبلت تلہب

ترجمہ: مرحب اتراتا ہوا اور تلوار لہراتا ہوا آیا اور بولا خیر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے پوری طرح مسلح اور تجربہ کار بہادر ہوں۔ جب جنگ میں اترتا ہوں تو آگ کی طرح شعلے مارتا ہوں۔ تو اس کے جواب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فقال علی:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
کلیث غابات کریہ المنظرہ
او فیہم بالصاع کیل السندرہ

ترجمہ: میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ اس شیر کی طرح ہوں کہ جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ یعنی ببر شیر، ایسی صورت والا جس کو دیکھنے سے خوف آتا ہو۔ لوگوں کو ایک صاع کے بدلے پندرہ دیتا

ہوں یعنی دشمن کا وار اور حملہ سخت ترین وار کرنا جس سے اس کا کام تمام ہو جائے۔

چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔

اس حدیث مقدسہ کے تحت علامہ نووی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ رجز کیوں پڑھا کہ میں اسد ہوں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ مجھے شیر قتل کر رہا ہے۔ جس کا علم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بوجہ ولایت ہو چکا تھا تو آپ نے اس کو ڈرانے کے لیے فرمایا کہ وہ شیر میں ہی ہوں جس نے خواب میں تجھے قتل کیا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: من سب عليا فقد سبني۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

یہ اس لیے بھی درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شجرہ مبارک ایک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی

فرمایا ہے:

يا علي انا و انت من شجرة واحدة۔

اے علی! میں اور تو ایک ہی شجرہ سے ہیں۔

و عن زرین بن حبیش قال قال علی رضی اللہ عنہ والذی فلق الحبة و براء

النسمة انه لعهد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان لا یحبنی الا مؤمن و

لا یبغضنی الا منافق۔ رواہ مسلم

ترجمہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جان کو پیدا کیا کہ

مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد فرمایا کہ نہیں محبت کرے گا مجھ سے مگر مؤمن اور سوائے منافق کے کوئی مجھ سے

بغض نہیں رکھے گا۔

اس کے تحت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حب علی ایمان کی نشانی ہے اور بغض علی نفاق کی علامت ہے۔ مگر محبت سے مراد ہے سچی محبت نہ کہ محض

زبانی دعویٰ کی محبت اور سچی محبت تو صرف اہل سنت و جماعت کو حاصل ہے۔ سچی محبت کی چند علامات ہیں:

ایک یہ کہ اعمال میں اُن سرکار کی پیروی کرے۔ اُن کی مخالفت ہر گز نہ کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری

اولاد اور تمام دوستوں سے محبت کرے۔ کیوں کہ بغض صحابہ اور حب علی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
غضب تو دیکھو کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو صاحب زادوں سے محبت اور ان کی باقی صاحب زادیوں
اور صاحب زادوں سے عداوت۔ سیدنا حضرت ابو بکر بن علی، سیدنا عمر بن علی، سیدنا عثمان بن علی، ام کلثوم
بنت علی رضی اللہ عنہن سب آپ کی اولاد ہیں جو لوگ ان کو نہیں مانتے وہ محبت علی کیسے؟ اللہ ان کو ہدایت دے۔
اور خیبر والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

نقدیر الہی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فاتح خیبر ہوں اور اس فتح کا تاج ان کے سر رہے ورنہ اور صحابی بھی فتح
کر سکتے تھے جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ کسی بھی صحابی
کے بارے میں فرماتے وہ فتح کر لیتا۔ صحابہ کرام وہی تو ہیں جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے مثلاً
بیموک اور قادسیہ جیسی جنگیں فتح فرمائیں جیسا کہ کتب تواریخ گواہ ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک جنگ میں امیر لشکر بنا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تو دوران سفر مال غنیمت
میں سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک جا رہ کو اپنے قبضے میں لے کر اس سے صحبت کر لی تو آپ کے ساتھیوں میں سے
بعض نے آپ کے اس فعل کو اچھا خیال نہ کیا۔ اور اس کی شکایت بارگاہ رسالت میں کی تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے
اس طرز کی طرف التفات نہ کرتے ہوئے ناراضگی سے فرمایا کہ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ تم
ملی سے کیا چاہتے ہو؟

علی منی و انا منہ و هو ولی کل مؤمن۔

ترجمہ: علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد بھی میری امت کے ہر مومن کے ولی ہیں۔

صاحب ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، سوائے جعفر بن سلیمان کی حدیث کے کوئی نہیں جانتا۔

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ عن علی رضی اللہ عنہ عقم النساء ان یاتین
بمثل امیر المومنین علی ابن ابی طالب واللہ ما رایت ولا سمعت رئیساً یوزن
بہ۔ (نساء اہل البیت صفحہ 685,686)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عورتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ

جیسا جننے سے بانجھ ہو گئیں۔ اللہ کی قسم میں نے علی المرتضیٰ جیسا نہیں یعنی سردار نہ کوئی سنا نہ کوئی دیکھا۔
نیز اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر بعض یمنی لوگوں نے اسی قسم کی شکایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ رسالت میں
کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كنت مولاہ فعلى مولی۔

اور ایک روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں:

اللهم وال من والاه و عاد من عاداه۔

ترجمہ: اے اللہ! محبت کر اس سے جو علی سے محبت کرتا ہے اور دشمن رکھا اسے جو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ مولیٰ کے معنی دوست ہیں، جیسا کہ اگلے الفاظ نے اس کی وضاحت کر دی۔ اور مولیٰ کے معنی وہ نہیں
جو رافضی مراد لیتے ہیں۔ چوں کہ قرآن پاک میں یہ لفظ کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ اور سورۃ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فان الله هو مولاہ و جبریل و صالح المؤمنین۔

ترجمہ: پس بے شک اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا مددگار ہے اور جبرائیل اور تمام نیک مومن۔

اس جگہ لفظ مولیٰ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی مددگار اور دوست نہ کہ جو رافضی کہتے ہیں۔ یعنی خلیفہ بلا فصل

کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو کسی کا خلیفہ نہیں اور نہ ہی جبرائیل خلیفہ بلا فصل ہیں اور نہ ہی تمام نیک مسلمان۔

یاد رہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مولائے کائنات شیعہ نظریہ سے کہنا سراسر کفر ہے۔ اہل سنت و جماعت کو اس

سے سخت اجتناب اور پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ اگر مولیٰ بہ معنی محبوب جو کہ حدیث پاک کا تقاضا ہے اس معنی کے لحاظ سے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مولائے کائنات یعنی محبوب کائنات کہا جائے تو درست ہوگا۔ رافضیوں کے تشبہ کی وجہ سے احترام ہی

احوط اور بہتر ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ اہل ایمان کا حقیقی مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

فان الله هو مولکم نعم المولی و نعم النصیر۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مولیٰ ہے وہ بہت اچھا مولیٰ ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

سورۃ بقرہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو دعا تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی یہ الفاظ ہیں:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و ارحمنا انت مولنا۔

نیز پارہ نمبر 17 کی آخری آیت 78:

فاقيموا الصلوة و اتوا الزكوة و اعتصموا بالله هو مولكم فنعم المولى و نعم
النصير۔

ترجمہ: پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ (کی رستی) کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اس لیے کہ اللہ تمہارا مولا
ہے اور بہت اچھا مولا ہے اور اچھا مددگار ہے۔

بلکہ ان آیات مقدسہ نے مولیٰ کا معنی واضح فرما دیا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مولیٰ ہے اور اس معنی میں جو
کوئی کسی اور کو مولیٰ مانے وہ کافر اور مشرک ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ شیعہ اس حدیث کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ فرقہ الشیعہ مصنف ابی محمد الحسن بن
موسیٰ النونخی یہ شخص تیسری صدی ہجری کا گزرا ہے جو شیعوں کا قدیم ترین عالم ہے اور یہ کتاب المطبوعۃ الحیدریہ نجف کی
چھپی ہوئی ہے اور اس کے صفحہ 72 سے 73 میں اس کا معنی اور مطلب یوں لکھا ہوا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم انقطعت عند الرسالة فی حیاتہ فی الیوم
الذی امر فیہ بنصب علی بن ابی طالب للناس بغدیر خم فصارت الرسالة فی
ذلك الیوم فی علی ابن ابی طالب واعتلوا فی ذلك بقول رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من کنت مولاه فعلی مولی و ان هذا القول منه خروج من
الرسالة و النبوة و تسلیم منه فی ذلك لعلی ابن ابی طالب بامر اللہ عزوجل
وان النبی صلی اللہ علیہ و سلم بعد ذلك کان ماموماً لعلی محجوجاً بہ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت آپ کی زندگی مبارک میں ہی اسی روز ہی منقطع ہو گئی
جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو غدیر خم پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کرنے کا حکم دیا تو رسالت اسی دن سیدنا حضرت علی
رضی اللہ عنہ میں منتقل ہو گئی اور اس کی دلیل یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: من کنت مولاه فعلی مولی۔ تو یہ آپ کا
فرمان گویا کہ آپ کی طرف سے اس بات کا اعلان تھا کہ نبی اور رسول میں نہیں بلکہ میری نبوت اور رسالت ختم ہو گئی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اب نبوت اور رسالت اللہ کے حکم سے علی کو مل گئی۔ اور اس دن کے بعد حضرت علی امام ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ مقتدی بن گئے، یعنی حضرت علی نبی اور حضور ﷺ امتی بن گئے۔ العیاذ باللہ من هذا الکفر۔

حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا!!! تو کیا اہل سنت معاذ اللہ شیعوں کی پیروی کریں گے۔ اسی معنی میں اور اسی طرح سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مولائے کائنات کہیں گے۔ الحذر، الحذر: پرہیز، پرہیز!!

قرآن پاک میں ایک اور جگہ مولیٰ کے معنی دوست آیا ہے:

یوم لا یغنی مولیٰ عن مولیٰ شیئا و لا ہم ینصرون۔

ترجمہ: جس دن کوئی دوست کسی دوستی کے کام نہ آئے گا اور نہ ہی وہ مدد کیے جائیں گے۔

و عن ابن عمر قال اخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين اصحابه فعاد

على تدمع عيناه فقال اخيت بين اصحابك ولم تواخ بينى و بين احد فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم انت اخى فى الدنيا و الآخرة۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا تو حضرت

علی رضی اللہ عنہ آئے ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرایا مجھے

کسی کا بھائی نہ بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دین اور دنیا میں میرے بھائی ہو۔

و عن علی قال كنت اذا سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطاني و اذا

سكت ابتداني۔ رواه الترمذی (ص 419)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ سے مانگتا تھا تو آپ مجھے

عطا فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو آپ ﷺ مجھ سے کلام کی ابتدا فرماتے۔

و عن علی، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: فيك مثل من

عيسى لا بغضته اليهود حتى بهتوا امه و احبه النصارى حتى انزلوه بالمنزلة

التي ليست له، ثم قال: يهلك في رجلان محب مفرط يقرظني بما ليس في و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مبغض یحملہ شنائی علی ان یبہتنی۔ رواہ احمد (ص 423)

ترجمہ: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے جن سے یہور نے بغض رکھا حتیٰ کہ ان کی ماں کو تہمت لگائی اور ان سے عیسائیوں نے محبت کی حتیٰ کہ انہیں اس درجہ میں پہنچا دیا جو ان کا نہ تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بارے دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے محبت میں حد سے بڑھنے والے مجھے ان صفات سے بڑھائیں گے جو مجھ سے نہیں ہیں اور بعض بغض کرنے والے جن کا بغض اس پر ابھارے گا کہ مجھے بہتان لگائیں گے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو!

و سیہلک فی صنفان محب مفرط یدھب بہ الحب الی غیر الحق و مبغض مفرط یدھب بہ البغض الی غیر الحق و خیر الناس فی حالاً النمط الاوسط فالزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ و ایاکم و الفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب۔

ترجمہ: دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے ایک وہ گروہ جو دوست تو ہوگا مگر دوستی میں افراط کرے گا۔ اس کی محبت اسے باطل کے راستے پر لے جائے گی۔ دوسرا وہ طاغفہ کہ دشمنی میں حد سے تجاوز کر جائے گا اور اس کی دشمنی بے انداز اسے حق سے دور کرے گی۔ لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کریں گے۔ پس تم بھی اس جماعت کو اختیار کر لو اور سواد اعظم سے وابستہ ہو جاؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جماعت (حق) کی تائید کرتا فرماتا ہے اور تفرقہ سے بچو کیوں کہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے۔ جس طرح گلہ سے نکلنے والی بھیڑ بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے۔

(نسخ البلاغہ صفحہ 413، ترجمہ رئیس احمد جعفری)

عمر بن شاس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اذی علیا فقد اذانی۔

ترجمہ: جس نے علی کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

ابوسعید سے روایت ہے کہ لوگوں نے کسی معاملہ میں حضرت علیؑ کی بارگاہ رسالت میں شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے فرمایا کہ حضرت علیؑ کی شکایت نہ کیا کرو، مجھے اللہ عزوجل کی قسم ہے کہ وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ عزوجل کے راستے میں سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

لا تسبوا علیاً فانہ کان ممسوساً فی ذات اللہ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی کو کچھ نہ کہو کیوں کہ وہ عشق الہی میں دیوانہ ہو چکا ہے۔ یعنی فنا فی اللہ ہو گیا ہے۔ (کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 296)

نیز حدیث میں ہے:

مثل علی فی الناس مثل قل هو اللہ احد فی القرآن۔

(کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 148)

ترجمہ: حضرت علی کی مثال لوگوں میں اس طرح ہے جس طرح قرآن میں قل هو اللہ۔

من فارق علیاً فارقنی و من فارقنی فارق اللہ۔ (حدیث)

(کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 199)

ترجمہ: جس نے علی کو چھوڑا اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور جس نے مجھے چھوڑا اُس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔

حضرت علیؑ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا:

مرحباً بسید المسلمین و امام المتقین۔ (کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 2 صفحہ 150)

ترجمہ: خوش آمدید سید المسلمین اور امام المتقین کے آنے پر۔

ذکر علی عبادۃ۔ (کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 1 صفحہ 300)

ترجمہ: علی کا ذکر عبادت ہے۔

علی یظہر (کذاہنا و فی الجامع یزہو) فی الجنة ککوکب الصبح۔

(کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق جلد 1 صفحہ 388)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی جنت میں صبح کے ستارے کی طرح چمکیں گے۔

عن ابی ہریرۃ، قال قال علی بن ابی طالب یا رسول اللہ ای احب الیک انا ام

فاطمہ؟ قال فاطمة احب الی منک وانت اعز علیٰ منها۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 326)
ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؛ میں یا فاطمہ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ مجھے تجھے سے زیادہ پیاری ہے اور تو مجھے اُس سے زیادہ عزیز ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار صحابہ سے فرمایا:

یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتہم بہ لن تضلوا بعدہ ابدأ؟ قالو بلی یا رسول اللہ قال هذا علی فاحبوہ بحبی و اکرموہ بکرامتی فان جبرائیل علیہ السلام امرنی بالذی قل لکم عن اللہ عزوجل۔ (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 179)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ انصار! کیا میں تم کو نہ بتاؤں اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑا تو تم اس کے بعد ہرگز کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا یہ علی ہیں اس سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے اور اس کا احترام کرو میرے احترام کی وجہ سے پس بے شک جبرائیل علیہ السلام نے اس بات کا مجھے حکم دیا جو میں نے تم سے کہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

فقال: لا تشکوا علیاً فواللہ انہ لاخشی فی ذات اللہ او فی سبیل اللہ۔ (مجمع الزوائد)
حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب لوگوں سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو فرمایا:
حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، پوچھا گیا: مردوں میں سے؟ تو فرمایا: اس کا خاوند یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

عن علی قال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم الی الیمن و انا حدیث السن لیس لی علم بالقضاء فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم صدری و قال اذهب فان اللہ سیهدی قلبک و ثبت لسانک قال فما شککت فی قضاء بین اثین بعد۔

ترجمہ: سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا: حضور! میں کم سن ہوں، مجھے قضا نہیں آتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: جا

بے شک اللہ تعالیٰ تیرے دل کو سیدھا رکھے گا اور زبان کو ثابت۔ تو فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی فیصلہ کرنے میں غلطی نہیں کی۔

و عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا دار الحكمة و على بابها۔
رواہ الترمذی

ترجمہ: انس سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

و فی روایة: انا مدينة العلم و فی روایة المصابیح انا دار العلم۔

ترجمہ: ایک روایت میں حکمت کی جگہ علم ہے اور مصابیح کی روایت میں انا دار العلم ہے۔

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و المعنی علی ای باب من ابوابها۔

یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کا شہر ہیں اور اس کے دروازوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک دروازہ ہیں۔

لیکن سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تخصیص تعظیم کا فائدہ دیتی ہے اور وہ اسی طرح کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض صحابہ

کی نسبت ان سب سے عظیم اور سب سے زیادہ عالم ہیں یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک تمام صحابہ رسول بہ منزلہ دروازوں کے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اصحابی كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم۔

ترجمہ: میرے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

باقی رہی یہ روایت سند کے لحاظ سے اس پر خود امام ترمذی فرماتے ہیں:

هذا حديث غريب منكر۔

یعنی یہ منکر روایت ہے۔

اور علمائے کرام خوب سمجھتے ہیں کہ منکر روایت کا کیا حکم ہے اور جس روایت کے یہ الفاظ آئے ہیں۔

انا مدينة العلم۔

اس کے متعلق الامام ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی دمشقی لکھتے ہیں:

یعنی ہذا حدیث باطل۔

یعنی یہ روایت باطل ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات جلد اول صفحہ 793)

اور وہ جو دیلمی کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

انا مدینة العلم و ابو بکر اساسہا و عمر جدارہا و عثمان سفہا و علی بابہا۔

اس کا ترجمہ حضرت میاں محمد بخش گڑھی شریف والے نے اس طرح کیا:

مسند الفردوسی اندر دیلمی نے آندا

سرور عالم شاہ نبیاں ایہہ آہا فرماندا

شہر علم دا میں ہاں یارو ابوبکر بنیاداں

عمر دیوارا تے چھت عثمان ہے در حیدر شاداں

اس ساری روایت کا وہی حال ہے جو کچھلی روایتوں کا ہے۔ یعنی ان میں سے از روئے سند کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔

حدثنا قتیبہ نا جعفر بن سلیمان عن ابی ہارون العبدی عن ابی سعید

الخدیری قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار بیغضہم علی ابن

ابی طالب۔ ہذا حدیث غریب وقد تکلم شعبۃ فی ابی ہارون عبدی۔

ترجمہ: ابوسعید سے روایت ہے کہ ہم منافقوں کو پہچانتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے۔

یہ روایت کئی وجوہات کی بنا پر ناقابل احتجاج و اعتبار ہے:

اولاً اس لیے کہ یہ روایت صراحتاً اور کھلم کھلا قرآن پاک کے خلاف ہے کیوں کہ قرآن مجید میں کئی مقامات اور

سورتوں میں منافقین کی پہچان اور علامتیں بیان ہوتی ہیں۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی چند آیات لکھی جاتی ہیں:

پارہ اول و من الناس سے لے کر یعنی پورے رکوع میں ہی منافقین کی علامتیں بیان ہوئی ہیں۔ اور اس پر

تمام مفسرین کا اتفاق ہے بلکہ بعض شیعہ مفسروں نے بھی یہی بات تحریر کی ہے کہ اس رکوع میں منافقین کی علامات اور

نشانیوں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔

اور سورۃ النساء پارہ 5 آیت نمبر 60, 61 پر منافقین کی علامتیں اس طرح بیان ہوئی ہیں:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الم تر الى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك و ما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت و قد امروا ان يكفروا به و يريد الشيطان ان يضلهم ضلالاً بعيداً و اذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله و الى الرسول رايت المنافقين يصدون عنك صدوداً۔

ترجمہ: تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتر اور اس پر جو تم سے پہلے اتر پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا بیچ بنا لیں حالانکہ ان کو یہ حکم تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر دے، دور کا گمراہ کرنا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اور اسی طرح منافقین کا مسجد ضرار تعمیر کرنا کفر کرنے اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے، اس میں بھی منافقین کی علامتیں ہیں۔

پھر یہ کہ سورۃ المنافقون پوری کی پوری منافقین کی علامتوں اور نشانیوں سے بھری پڑی ہے۔ اور اس میں منافقین کی یہ بھی علامت اور نشانی بیان فرمائی گئی ہے کہ

هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا و لله خزائن السموات و الارض و لكن المنافقين لا يفقهون۔

ترجمہ: وہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ پریشان ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آسمان و زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔

اور اس آیت میں صاف طور پر یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین صحابہ کرام کے دشمن ہیں۔ یعنی دشمنان صحابہ کو منافق فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں سوائے صحابہ کرام کے وہ کون لوگ تھے جن سے عداوت اور دشمنی کی بنا پر منافقین کہتے تھے کہ ان پر مال خرچ نہ کرو انہیں کچھ نہ دو۔ ظاہر ہے کہ وہ صحابہ ہی تھے اور ان کے دشمن از روئے قرآن منافق قرار پائے۔

ثانیاً یہ روایت کئی اور احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے مثلاً بخاری شریف جلد اول صفحہ 10 پر حضرت امام بخاری

ﷺ نے ترجمہ باب قائم کیا ہے:

باب علامة المنافق: عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف و اذا ائتمن خان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں کی علامتیں تین ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب وعدہ کرتا ہے وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب امین بنایا جاتا ہے تو خیانت کرتا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً ومن كانت فیہ خصلۃ منهن كانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعها اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا اعهد غدر و اذا خاصم فجر۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں منافقت کی ایک خصلت پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے جب امین بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو دھوکہ دیتا ہے اور جب جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔

نیز اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تخصیص نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی سے بغض و عناد نفاق کی دلیل ہے اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں کیوں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے صحابی ہیں۔

اور حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ نے باب قائم کیا ہے:

علامة الايمان حب الانصار و آية النفاق بغض الانصار۔

اس کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے اور بغض انصار علامت نفاق ہے۔ (بخاری جلد اول صفحہ 7)

تو جس طرح بغض انصار منافقوں کی علامت ہے اور ان کی محبت علامت ایمان ہے ٹھیک اسی طرح بغض علی بھی

علامت نفاق اور حب علی علامت ایمان ہے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمایا گیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و عن عبد اللہ بن مفضل ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ اللہ
فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم غرضا من بعدی فمن احبہم
فیحبی احبہم ومن ابغضہم فیبغضی ابغضہم و من اذاہم فقد اذانی و من
اذانی فقد اذی اللہ و من اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔ رواہ الترمذی

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مفضل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو
میرے صحابہ کے بارے میں پھر اللہ سے ڈرنا، اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان
پر طعن نہ کرنا، پس جس نے ان سے محبت کی تو سمجھو کہ اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُس سے محبت کی اور
جس نے ان سے بغض رکھا تو اُس نے میرے بغض کی وجہ ان سے بغض رکھا، تو جس نے ان کو تکلیف دی
اُس نے مجھ کو تکلیف دی، تو جس نے اللہ کو تکلیف دی تو عن قریب وہ اسے پکڑے گا۔

مثالیہ روایت از روئے سندنا قابل اعتبار ہے اس کے تمام رواۃ پر جرح موجود ہے:

اس کا پہلا راوی قتیبہ۔ اس کے بارے میں دیکھو: تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 544 تا 545۔

یہ شخص منکر روایتیں بیان کرنے والا بلکہ موضوع روایات لکھنے اور ذکر کرنے کا عادی ہے۔ حدیث روایت کرنے

میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اور مدلس قسم کا ہے۔

دوسرا راوی جعفر بن سلیمان ہے جو کہ رافضی ہے۔

(میزان الاعتدال جلد اول صفحہ 411، تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ 381)

یہ شخص شیخین کریمین کو سب و شتم بکنے والا سخت قسم کا شیعہ ہے۔

اور آخری راوی ہارون عبدی ہے۔ اس کا نام عمارہ ہے۔ اس کے متعلق میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 173، 174

میں ملاحظہ کریں!

و قال احمد: لیس بشیء۔ و قال ابن معین: ضعیف لا یصدق فی حدیثہ۔ و قال

النسائی: متروک الحدیث۔ و قال الدارقطنی: متلون خارجی و شیعہ فیعتبر

بما روی عنہ الثوری۔ و قال ابن حبان: کان یروی عن ابی سعید ما لیس من

حدیثہ۔ و روی معاویة بن صالح عن یحییٰ ضعیف۔

ترجمہ: احمد نے کہا: یہ کوئی شے نہیں ہے۔ ابن معین نے کہا: ضعیف ہے، اس کی حدیث کو سچا نہ مانا جائے۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے، وہ ڈرامہ باز خارجی اور شیعہ ہے، پس اعتبار کیا جائے اس کا جو ثوری سے روایت کرتا ہے۔ اور ابن حبان نے کہا: وہ ابی سعید سے وہ روایت کرتا تھا جو اس سے نہیں تھی۔ اور معاویہ بن صالح یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔

یحییٰ القطان، قال: قال شعبة كنت اتلقى الركبان اسال عن ابی ہارون العبدی، فقدم فرايت عنده كتاباً منكرة في على رضى الله عنه، فقلت ما هذا الكتاب؟ قال هذا الكتاب حق۔

ترجمہ: یحییٰ قطان بیان کرتا ہے کہ شعبہ نے کہا: میں رکبان میں اس سے ملا، میں نے اس سے ابی ہارون عبدی کے بارے میں پوچھا، پس وہ آگے بڑھا تو میں نے اس کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت منکر چیزیں تھیں، تو میں نے پوچھا: یہ کیا کتاب ہے؟ اس نے کہا: یہ سچی کتاب ہے۔

قال القطان: لم يزل ابن عون يروى عن ابی ہارون حتى مات قال الجوزجانی ابو ہارون كذاب مفتر۔

ترجمہ: قطان نے کہ ابن عون ابی ہارون سے مرتے دم تک روایت کرتا رہا۔ جوزجانی نے کہا کہ ابو ہارون بہت بڑا جھوٹا اور افتر باز ہے۔

سمعت بهز بن اسد، سمعت شعبة يقول اتيت ابا ہارون فقلت له اخرج الى ما سمعته من ابی سعید فاخرج الى كتاباً فاذا فيه حدثنا ابو سعید ان عثمان ادخل حفرة وانه لكافر بالله، فدفعت الكتاب في يده و قمت۔

ترجمہ: بہز بن اسد نے کہا کہ میں نے شعبہ سے سنا وہ کہتا تھا میں ابو ہارون کے پاس آیا میں نے اسے کہا میرے سامنے وہ بیان کرو جو تو نے ابو سعید سے سنا۔ اس نے میرے سامنے ایک کتاب نکالی تو اس میں یہ تھا کہ ابو

سعید نے ہم سے بیان کیا کہ بے شک حضرت عثمان جب قبر میں اتارے گے تو بے شک وہ کافر تھے تو میں نے کتاب کو اس کے سامنے پھینک دیا اور کھڑا ہوگا۔ (یعنی وہاں سے چلا آیا)

قال سلیمانی سمعت ابا بکر بن حامد یقول سمعت صالح بن محمد ابا علی وسئل عن ابی ہارون العبدی فقال اکذب من فرعون۔

ترجمہ: میں نے ابو بکر بن حامد سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو علی صالح بن محمد سے سنا اور اُس سے ہارون عبدی کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا کہ وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔

یاد رہے کہ یہ روایات جس ابوسعید نامی بندہ سے روایت کی گئی ہیں وہ شخص صحابی رسول سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نہیں ہے بلکہ وہ محمد بن سائب الکلبی شیعہ ہے جس کی کنیت اُس کے خبیث شاگرد عطیہ نامی شخص نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے ابوسعید رکھی ہوئی ہے۔ جب وہ (عطیہ) اپنے استاد الکلبی شیعہ سے روایت کرتا تو کہتا مجھ سے ابوسعید نے بیان کیا ہے۔ جس سے اکثر محدثین و مؤرخین اسے صحابی رسول سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سمجھ بیٹھتے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 144، میزان الاعتدال جلد 3 صفحہ 79,80)

علاوہ ازیں قابل غور بات ہے!

آخر منافقوں کو دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ صرف سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہی بغض و عناد کیوں تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بار بار بارگاہ رسالت سے منافقوں کی گردن مار دینے کی اجازت طلب کرتے رہے، جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے اور جملہ مفسرین نے پارہ نمبر 5 سورۃ النساء کی آیات 64, 65 کا شان نزول ہی یہ بیان فرمایا ہے کہ جب غیظ المنافقین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا تھا تو وہ منافقین بجائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کیسے دشمن سمجھتے تھے اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان ہے کیوں کہ ان کی محبت عین محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان سے بغض و عناد رکھنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد رکھنا ہے۔ لیکن یہ بھی درست نہیں کہ حب علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ دشمن علی رضی اللہ عنہ قرار دے کر منافق تسلیم کر لیا جائے۔ یہ روافض کی ذہنیت ہے کیوں کہ وہ روافض خناس ذریت شیطان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا دشمن خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اصحاب رسول ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ کو اپنے بغض و عناد کی وجہ سے اُن کو خلافت سے محروم کیا اور اس سلسلے میں من گھڑت اور بے بنیاد قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اُن کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا اور صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکموں سے انحراف کیا ولہذا تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے (نعوذ باللہ من ذالک) اس طرح کی جعلی اور بناوٹی محبت علی کو اہل ایمان اہل سنت ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتے جس سے سارا دین ہی برباد ہو جائے۔ چوں کہ محبت علی ہر مسلمان کے رگ و ریشے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جس کی وجہ سے دشمنانِ دین روافض جعلی اور جھوٹی روایات اختراع کر کے اہل سنت کو ہمیشہ سے دھوکہ دیتے آئے ہیں۔ ولہذا ترمذی کی مذکورہ بالا روایت جس کے متعلق ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں اُن کی ایسی ہی کارروائیوں میں سے ایک کارروائی ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے جس قدر جھوٹی روایات وضع کی گئی ہیں اور جس قدر جھوٹ اور کذب آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور کسی شخصیت کے بارے میں نہیں کیا گیا۔ (ملاحظہ کریں! میزان الاعتدال صفحہ 436)

سیدنا امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عام طور پر جو سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت کیا جاتا ہے یا آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے اکثر باطل ہوتا ہے۔

النظر الی وجہ علیّ عبادۃ کی تحقیق

اس روایت کو تقریباً تمام علمائے اسماء الرجال اور محدثین نے موضوع اور باطل لکھا ہے۔ ہاں باعتبار معنی اور مفہوم کے درست ہو سکتی ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

لا تمس النار مسلماً رانی او رای من رانی۔

ترجمہ: اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے کو دیکھنا از قسم عبادت ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو امام الاولیاء اور سید الاولیاء ہیں تو بلاشبہ عبادت ہونا ہی چاہیے، صرف آپ کی تخصیص نہیں ہے بہت ساری احادیث و روایات میں والدین کو دیکھنا بھی عبادت بلکہ حج مبرور کے برابر ثواب ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مولانا روم فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
پیر کامل صورت ظل الہ
یعنی دید پیر دید کبریا
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیا

میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہر ہر سخن شریف انہاں دا محرم کردا رازوں
حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کلام یا اشعار ہیں:
مرشد دادیدار اے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

سیدنا حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں: تصور شیخ اللہ کے ذکر سے
بھی بہتر ہے۔

چوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ امام الاولیاء ہیں اس لیے ان کی زیارت بہ طریق اولیٰ عبادت ہی نہیں بلکہ ہماری زندگی بھر
کی عبادتوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

عن ابن عباس، قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: حب علي بن ابي
طالب ياكل السيئات كما تاكل النار الحطب۔ (تاریخ بغداد جلد 4 صفحہ 417)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی
محبت گناہوں کو کھا جاتی ہے جیسا کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

اس روایت کے راوی سب کے سب معروف اور ثقہ ہیں اور متن روایت پر اگرچہ بعض حضرات نے باطل اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس کی سند کی ترکیب پر بحث کی ہے۔

سیدنا علیؑ جب کوفہ کے بازار میں تاجروں اور دکانداروں کی نگرانی کے لیے تشریف لے جاتے تھے آج کل کی زبان میں جس کو دورہ کہتے ہیں۔ آپ گاہے بہ گاہے بازار پر چھاپے مارتے تھے چوں کہ کوئی لوگ بے ادب اور بدتمیز تھے۔ آپ کو دیکھ کر کہتے کہ وہ پیٹو آ گیا پیٹو آ گیا، کیوں کہ آپ کا شکم مبارک قدرے بزرگ تھا تو اس لیے وہ یہ بدتمیزی کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے سن لیا، آپ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے نچلے حصے میں خوراک ہے اور اوپر سب علم بھرا ہوا ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

نچلے حصہ میں چربی اور اس کے اوپر علم ہے۔

يقولون عظيم البطن ، قال اسفله طعام و اعلاه علم۔

ایک اور روایت میں ہے:

يعنون عظيم البطن فيقول لهم ان اسفله شحم و ان اعلاه علم۔ (کتاب السنۃ لابن بکر خلال)
یہ چند احادیث و روایات سیدنا خلیفہ چہارم امام المسلمین سید الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰؑ کی شان میں پیش کی گئی ہیں، مگر آپ کی شان عظمت اس سے بہت بلند و بالا ہے جو کہ تحریر کی گئی ہے۔ بعض کتب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کریم کی شان میں 300 آیات نازل ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان روایات کی کوئی صحیح سند نہیں ہے، لیکن راقم الحروف کے نزدیک وہ تمام آیات قرآنیہ جن میں مہاجرین اور مجاہدین اور عابدین کا ذکر ہے میں سیدنا علیؑ شامل اور داخل ہیں۔ قرآن مجید کی جن آیات میں اچھے اور نیک لوگوں کی اوصاف بیان کیے گئے ہیں وہ تمام صفتیں آپ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام کا ذکر کیا جائے تو سیدنا علیؑ ان میں امتیازی شان سے شامل ہیں، کیوں کہ بعد از خلفائے ثلاثہ باقی سب سے افضل ہیں۔ اگر مجاہدین کا ذکر کیا جائے تو آپ جیسا کوئی بہادر اور دلیر بہت کم ہی نظر آئے گا۔ بحیثیت عابد اور زاہد آپ پوری امت میں ممتاز نظر آتے ہیں اور بحیثیت قاضی اور جج اگر دیکھا جائے تو آپ جیسا کوئی قاضی نہیں جیسا کہ خود سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ ہم میں ابی بن کعبؑ جیسا کوئی قاری نہیں اور علیؑ جیسا کوئی قاضی نہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اگر علم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ تقریباً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم اور سب سے بڑے مفتی ہیں۔ الغرض آپ کی خصوصیات بہت زیادہ ہیں۔ اگر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو ان میں بھی آپ کا تذکرہ آئے گا۔ خلفائے راشدین کا ذکر کیا جائے تو ان میں بھی آپ کا ذکر آئے گا اور اگر عشرہ مبشرہ کا ذکر ہو تو ان میں آپ موجود ہوں گے۔

اگر شہداء کا ذکر ہو تو آپ اعلیٰ درجہ کے شہید ہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے علی! تجھے سب سے بدتر شخص شہید کرے گا۔ آپ کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ آپ بچوں میں سب سے اول ایمان لانے والے ہیں بلکہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے آپ یعنی علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور آپ کی خصوصیات میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے داماد ہیں بلکہ ایک واسطہ سے آپ رسول اللہ کے دوہرے داماد ہیں۔ کیوں کہ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ان کی وصیت سے ہی سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد نکاح کیا۔ چوں کہ سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دختر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس طرح سے بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہوئے ولہذا آپ بھی سیدنا امام مظلوم عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد ہوئے۔

عن ام سلمة، قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول علي مع القرآن والقرآن مع علي لا يفتركان حتى يردا علي الحوض۔
ترجمہ: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں جدا جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

عن عائشة، قالت رایت النبی التزم علیہا و قبلہ و هو یقول بابی الوحید شہید۔
ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے معانقہ کرتے ہیں اور انہیں بوسہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا باپ قربان ہو تو بے مثل شہید ہے۔

عن عائشة ان النبی قال: خیر اخوتی علی و خیر اعمامی حمزة۔
ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی میرا بہترین بھائی ہے اور سید

الشہدا میرا بہترین چچا ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعة لا یجتمع حبہم فی قلب منافق و لا یحبہم الا مؤمن ابوبکر و عمر و عثمان و علی۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں نہیں جمع ہوگی ان کی محبت منافق کے دل میں اور نہیں محبت کرے گا ان سے مگر مومن؛ وہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی ہیں۔

عن ابی ہریرۃ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی حراء ہو و ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر فحرکت الحجر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اهدنی فما علیک الا نبی او صدیق او شہید۔

(متعدد کتب احادیث)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ غار حرا پر تشریف فرما تھے اور سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر و سیدنا عثمان و سیدنا علی و سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم آپ کے ہمراہ تھے تو پہاڑ حرکت میں آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہر نہیں ہے تجھ پر مگر ایک نبی و صدیق و شہید۔

ان حضرات کا آپس میں پیار و محبت

پس روزی ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ مجتمع شدہ گفتند رسول خدا خطبہ سادات و اشراف قریش رد فرمود گمان ما آن است کہ رسول فاطمہ را بہ علی خواهد داد پس بطلب امیر المؤمنین برخاستند و اوراد نخلستانی از انصار یافتند کہ آں را آب می داد بہ اجرت چوں ایشان را بدید رطبی چند کہ حق وی بود حاضر ساخت تا بخوردند و ایشان صورت حال بہ عرض رسانیدند ابوبکر گفت یا علی خدائے تعالیٰ مجامع فضل و شرف و سخاوت و شجاعت در وجود تو جمع کردہ و ترابہ انواع کرامت مخصوص ساختہ و بیخ خصالتی از خصائل پسندیدہ ندانیم مگر کہ در تو موجود است و مکان و مرتبہ و قرابت و صحبت و متابعت تو با رسول بر ہیچ کس پوشیدہ نیست اشراف قریش ہمہ خواست گاری فاطمہ کردند رسول اہا کرد و تو خطبہ نکر دی امتناع تو از این چیست و تو می دانی کہ شرف دنیا و آخرت در نکاح او باز بستہ و گمان ما آنست کہ خدا و رسول اورا برای تو باز گرفتہ اند حضرت از استماع این سخن آب در دیدہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مبارکش بگردانید فرمود مرا رغبت بسیار است اما مانع خطبہ دو چیز است درویشی و تنگ دستی و دیگر حیا از رسالت کہ در مواجہ این سخن رابا و باز گویم ای شاں گفتند ترا بہر حال خطبہ باید کرد۔

(خلاصہ السنن مصنفہ ملاح اللہ کاشانی جلد چہارم صفحہ 49)

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ ایک دن سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم کٹھے ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عقد نکاح کے بارے میں سرداران قریش کی درخواست کو رد فرمایا۔ یعنی کسی کو قبول نہیں کیا۔ ہمارا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رشتہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکل پڑے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے باغ میں مزدوری کرتے ہوئے پایا۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو کچھ تر کھجوریں ان کی خدمت میں پیش کیں خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! تجھ کو تمام خصلتیں اور بزرگیاں سخاوت اور شجاعت عطا فرمائی ہیں اور ہر قسم کی بزرگی اور کرامت سے تجھ کو نوازا ہے۔ کوئی ایسی پسندیدہ خصلت نہیں ہے جو تم میں موجود نہ ہو۔ علاوہ ازیں تیرا مقام و مرتبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و محبت اور مطابقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سرداران قریش نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواست گاری کی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا، تو نے رشتہ طلب کیوں نہیں کیا اور کس چیز نے تجھ کو اس سے باز رکھا تو نہیں جانتا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ میں دنیا و آخرت کی بھلائی وابستہ ہے، ہمارا یہی گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رشتہ تجھے دینا چاہتے ہیں، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے رغبت بہت ہے مگر دو چیزیں ہیں جو مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ رشتہ طلب کرنے سے روکتی ہیں، ان میں ایک درویشی اور تنگ دستی ہے اور دوسری چیز سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم و نیا، تاہم ان حضرات نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ابھارا اور تیار کیا۔

پس روایت کردہ اندروزی ابوبکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسول نشستہ بودند و سخن مزاحب حضرت فاطمہ را در میان آوردند پس ابوبکر گفت کہ اشرف قریش خواستگاری او از آن حضرت نمودند حضرت در جواب ای شاں فرمود کہ امر او بہ سوی پروردگار اوست خواهد کہ اورا تزویج نماید خواهد نمود و علی بن ابی طالب در این باب با حضرت سخن گفت و کسی نیز برای آن حضرت سخن گفت و گمان ندارم کہ چیزی مانع شدہ باشد

اور اگر تنگ دستی و آں چہ می دانم آنست کہ خدا و رسول فاطمہ زگاہ نداشتہ اند مگر از برای او پس ابو بکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ بر خیزید بہ نزد علی بردیم و اورا تکلیف نمایم کہ خواست گاری فاطمہ بکند اگر تنگ دستی اورا مانع شدہ باشد ما اورا در ایں باب مدد کنیم سعد بن معاذ گفت کہ بسیار درست دیدہ و برخواستند بہ خانہ امیرالمومنین رفتند آں جناب را در خانہ نیافتند الی آخرہ۔ (جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی مطبوع تہران صفحہ 121)

ترجمہ: ایک دن سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر اور سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی شریف میں بیٹھے آپس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں ذکر فرما رہے تھے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اشراف قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواباً فرمایا کہ اس کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ اس کو تجویز کر سکتا ہے اور علی بن ابوطالب نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں کہا اور نہ اور کسی نے ان کی طرف سے بارگاہ رسالت میں ذکر کیا۔ ہمارا گمان ہے سوائے غربت کے کوئی چیز علی رضی اللہ عنہ کو مانع نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے ہی کرنا چاہتے ہیں پس سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کرو اگر تنگ دستی اسے اس سے باز رکھتی ہے تو ہم ان کی مالی مدد و اعانت کریں۔ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے کہا بہت اچھا یہ کہہ کر تینوں حضرات کھڑے ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہاں نہ پائے گئے کیوں کہ اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو لے کر گئے تھے اور ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشید کر رہے تھے اور آگے لکھا ہے یہ لوگ باغ میں گئے جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس لیے تشریف لائے ہو؟ تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے علی! نیک خصلتوں میں کوئی خصلت نہیں ہے جو تجھ میں موجود نہ ہو بلکہ تم اس خصلت میں سب سے اعلیٰ ہو۔ تمہارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو روابط یگانگی اور وجاہت دائمی و نصرت مددگاری اور جو روابط معنوی ہے وہ معلوم ہے۔ جمیع قریش نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ کیا اور جواب دیا اس کا اختیار پروردگار کو ہے۔

اور آگے لکھتا ہے:

زیرا کہ مراگمان است کہ خدا و رسول اور ابرامی تو نگاہ داشته اند و از دیگران منع می کند چون حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس سخنان را از ابو بکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فروریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی و آرزوی کہ در سینہ من پنہاں بود بہ جاں آوردی کہ باشد کہ فاطمہ را نخواہد ولیکن من بہ اعتبار تنگ دستی شرم می کنم۔ (جلاء العیون صفحہ 121)

ترجمہ: اور ہم کو گمان ہے کہ خدا و رسول نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے لیے رکھا ہے اور باقی لوگوں سے منع کیا ہے۔ جب جناب امیر نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ کلام سنا تو آنسو چشم ہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا کہ میرا اندرونی غم اور خواہش تم نے تازہ کیا اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواست گاری نہ چاہتا ہو لیکن مجھے تنگ دستی اور غربت کی وجہ سے شرم آتی ہے۔

ان لوگوں نے جس طرح ہوا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس بات پر آمادہ کیا اور ایسی بات متعدد کتب شیعہ میں موجود ہے۔ چنانچہ کشف الغمہ جلد اول صفحہ 354 پر روایت ہے۔

دیگر بہت سی کتابوں میں موجود ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت میں روانہ کر کے یہ حضرات اس انتظار میں کھڑے رہے کہ دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیتے ہیں اگر ہماری ضرورت پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں علی رضی اللہ عنہ کی سفارش کر دیں، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر ان کو یہ خبر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درخواست کو قبول فرما لیا۔ تو یہ سن کر یہ تینوں حضرات خوش ہوئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک دی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے عقد شریف کا ارادہ فرمایا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرے پاس کیا ہے؟ عرض کیا: حضور! میرے پاس صرف ایک زرہ اور تلوار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زرہ کو فروخت کر آؤ! تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ زرہ فروخت کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستہ میں امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا: اے علی! کہاں جا رہے ہو؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تمام واقعہ بیان کیا، فرمایا: میں زرہ فروخت کرنے جا رہا ہوں۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو کس قدر رقم درکار ہے؟ یہ کہہ کر چار سو درہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیئے، جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زرہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کو دینا چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر زرہ واپس کر دی کہ میری طرف سے یہ آپ ہدیہ سمجھیں۔
بعض کتب میں یہ بھی موجود ہے کہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مزید رقم کی ضرورت پڑے تو مجھے بتائیے، میں حاضر کر دوں گا۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رقم لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے یہ رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ معلوم کیا رقم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بہ طور اعانت اور مدد دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! تو عثمان پر راضی ہو جا، کیوں کہ میں بھی اس سے راضی ہوں۔

اور پھر فرمایا:

پس یک کف از آن زر گرفت بلال را طلبید بہ اوداد گفت از برائے فاطمہ بوی خوش بگیر پس دو کف از آن در اہم برگرفت و بابو بکر داد فرمود برو بازار و از برای فاطمہ بگیر آنچه اوراد رکا راست از جامہ و اثاث البیت عمار بن یاسر و جمعی از اصحاب را از پی او فرستاد ہمگی بازار در آمدند ہر یک از ایشاں چیزی را اختیار کردند بابو بکر می نمودند وہ مصلحت اومی خریدند۔

ترجمہ: پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے عطر خوشبو لے آؤ، پھر ان میں سے دو مٹھیاں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیں اور فرمایا: بازار جاؤ اور کپڑا وغیرہ جو کچھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مناسب سمجھو لے آؤ۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد بھیجا اور جب سب بازار پہنچے ان میں سے جو شخص کوئی چیز خریدتا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خریدتا، کیوں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

(ہلاء العیون صفحہ 126، تاریخ التوارخ در ذکر فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صفحہ 54 جلد اول)

ثم قبض رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم من الدارهم بكتلتا يديه فاعطاه ابابكر وقال ابتع لفاطمة ما يصلحها من ثياب واثاث البيت و اردفه بعمار بن ياسر وبعده من اصحابه فحضروا السوق فكانوا يعترضون الشيء مما يصلح فلا يشترونه حتى يعرضوه على ابى بكر فان استصلحه اشتروه۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تقریباً یہی مضمون درجنوں کتب شیعہ میں موجود ہے۔ بہ غرض اختصار و اجتناب از طوالت اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جب سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ پیاری صاحبِ زادی کے جہیز خریدنے کا وقت آتا ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں کہ خود تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ اپنی جگہ اپنے یارِ غار اور تمام صحابہ سے زیادہ پیارے محبوب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

لو كنت متخذاً خليلاً خليلاً لاتخذت ابا بكر خليلاً الا و ان صاحبكم خليل الله۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا میں کسی سے اس طرح کی محبت کرنا جائز ہوتی جس طرح اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے تو میں وہ محبت ابو بکر صدیق سے کرتا۔ خبردار اے لوگو تمہارے صاحب اور مالک نے اللہ تعالیٰ کو خلیل بنا لیا ہے۔
جہیز خریدنے بھیج رہے ہیں اور ساتھیوں کو خبردار کرتے ہیں کہ کوئی چیز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے اور مرضی کے بغیر نہ خرید کی جائے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی تم خود مناسب سمجھو وہ خرید لاؤ۔
اس واقعہ سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو مقام ہے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے کہ جو چیز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ناپسند ہو وہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبِ زادی کے جہیز میں دینا پسند نہیں فرماتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی کچھ پسند ہے جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند ہے۔
محترم قارئین کرام! اس واقعہ کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں سید الانبیاء کی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت اور یگانگت کا رنگ نظر آتا ہے۔ اللہ اکبر نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس میں محبت اور تعلق کا وہی نظارہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا:

رحماء بینہم۔

آئیے دیکھئے روافض عقد سیدہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کا کیا نقشہ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی جلاء العیون صفحہ 132 پر لکھتے ہیں:

بہ سند معتبر روایت کردہ است کہ ہر کہ خواستگاری فاطمہ نزد حضرت رسالت می کرد حضرت رواز اومی گردانیدو

اظہار کراہت می نمود چون خواست کہ فاطمہ را آں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تزویج کندہ پنہاں بہ فاطمہ اظہار نمود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا در جواب گفت اختیار من باتست ولیکن زنان قریش در حق علی می گویند کہ او مردیست نکم بزرگ و دست ہای بلند دارد و بندہای استخوانش گندہ است و پیش سرش موندارد و چشم ہای بزرگ دارد و پیوستہ داند نہایش بخندہ کشادہ است و مالی ندارد۔

اس کا ترجمہ خود شیعہ نے کیا:

معتبر سند سے روایت ہے کہ جو شخص جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا سیدنا اپنا منہ اس کی جانب سے پھیر لیتے اور اظہار کراہت فرماتے جب ارادہ تزویج ہمراہ علی ہوا جناب فاطمہ سے پوشیدہ بیان کیا جناب فاطمہ نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے لیکن زنان قریش کہتی ہیں علی بزرگ شکم اور بلند دست ہی اور بنائے استخوان گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں آنکھیں بڑی اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلسی ہیں۔ (جلاء العیون اردو صفحہ 180 تا 181)

شیعہ روایات سے ثابت ہوتا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس عقد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیصلے پر چنداں خوش نہ تھیں جیسا کہ جلاء العیون صفحہ 139 پر کشف الغمہ کے حوالے سے موجود ہے۔

حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ روزی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شکایت کرد از حضرت امیرالمومنین کہ ہرچہ بہم می رساند میان فقراء مساکین قسمت می کند حضرت رسول فرمود کہ ای فاطمہ می خواہی کہ مرا بہ حشم آوری در باب برادرم و پسر عمم بدرستیکہ خشم او خشم من است و خشم من خشم خدا است۔

ترجمہ: سیدنا امام باقر سے روایت ہے کہ ایک دن جناب فاطمہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب امیر کی شکایت فرمائی جو کچھ پیدا کرتے ہیں وہ فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ سیدنا نے فرمایا اے فاطمہ تم چاہتی ہو مجھے درباب برادر بن عم علی سے خشم ناک کرو تحقیق کہ خشم علی میرا خشم اور میرا خشم خدا کا ہے۔

بالجملہ رسول خدای فرمود یا ابا الحسن! بر خیزد ایں درع حطمیہ را بہ معرض بیع در آورده بہای آں را بہ نزد من حاضر کن علی آں درع را بہ بازار آورد بہ روایتی عثمان بن عفان بہ چہار صد و ہشتاد درہم با خرید بہ روایت چوں عثمان درع را ابتیاع نمود و بہای آں را بداد و درع را ماخوذ داشت۔

قال يا ابا الحسن لست اولى بالدرع منك و انت اولى بالدرهم منى فان
الدرع هدية منى اليك۔ (ناخ التوارخ صفحہ 54 جلد اول)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ زرہ فروخت کر آؤ اس کی رقم میرے پاس لاؤ۔
چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وہ زرہ لے کر بازار گئے اور ایک روایت کے مطابق سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے چار سو اسی
درہم میں خریدی اور ایک روایت کے مطابق سیدنا عثمان ذوالنورین نے اس کو خرید فرمایا۔ زرہ اپنے قبضے میں لے
کر فرمایا: اے ابوالحسن! میں آپ سے زیادہ زرہ کا حق دار اور لائق نہیں اور تو مجھ سے درہم لینے کا زیادہ حق دار ہے۔
بے شک زرہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔

دوسری روایت بہ سند معتبر روایت ہے ایک دن سیدنا رسول جناب فاطمہ کے پاس تشریف لائے، دیکھا جناب
سیدہ رو رہی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیوں روتی ہو؟ تم یقین جانو اگر میرے اہل بیت میں کوئی علی سے
بہتر ہوتا تو میں اس سے تجھے تزویج کر دیتا۔

راقم الحروف کے نزدیک ایسی روایات خرافات ہیں کوئی ان کی حقیقت نہیں ایسی روایات کو فیوں اور رافضیوں
خارجیوں اور یہودیوں کی خرافات اور اختراع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پاک اور پاکیزہ ہستیوں کے بارے میں ایسی سوچ
سے محفوظ فرمائے۔

سیرت اور عدل و انصاف

دورانِ خلافت کا واقعہ

ایک دن آپ نے بیت المال کا مشاہدہ کیا اور برتن میں شہد کم دیکھا تو فرمایا اے قنبر! تجھے خرابی ہو۔ یہ کیا ہوا اور
شہد کم کیوں ہے؟ وہ آپ سے حیلہ بہانہ کرنے لگا، جب آپ نے اس پر قدر سختی کی تو اس نے بتا دیا کہ سیدنا امام حسن
رضی اللہ عنہ کو شہد کی ضرورت پڑ گئی تھی، کیوں کہ ان کے ہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے تو انہوں نے یہ فرما کر اس سے شہد
لے لیا اور فرمایا تھا: کیوں کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے تو جب شہد تقسیم ہونے لگے تو امیر المؤمنین کو بتا دینا کہ حسن رضی اللہ عنہ
نے اپنا حصہ لے لیا ہے۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا:

و قال علی بالحسن فجاء فوق علی قدميه و قال له بحق عمی جعفر و کان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اذا سئل بحق جعفر سكن غضبه فقال له ما حملك على ان تاخذ من غسل المسلمين قبل القسمة فقال امالى فيه حق فقال فكيف تتفجع به قبل المسلمين والله لولا انى رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل ثناياك لا وجعناك ضرباً قم واشتر عوضه وصبه فى الزق ففعل وقسمه بين المسلمين و بينك ثم قال اللهم اغفر للحسن فانه لم يعلم و لقد كنا نحن مع رسول الله صلعم نقتل اخواننا وابنائنا و اعمامنا و اهلنا ما نريد بذلك الا وجه الله تعالى و لقد كان الرجل منا يختار الله و رسوله على نفسه فلما راى صدقنا انزل بعد ونا الكبت و الذلة و انزل علينا النصر حتى استقر الاسلام ملقيا جرانه مبوء اوطانه والله لو اتينا اليوم ما تاتون ما قاما للدين عمودا و لا اخضر للايمان عود رويه القرشى۔

ترجمہ: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس حسن رضی اللہ عنہ کو لاؤ وہ لائے گئے اور وہ آتے ہی آپ کے قدموں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ میرے چچا جعفر کے طفیل آپ مجھے معاف فرمادیجئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب کوئی سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیتا تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا پھر آپ نے فرمایا کہ اے حسن! مسلمانوں سے پہلے شہد لینے پر تجھے کس چیز نے ابھارا، حالاں کہ وہ ابھی تقسیم نہ ہوا تھا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! کیا میرا اس میں کوئی حق نہ تھا؟ فرمایا: سب مسلمانوں سے پہلے ہی تو اس سے کس طرح نفع حاصل کرنے لگا؟ خدا کی قسم! اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے دانتوں کا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ضرور دردناک سزا دیتا۔ جا اور اس کے عوض اس جتنا شہد خرید کر اس برتن یعنی ڈرم میں ڈال دو۔ چنانچہ سیدنا امام حسن پاک نے ایسا ہی کیا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور رو کر فرمایا کہ اے اللہ! حسن رضی اللہ عنہ کو معاف کر دے اور بخش دے۔ کیوں کہ وہ اسے نہ جانتا تھا۔ اے لوگو! بے شک ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اپنے بھائیوں، بیٹوں، چچاؤں اور اپنے اہل کو قتل کرتے تھے۔ (اللہ کے راستہ میں) اور اس سے ہم صرف اللہ

تعالیٰ کی رضا چاہتے تھے اور ہم میں سے ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو اپنی جان پر اختیار کرتا، یعنی ترجیح دیتا تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ایسا سچا اعتقاد دیکھا تو ہمارے دشمنوں پر ہلاکت، ذلت اور رسوائی ڈال دی اور ہم کو ان کے مقابلہ میں مدد و نصرت عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ اسلام نے راحت پائی اور اپنی مواضع میں ساکن ہوا اور آرام پکڑا۔ خدا کی قسم اگر ہم بھی وہی کام کرتے جو تم آج کر رہے ہو تو دین کا ستون کبھی قائم نہ ہوتا اور ایمان کی شاخ کبھی بھی سرسبز اور ہری نہ ہوتی۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف اور حق گوئی اور خوف خدا کا، اللہ اکبر ہے کوئی دنیا میں ایسا حکم ران اور بادشاہ جو ایسی مثال پیش کر سکے۔

نیز آپ بھی مسلمانوں کے دیگر خلفائے راشدین کی طرح انتہائی سادہ خوراک استعمال کرتے تھے۔

سويد بن غفلة قال دخلت على علي في هذا القصر يعني قصر الامارة و بين يديه رغيف من شعير و قدح من لبن و الرغيف يابس تارة يكسره بيديه و تارة بركبتيه فشق علي ذلك فقلت بحارية له يقال لها فضة الا ترحمين هذا الشيخ و تنخلين له هذا الشعير اما ترين فشارته علي وجهه و ما يعانى منه فقالت لاي شىء يوجر هو و نائم نحن و انه عهد الينا ان لا نتخل له طعاماً قط فالتفت الى و قال ما تقول لها يا ابن غفلة فاخبرته و قلت يا امير المؤمنين ارفق بنفسك فقال لى و يحك يا سويد ما شبع رسول الله صلى الله عليه وسلم و اهله من خبز برّ ثلاثاً حتى لقي الله تعالى و لا نخل له طعام قط۔ (مسند امام احمد)

ترجمہ: سويد بن غفلة سے روایت ہے کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس محل (یعنی دار الامارہ) میں آیا اس وقت آپ کے پاس ایک جوگی روٹی اور ایک دودھ کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ روٹی اس قدر خشک تھی کہ کبھی تو اسے آپ ہاتھوں سے توڑتے اور کبھی گھٹنوں پر مار کر توڑتے تھے۔ ان کی حالت مجھ پر بہت گراں گزری۔ آپ کی ایک لونڈی تھی، جس کا نام فضة تھا، میں نے اس سے کہا: کیا تو اس شیخ پر رحم نہیں کرتی اور ان کے لیے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی، کیا تو ان کی مشقت اور جس سے انہیں رنج ہوتا ہے ان کے چہرے سے نہیں

دیکھتی۔ لونڈی نے جواب دیا کہ امیر المومنین کو اس میں اجر ملتا ہے اور ہم گنہگار ہوتے ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ان کا کھانا چھان کر کبھی نہ پکایا جائے۔ اتنے میں سیدنا علیؑ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابن غفلہ تو اس لونڈی سے کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے اپنی گفتگو کی خبر دے کر عرض کیا کہ امیر المومنین آپ اپنے نفس پر رحم فرمائیے اور اپنے آپ کو اتنی مشقت میں نہ ڈالیے، تو آپ نے فرمایا اے سوید تجھے خرابی ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل و عیال نے تین دن برابر گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور ہم نے کبھی آپ کے واسطے آٹا چھان کر نہیں پکایا۔

سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے:

قال علی: ما كان لنا الا اهاب كبش ننام على ناحية وتعجن فاطمة على ناحية
يعنى ننام على وجه و تعجن على وجه۔

ترجمہ: سیدنا علیؑ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک چمڑے کا ٹکڑا تھا، اس کو بچھا کر ایک طرف آپ سو جاتے اور اس کے دوسرے حصے پر سیدہ خاتون جنت آٹا گوندھتیں۔

ایک اور کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آپ کے پاس ایک ہی کبیل تھا، جس پر دن کے وقت آپ اپنے اونٹ کو چارہ ڈالتے اور رات کے وقت اسی کو جھاڑ کر آدھا نیچے بچھا لیتے اور آدھا بطور لیف استعمال فرماتے۔

ایک دفعہ آپ بازار میں آواز دے رہے تھے۔

من يشتري هذا السيف والله لو كان عندى ثمن ازار مابعتہ۔

ترجمہ: کون ہے جو میری یہ تلوار خرید لے، اللہ کی قسم اگر میرے پاس ایک چادر کی قیمت بھی ہوتی تو میں اسے کبھی نہ بیچتا۔

یہ ہے سیرت خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علیؑ کی اور یہ حالات جو اوپر تحریر کئے گئے، آپ کی خلافت کے زمانے کے ہیں۔

قارئین کرام! اندازہ لگائیے اور سوچئے کہ کس قدر آپ میں للہیت و خلوص اور خوف خدا جلوہ گر تھا۔

ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حدیبیہ کے وقت جب کہ آپ ہی شرائط صلح تحریر فرما رہے تھے تو جب لفظ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش مکہ سے سفیروں نے اعتراض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا:
امح رسول اللہ۔

تو آپ نے از روئے ادب لفظ رسول مٹانے سے معذرت کر لی۔

بیان کیا جاتا ہے ایک دفعہ دوران جنگ اور لڑائی آپ نے ایک کافر کو بچھاڑ دیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ کر اس کی گردن کاٹنے لگے تو اس نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا، تو آپ نے اسے چھوڑ دیا، وجہ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ جب اس نے میرے منہ پر تھوکا تو مجھے ذاتی طور پر بھی غصہ آ گیا اور میں نے سوچا کہ اگر اب میں اس کو قتل کرتا ہوں تو اس میں خالص نیت اور خلوص نہ رہے گا اور جہاد جیسا عمل برباد ہو جائے گا۔
اللہ اللہ! کس قدر خلوص اور رضائے الہی کے جویاں اور متلاشی تھے۔

اپنے محاربین کے متعلق نظریہ

فرماتے ہیں:

جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان یقول لاهل حربہ انا لم نقاتلہم التکفیر لہم و لم نقاتلہم التکفیر لنا و لکننا راینا انا علی حق و راوا انہم علی حق۔
ترجمہ: جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہم ان سے اس لیے نہیں لڑتے کہ وہ کافر تھے اور نہ وہ ہم سے اس بنا پر لڑتے ہیں کہ ہمیں وہ کافر سمجھتے ہیں اور لیکن ہم نے اپنے آپ کو حق پر جانا اور انہوں نے اپنے آپ کو حق پر جانا۔
اور دوسری روایت میں ہے:

ان علیاً علیہ السلام لم یکن ینسب احداً من اهل حربہ الی الشریک ولا الی النفاق و لکن یقول ہم اخواننا بغوا علینا۔

ترجمہ: بے شک علی نہیں منسوب کرتے تھے اپنے ساتھ لڑنے والوں کو نفاق اور شرک کی طرف، لیکن وہ کہتے تھے

وہ ہمارے بھائی ہیں، انہوں نے ہم پر زیادتی کی ہے۔ (قرب الاسناد صفحہ 45)

یاد رہے کہ اس کتاب کا مصنف ابو عباس عبداللہ بن جعفر قمی ہے جو کہ سیدنا امام حسن عسکری کے شاگردوں میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے ہے اور نیز آپ نے مختلف شہروں اور علاقوں کے گورنروں کے نام عام خط لکھے جس میں جنگ صفین کے بارے میں فرمایا:

و كان بدء امرنا انا التقينا و القوم من اهل الشام و الظاهر ان ربنا واحد و نبينا واحد و دعوتنا في الاسلام واحدة و لا نستزيدهم في الايمان بالله و التصديق برسوله و لا يستزيدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان و نحن منه براء-

ترجمہ: معاملہ اس طرح شروع ہوا کہ ہم اور شامی مقابلے پر نکلے یہ ظاہری بات ہے کہ ہم سب کا پروردگار ایک ہمارا نبی ایک اور ہماری دعوت اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق رسول میں کسی اضافہ کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے کرتے تھے۔ ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں حالاں کہ خون عثمان سے ہم بالکل بری ذمہ ہیں۔ (نہج البلاغہ، ترجمہ رئیس احمد جعفری صفحہ 811)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ وقت عقد سیدہ فاطمہ علی رضی اللہ عنہا فرمایا:

اما ترضين اني زوجتك اقدم امتي سلماً و اكثرهم علماً و اعظمهم حليماً-

ترجمہ: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں نے تیرا نکاح اس سے کیا ہے جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لایا اور ان سب سے زیادہ ہے علم کے لحاظ سے اور حلم کے اعتبار سے ان میں سے عظیم ہے۔

اور دوسری روایت اس طرح ہے:

ان علياً لما تزوج فاطمة قالت للنبي صلى الله عليه وآله وسلم زوجتني اعظم عظيم البطن؟ فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: لا لقد زوجتك و انه لاول اصحابي سلماً و اكثرهم علماً و اعظمهم حليماً-

ترجمہ: بے شک سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو جناب سیدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ نے میری اس سے شادی کی جو کم زور نظر اور عظیم البطن ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں نے تیری اس سے شادی کی جو میرے صحابہ میں سے از روئے اسلام کے اول ہے اور علم کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اعتبار سے ان سب سے زیادہ اور حلم کے اعتبار سے ان سب سے عظیم ہے۔

شہادت

آپ کی شہادت کی تاریخ میں مورخین کے نزدیک معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاہم مشہور قول کے مطابق 21 رمضان 40 ہجری بہ وقت صبح ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ موجودہ دور میں آپ کے بارے میں جہلانے جو یہ جھوٹی افواہ اڑا رکھی ہے کہ آپ کعبہ میں پیدا ہوئے اور مسجد میں شہید ہوئے سوائے آپ کے یہ فضیلت کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ یہ ایسی واہی تباہی ہے جس کی کتب احایث میں کوئی اصل موجود نہیں۔ تفصیل جاننے کے لیے فتاویٰ نعیمیہ، ریحان المقر بین، مولود کعبہ کون؟، ریحان الحجین چاروں کتب کا مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

خارجیوں کی خطرناک سازش

جنگ نہروان کے بعد خارجیوں نے ایک خفیہ میٹنگ کی جس میں منصوبہ طے کیا کہ جب تک ہم ان تین اشخاص کو قتل نہ کر لیں ہمارا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ ان کی وجہ سے ہمارے کثیر التعداد بزرگ بھائی، بیٹے اور رشتہ دار مارے گئے تو جس طرح بھی ہو سکے ان تینوں کا کام تمام کر دیا جائے۔ یعنی سیدنا علیؑ کو کوفہ میں اور سیدنا امیر معاویہؓ کو دمشق میں اور سیدنا عمرو بن العاصؓ کو مصر میں اور قتل کا وقت، تاریخ اور دن ایک ہی ہونا چاہئے۔ چنانچہ عبد الرحمن بن ملجم مرادی، برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو ابن بکر تمیمی ان تین خارجیوں نے خصوصاً مکہ معظمہ، حرم مقدس میں باہمی معاہدہ کیا۔ چنانچہ عبد الرحمن بن ملجم نے سیدنا علیؑ کے قتل کا ذمہ لیا۔ برک بن عبد اللہ نے سیدنا امیر معاویہؓ اور عمرو نے سیدنا عمرو ابن العاصؓ کو شہید کرنے کا اپنا ہدف بنایا اور معاہدہ کیا گیا کہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ایک ہی رات میں ہم تینوں اپنے اپنے ساتھیوں کو قتل کریں گے۔ چنانچہ عبد الرحمن ابن ملجم سیدھا کوفہ پہنچا اور اتفاقاً اس کا ایک خارجی عورت قظامہ نامی جو کہ انتہائی خوش شکل اور خوبصورت تھی سے عاشقہ ہو گیا۔ اس بد بخت نے کہا اگر تو مجھے چاہتا ہے تو میرا حق مہر قتل علی ہے اور یہ بھی کم بخت اسی مقصد کے لیے کوفہ آیا تھا۔ اس نے اس عورت سے اس معاملہ میں مدد چاہی تو اس نے اپنے دور رشتہ دار اس کی مدد کے لیے تیار کر دیئے۔

یہ بھی روایت پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

من احب ان يحيا حياتي ويموت موتى ويسكن جنة الخلد الذى وعدنى ربي
عز وجل غرس قضبانها بيده فليتول على ابن ابى طالب فانه لن يخرجكم من
هدى ولن يدخلكم فى ضلالة۔

ترجمہ: جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کی موت و حیات میری طرح ہو اور وہ ہمیشہ رہنے والی جنت میں رہے، جس کا
وعدہ مجھ سے میرے رب نے کیا، وہ جنت جس کے درخت اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے لگائے تو علی
بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔ بے شک شان یہ ہے کہ وہ ہرگز تم کو ہدایت سے نہیں نکالے گا اور گم
راہی میں نہیں داخل کرے گا۔

ایک موقع پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شکایت سنی تو آپ زبردست غضب ناک ہوئے، حتیٰ کہ آپ
کی ناراضگی آپ کے چہرے سے نمایاں ہونے لگی، پھر فرمایا:

من ابغضه فقد ابغضنى و من ابغضنى فقد ابغض الله و من احبه فقد احببني و
من احببني فقد احب الله تعالى۔

ترجمہ: جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ
سے بغض رکھا، جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی بے شک
اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔

و عن ابى عبد الله الجدلى قال: دخلت على ام سلمة فقالت لى: ايسب
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيكم؟ قلت معاذ الله او سبحان الله او
كلمة نحوها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: من
سب علياً فقد سبني۔

ترجمہ: ابو عبد اللہ جدلی کہتا ہے کہ میں سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے
ڈانٹ کر فرمایا کہ تمہاری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالی جاتی ہیں۔ میں نے کہا معاذ اللہ
سبحان اللہ یا اس کی مثل کوئی اور کلمہ تو سیدہ ام المومنین نے فرمایا: یاد رکھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

آپ فرما رہے تھے: جس نے علیؑ کو گالی دی تو اس نے بے شک مجھے گالی دی۔

صحابہ کے حق میں امام حسنؑ کو وصیت

اللہ اللہ فی اصحاب نبیکم الذین لم یحدثوا ولم یأووا محدثاً۔

ترجمہ: اصحاب رسول کے متعلق اللہ سے ڈرنا، کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ تو کوئی بدعت پیدا

کی اور نہ کسی بدعتی کو پناہ دی۔ (ناخ التواریخ جلد 4 صفحہ 289)

اور یہی عبارت امالی شیخ طوسی صفحہ 136 میں موجود ہے۔

وا از خدا بہتر سید در باب اصحاب پیغمبر خود رعایت نمائید آں ہارا کہ بدعتی در دین خدا نکرده اند و صاحب بدعتی

را پناہ نداده۔ (جلاء العیون صفحہ 211)

ترجمہ: اصحاب پیغمبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا کیوں کہ انہوں نے اللہ کے دین میں کوئی بدعت پیدا

نہیں ہونے دی اور نہ ہی کسی بدعتی کو پناہ اور جگہ دی۔

نیز جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نامزد کر جائیں تو آپ نے فرمایا:

الا توصی؟ قال: ما اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاوصی و

لکن ان اراد اللہ بالناس خیرا فسیجمعہم علی خیرہم کما جمعہم بعد نبیہم

علی خیرہم۔ (الثانی فی الامامۃ مصنفہ شریف الرضی المتوفی صفحہ 91 جز ثالث، مطبوعہ تہران، ایران)

ترجمہ: جب آپ سے عرض کیا گیا کیا آپ کسی کے بارے میں وصیت نہیں فرماتے کہ وہ آپ کے بعد خلیفہ ہو تو

آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی خلافت کے بارے میں وصیت فرما کر نہیں گئے کہ میں بھی وصیت

کروں، اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں بہتری دیکھی جو تم میں بہتر ہوگا اس پر لوگوں کو جمع فرما دے گا جیسا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو سب سے افضل تھا، اس پر لوگوں کو جمع اور متفق کر دیا۔

اور بعینہ یہی روایت اور عبارت تلخیص الثانی شیخ الطائفہ جعفر طوسی جز رابع صفحہ 237 پر موجود ہے۔

وصیت کی تحریر

اہل سنت کے حوالے سے وصیت پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ آپ کا مرتبہ و مقام کس قدر بلند و بالا ہے، کیوں کہ

شخصیت اپنی تعلیمات سے پہچانی جاتی ہے۔

البدایہ والنہایہ اردو صفحہ 428 تا 429 سے آپ کی تحریر پیش خدمت ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے صرف اردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وصیت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ میں گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے انہیں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکین ناپسند ہی کریں۔ بلاشبہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین ہوں۔ اے حسن اور میرے تمام بیٹوں اور جس تک یہ میری تحریر پہنچے! میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، جو تمہارا رب ہے اور تم فرماں برداری کی حالت ہی میں مرنا اور سب اللہ کی رسی کو تھام لو اور پراگندہ نہ ہو۔ میں نے سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ آپس کے تعلقات کی اصلاح عام نماز روزے سے افضل ہے۔ اپنے قرابت داروں کا خیال رکھو اللہ تم پر حساب کو آسان کر دے گا اور یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے مونہوں کو ہلاک نہ کرو اور نہ وہ تمہاری موجودگی میں ضائع ہوں اور اپنے پڑوسیوں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ وہ تمہارے نبی کی وصیت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کے متعلق وصیت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ عنقریب انہیں وارث قرار دے دیں گے اور قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور کوئی دوسرا اس پر عمل کرنے میں تم سے سبقت نہ کرے اور نماز کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے اور اپنے رب کے گھر کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو جب تک زندہ رہو وہ تم سے خالی نہ ہو اور اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو تم ایک دوسرے کو نہ دیکھو گے اور رمضان کے بارے میں اللہ سے ڈرو بلاشبہ اس کے روزے دوزخ کے مقابلہ میں ڈھال ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ راہ خدا جہاد کرنے کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو بلاشبہ وہ اللہ کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امان کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور آپس میں ظلم نہ کرو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے اور فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنی معاش میں شریک کرو اور اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں تم کو دو کمزوروں یعنی تمہاری بیویوں اور تمہارے غلاموں کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ نماز کا خیال رکھو اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہونا جو تمہارا قصد کرے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا۔ وہ تمہیں اس کے مقابلہ میں کفایت کرے گا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے لوگوں سے اچھی باتیں کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہ کرو ورنہ وہ تمہارے بُرے آدمیوں کو حکومت دے دے گا پھر تم دعا کرو گے اور وہ قبول نہ ہوگی اور تم پر ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھنا اور ایک دوسرے پر خرچ کرنا لازم ہے اور ایک دوسرے کو پشت دینے اور ایک دوسرے سے تعلقات قطع کرنے اور پراگندہ ہونے سے بچو اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اہل بیت! اللہ تمہارا محافظ ہو اور تمہارا نبی تمہارا نگہبان ہو۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تمہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہوں۔

نیز آپ اپنے قائل ابن ملجم ملعون کے بارے میں وصیت فرماتے ہیں:

فقال علی: اطعموه واسقوه فان عشت فانا ولی دمی براوۃ غیرہ و زاد: فان بقیت قتلت او عفوت وان مت فاقتلوه قتلی، و لاتعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ اس کو اچھا کھلاؤ، اچھا پلاؤ، اگر میں زندہ رہا تو میں اپنے خون کا خود مالک ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو چاہوں اسے قتل کروں یا معاف کروں اور اگر میں فوت ہو گیا تو تم قتل کرنا چاہو تو اسی طرح قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا اور یاد رکھنا حد سے نہ بڑھنا اور زیادتی نہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 2 صفحہ 514)

قبر شریف کے متعلق مورخین کا زبردست اختلاف

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو آپ کے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ پر 9 تکبیریں پڑھیں اور اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں خوارج آپ کی لاش مبارک کو نہ اکھیڑ لیں آپ کو کوفہ کے دارالامارت میں دفن کیا گیا اور یہ ایک مشہور بات ہے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ آپ کو آپ کی اونٹنی پر لاد دیا گیا وہ آپ کو لے گئی اور معلوم نہیں کہ آپ کہاں چلے گئے، اس نے غلط کہا ہے اور اس بات کے متعلق تکلف سے کام لیا ہے، جس کے متعلق اس کا علم نہیں ہے اور نہ اسے عقل و شرع جائز قرار دیتی ہے۔

اور بہت سے جاہل روافض جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف نجف میں ہے اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ قبر سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اسے خطیب بغدادی نے عن ابی نعیم الحافظ عن ابی بکر الطلی عن محمد بن عبد اللہ الحضر می الحافظ عن ہطر بیان کیا ہے کہ اگر شیعوں کو اس قبر کا علم ہو جائے جس کی نجف میں وہ تعظیم کرتے ہیں تو وہ اسے پتھروں سے ماریں۔ یہ قبر سیدنا مغیرہ بن شعبہ کی ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی سیرۃ نے بہ حوالہ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے پوچھا وہ کہاں دفن ہوئے؟ آپ نے فرمایا: انہیں رات کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کے دفن کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اور جعفر صادق کی ایک روایت ہے کہ آپ کی عمر اٹھاون سال تھی اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی جامع مسجد کے سامنے کی طرف دفن کیا گیا ہے۔ یہ قول واقدی کا ہے اور مشہور قول یہ ہے کہ آپ کو دارالامارت میں دفن کیا گیا ہے۔

اور خطیب بغدادی نے بہ حوالہ ابی نعیم الفضل بن دکین بیان کیا ہے کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما آپ کو اٹھا کر مدینہ لے آئے اور انہوں نے آپ کو بقیع میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے آپ کو اونٹ پر لادا تو وہ ان سے کھو گیا اور طی قبیلے کے لوگوں نے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اسے پکڑ لیا اور وہ اسے مال خیال کرتے تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ صندوق میں میت ہے تو انہوں نے آپ کو نہ پہچانا تو انہوں نے صندوق کو جو کچھ اس میں تھا اس سمیت دفن کر دیا اور کسی شخص کو معلوم نہیں کہ آپ کی میت کہاں ہے۔ اسے بھی خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے۔

اور حافظ ابن عسا کر نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آل جعدہ کے گھروں کے حجرہ میں دفن کیا ہے۔

اور عبد الملک بن عمیر سے روایت ہے کہ جب خالد بن عبد اللہ نے اپنے بیٹے یزید کے گھر کی بنیاد کھودی تو انہوں نے ایک سفید سر اور سفید ریش مدفون شیخ کو نکالا، گویا اسے کل ہی دفن کیا گیا ہے پس اس نے اسے جلانے کا ارادہ کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اس ارادے سے باز رکھا اور اس نے ایک قباطی چادر منگوا کر اسے اس میں لپیٹا اور اسے خوشبو لگائی اور اسے اس کی جگہ چھوڑ دیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ جگہ باب الاواقین کے سامنے مسجد کے قبلہ کے نزدیک ایک موچی کے گھر میں ہے اور جو شخص اس جگہ آتا ہے وہ یہاں تک رہ نہیں سکتا اور اس سے منتقل ہو جاتا ہے۔

اور حضرت جعفر بن محمد الصادق سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رات کو پڑھی گئی اور آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور آپ کی قبر کی جگہ کو پوشیدہ رکھا گیا ہے لیکن وہ قصر امارت کے پاس ہے۔

اور ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ رات کے وقت آپ کے دفن میں سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا ابن الحنفیہ اور سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر اہل بیت شامل ہوئے اور انہوں نے آپ کو کوفہ کے باہر دفن کیا اور خوارج وغیرہ کے خوف سے آپ کی قبر کو پوشیدہ رکھا۔

حاصل کلام یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز بہ وقت سحر قتل ہوئے۔ یہ واقعہ 17 رمضان 40ھ کو ہوا اور بعض کا قول ہے کہ آپ ربیع الاول میں قتل ہوئے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ واللہ اعلم۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کو کوفہ میں دفن کیا گیا اور واقدی، ابن جریر اور کئی لوگوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ 431 تا 432)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد ابن ملجم کو سیدنا حسن کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہوں نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تریسٹھ سال کی عمر اور پونے پانچ سال کی خلافت

کے بعد شہید ہوئے۔ سیدنا حسن بن علی، سیدنا حسین بن علی اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن پہنایا جن میں قمیص نہ تھا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ بعض روایتوں کے بموجب مسجد کوفہ میں اور بعض کی موافق کوفہ سے دس میل کے فاصلہ پر دفن کیے گئے۔ بعض روایتوں کے بموجب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد مبارک کو خارجوں کے خوف سے کہیں آپ کی بے حرمتی نہ کریں نکال کر ایک دوسری قبر میں پوشیدہ طور پر دفن کیا اور ایک اور روایت کے موافق آپ کے تابوت کو مدینہ منورہ لے جانے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کریں۔ اثنائے راہ میں وہ اونٹ جس پر آپ کا جنازہ تھا بھاگ گیا اور پھر اس کا کہیں پتہ نہ چلا اور ایک اور روایت کے موافق وہ اونٹ طسی کی سرزمین میں ملا لوگوں نے اس کو پکڑ کر آپ کا جنازہ پڑھا اور وہیں دفن کر دیا۔

غرض آج تک اتنے بڑے عظیم الشان شخص کے مزار مبارک کا صحیح حال کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے؟

اس کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے کہ خارجوں کے خوف سے آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا جس کا حال عام لوگوں کو معلوم

نہ ہو۔ (تاریخ اسلام جلد اول صفحہ 444)

اور افغانیوں کی روایت کے مطابق وہ اونٹ جس پر آپ کا تابوت تھا افغانستان میں آ گیا تو افغانیوں نے آپ کے تابوت مبارک کو افغانستان کے مزار شہر میں دفن کر دیا۔ اسی بنا پر اس کو مزار شریف کہتے ہیں۔ وہاں پر انہوں نے آپ کا مزار شریف بنایا ہوا ہے

اور بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب عراق سے مدینہ طیبہ آئے تو ساتھ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کو لے آئے اور لا کر جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

اولادِ امجاد

فاولاد امیر المومنین ستہ و عشرون ولداً ذکراً و انثی الحسن و الحسین و زینب الكبرى و زینب الصغری المکناة بام کلثوم، امہم فاطمة البتول سیدة نساء العالمین بنت سید المرسلین و خاتم النبیین محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم و محمد المکنی بابی القاسم امہ خولة بنت جعفر بن قیس الحنفیہ و عمر و رقیہ کانا توامین، افہما ام حبیب بنت ربیعہ و العباس و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جعفر و عثمان و عبد اللہ الشہداء مع اخیہم العسین بطف کربلا امہم ام البنین بنت حزام بن خالد بن دارم و محمد الاصغر المکنی بابی بکر و عبید اللہ اشہد ان مع اخیہما الحسن بالطف، امہما لیلی بنت مسعود الدارمیة و یحیی امہ اسماء بنت عمیس الخشعمیة رضی اللہ عنہا ام الحسن و رملہ امہما ام سعید بنت عروہ بن مسعود الشقفی و نفسیة و زینب الصغری و ام ہانی و ام الکرام و جمانة المکناة ام جعفر و امامة و ام سلمہ و میمونہ و خدیجہ و فاطمة رحمة اللہ علیہن لامہات شتی و فی الشیعة۔

من یذکر ان فاطمة فعلى قول هذه الطائفة اولاد امیر المؤمنین ثمانیة و عشرون ولدًا۔ و اللہ اعلم و احکم۔ (الارشاد شیخ مفید جلد اول صفحہ 356)

اور تاریخ الائمہ مصنفہ وزیر حسین خان صاحب آپ کی اولاد پاک کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ آپ کے صاحب زادے 18 جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

حسن، حسین، محسن، عباس، محمد، ابوبکر، محمد اوسط، عثمان، عمر اصغر، جعفر، صالح، عبد اللہ، عباس اصغر، جعفر اصغر، عون، یحییٰ، عبد اللہ اصغر، شبیر۔

اور صاحب زادیاں مندرجہ ذیل ہیں:

زینب، ام کلثوم، زینب صغریٰ، رضیہ، رقیہ، ام ایمن، نفیثہ، رملہ، رملہ صغریٰ، ام ہانی، حمامہ، ام الکرام، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، فاطمہ ثانی وغیرہ۔ (تاریخ الائمہ صفحہ 143)

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ الطیبین و ذریاتہ المبارکین و صحابہ اکرمین و ازواجہ امہات المؤمنین صلوة موصولہ تتردد الی یوم الدین۔



سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نام و نسب

سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما بن ابوطالب۔ از روئے حدیث آپ خلفائے راشدین میں سے پانچ ویں خلیفہ راشد ہیں۔ آپ نصف شعبان سنہ 3ھ 15 رمضان المبارک مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی صورت مبارک حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھی۔ آپ کا نام سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حرب رکھا جس کو بدل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رکھا۔ اس سے پہلے یہ نام لوگوں میں مشہور اور متعارف نہ تھا۔ نواسہ رسول ہونے کے علاوہ آپ میں بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے شدید محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ چھوٹی عمر میں آپ ان کے ہونٹوں کو بوسہ دیتے اور بسا اوقات ان کی زبان کو چوستے اور گلے لگاتے اور خوش طبعی فرماتے۔ اور بسا اوقات آپ کے پاس آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سجدہ کی حالت میں ہوتے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے اور آپ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سجدے کو لمبا کرتے تھے اور کئی بار آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منبر شریف پر چڑھ جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فراست کا عظیم حصہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے کان میں اذان و اقامت کہی اور اپنے منہ مبارک میں کچھ کھجور چبا کر گڑھتی دی اور ساتویں روز آپ کا سرمونڈ کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور ساتویں روز ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا عقیدہ و ختنہ کیا۔ آپ کی ولادت کی سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک دی۔ نیز سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد پاک سے ہر لحاظ سے افضل اور اعلم و احلم تھے، حلم اور حوصلہ کے اعتبار سے بعض معاملات میں آپ اپنے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی فائق اور بلند رائے کے مالک تھے، جیسا کہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے خلاف بلوئی کے وقت سیدنا علیؑ کو مشورہ دیتے، نیز بہ وقت جنگ صفین آپ کی رائے مبارک جو کہ مستند کتب تواریخ میں موجود ہے اور خود اپنی خلافت کے زمانے میں کہ آپ بہت جلد عراقیوں اور شیعیانِ کوفہ کی خباثوں کو بھانپ گئے اور سمجھ لیا۔ الغرض آپ حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مکمل نمونہ تھے جس طرح آپ کی صورت مبارک رسول پاک ﷺ سے ملتی جلتی تھی اسی طرح آپ کی سیرت بھی رسول خدا ﷺ سے ملتی تھی۔ آپ انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے گویا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے اعلیٰ اور کامل مکمل مصداق تھے۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة۔

ترجمہ: سیدنا حسن اور سیدنا حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان الحسن و

الحسین انہما ریحانی من الدنیا۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ دنیا سے میرے

دو جنتی پھول ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی نعم، قال سمعت عبد اللہ بن عمرو و سالہ رجل عن

المحرم قال شعبہ احسبہ یقتل الذباب قال اهل العراق یسالونی عن الذباب و

قد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فقال انہما ریحانی

من الدنیا۔ رواہ البخاری

ترجمہ: سیدنا عبدالرحمن بن ابی نعمؑ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرؑ سے سنا جب کہ

کسی شخص نے ان سے ایسے محرم کے بارے میں سوال کیا جو مکھی کو مار دے تو سیدنا عبداللہ بن عمرؑ نے

فرمایا کہ عراقی مجھ سے مکھی کے بارے میں پوچھتے ہیں حالاں کہ ان ظالموں نے رسول خدا ﷺ کی

صاحب زادی کے بیٹے یعنی امام حسینؑ کو شہید کیا جن کے متعلق رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں

میرے اس دنیا سے جنتی پھول ہیں۔

عن اسامة بن زيد، عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم كان يأخذه و الحسن فيقول اللهم احبهما فاني احبهما۔ و في رواية: قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يأخذني فيقعدني على فخذه و يقعد الحسن بن علي على فخذه الاخرى ثم يضمهما ثم يقول اللهم ارحمهما فاني ارحمهما۔

ترجمہ: سیدنا اسامہ بن زید سے روایت ہے، وہ حضور ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ انہیں اور جناب حسن رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ اور ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ مجھے پکڑتے اور مجھے ران پر بٹھاتے تھے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران مبارک پر بٹھاتے پھر ان دونوں کو اپنے ساتھ لپٹاتے پھر فرماتے: اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما، بے شک میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔

و عن انس، قال سئل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اي اهل بيتك احب اليك؟ قال: الحسن و الحسين و كان يقول لفاطمة ادعى لي ابني فيشمهما و يضمهما اليه۔

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا آپ کی اہل بیت میں آپ کو زیادہ پیارا کون ہے فرمایا حسن و حسین اور حضور ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے کہ میرے پاس میرے بچوں کو بلاؤ پھر انہیں سونگھتے تھے اپنے سے لپٹاتے تھے۔

و عن بريدة، قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يخطبنا اذ جاء الحسن و الحسين عليهما قميصان احمران يمشيان و يعثران فنزل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من المنبر فحملهما و وضعهما بين يديه ثم قال صدق الله انما اموالكم و اولادكم فتنة نظرت الى هذين الصبيين يمشيان و يعثران فلم اصبر حتى قطعت حديثي و رفعتهما۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 571)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا بريدہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن و

حسین آئے جنھوں نے سرخ قمیصیں پہن رکھی تھیں وہ چلتے تھے گرتے تھے تو رسول اللہ منبر سے اتر آئے ان دونوں کو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا: سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے گرتے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات بند کر دی اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

و عن علی، قال الحسن اشبه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما بين الصدر الى الراس و الحسين اشبهه النبي صلى الله عليه وآله وسلم ما كان اسفل من ذلك۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: روایت ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حسن سینے اور سر کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حسین اس سے نیچے کے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

عن المقدم بن معدی کرب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حسن منى و الحسين من على۔ (تاریخ دمشق و دیگر کتب)

ترجمہ: مقدم بن معدی کرب روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن مجھ سے اور حسین علی سے۔ شاید اسی لیے سیدنا ابو بکر صدیق نے یہ فرمایا:

عن عقبه بن الحارث، قال صلى ابو بكر العصر ثم خرج يمشى و معه على فرأى الحسن يلعب مع الصبيان فحمله على عاتقه و قال بابى شبيه بالنبي صلى الله عليه وسلم ليس شبيهاً بعلى و على يضحك۔ رواه البخارى

ترجمہ: سیدنا عقبہ بن حارث سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر نکلے اور چل پڑے، آپ کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، تو سیدنا حسن کو دیکھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان اور صدقے ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہے علی کے ہم شکل نہیں۔ اور علی ہنس رہے تھے۔

حدیث شریف میں موجود ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا تو نبی پاک ﷺ اس طرح سے تشریف لائے کہ آپ ﷺ کسی چیز کو گود میں لیے تھے، مجھے خبر نہ تھی کہ وہ کیا ہے، تو جب میں ضرورت سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا: یہ کیا ہے جو آپ گود میں لیے ہوئے تھے؟

فكشعه فاذا الحسن و الحسين على وركيه فقال هذان ابناى و ابنا ابنتى اللهم انى احبهما فاحبهما و احب من يحبهما۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اسے کھولا تو حسن و حسین آپ کی رانوں پر تھے فرمایا: یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الہی! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر!

و عن ابن عباس ، قال كان رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم حامل الحسن بن على على عاتقه فقال رجل نعم المركب ركبت يا غلام فقال النبى صلى الله عليه و آله و سلم و نعم الراكب۔

ترجمہ: روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے کہا: اے صاحب زادے! تم بہت اچھی سواری پر سوار ہو، تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

اور مسلم اور بخاری کی روایت میں ہے:

عن البراء ، قال رايت النبى صلى الله عليه و آله و سلم و الحسن بن على على عاتقه يقول: اللهم انى احبه فاحبه۔

اور ایک روایت میں ہے:

عن ابى هريرة ، قال خرجت مع رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم فى طائفة من النهار حتى اتى خباء فاطمة فقال اثم لكع اثم لكع يعنى حسناً فلم يلبث ان جاء يسعنى حتى اعتنق كل واحد منهما صاحبه فقال رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم اللهم انى احبه فاحبه و احب من يحبه۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے ایک حصہ میں نکلا حتیٰ کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ڈیرے پر تشریف لائے تو فرمایا: کیا یہاں بچہ ہے، کیا یہاں بچہ ہے یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ؟ پھر تھوڑی ہی دیر بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آگئے حتیٰ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحب کے گلے لگ گئے یعنی سیدنا حسن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر!

عن ابی بکرۃ، قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر و الحسن بن علی الی جنبہ و هو یقبل علی الناس مرۃ و علیہ اخری و یقول ان ابنی ہذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

ترجمہ: روایت ہے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ حسن بن علی ایک کروٹ پر تھے آپ کبھی لوگوں پر توجہ فرماتے اور کبھی ان پر اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروادے۔

عن ابی ہریرۃ، قال: لا ازال احب ہذا ارجل یعنی الحسن بن علی بعد ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع بہ ما یصنع قال رایت الحسن فی حجر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و هو یدخل اصابہ فی لحدیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدخل لسانہ فی فیہ ثم یقول: اللہم انی احبہ۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ہمیشہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ ایسا کرتے دیکھا میں نے دیکھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ہیں تو وہ اپنی انگلیوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے کھیلتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں داخل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے اللہ! بے شک مجھے اس سے شدید

محبت ہے۔ (نور الابصار)

عبداللہ بن شداد کی روایت ہے کہ وہ حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شام کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور اس میں طویل سجدہ کیا اور جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے اس بارے میں آپ سے بات کی تو آپ نے فرمایا: میرے اس بیٹے یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے مجھے سواری بنا لیا اور میں نے اس سے سبقت کرنا پسند نہ کیا حتیٰ وہ اپنی ضرورت پوری کرے۔

و قال عبد الله بن الحارث عن زبير بن الاقمر: بينما الحسن ابن علي لخطب بعد ما قتل علي اذ قال رجل من الازد آدم طوال، فقال: لقد رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واضعه في حبوته يقول: من احبني فليحبه فليبلغ الشاهد الغائب، و لولا عزيمة رسول الله ما حدثكم۔

ترجمہ: عبداللہ بن حارث زبیر بن اقر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دے رہے تھے کہ از قبیلے کا ایک شخص لمبے قد والا کھڑا ہوا کہ اس نے کہا کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گود مبارک میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس سے محبت کرے۔ تو چاہیے کہ موجود غیب تک یہ میری بات پہنچا دے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا خیال نہ ہوتا تو میں تم سے یہ بیان نہ کرتا۔

سیرت، عبادت، اخلاق

حج الحسن بن علی خمس و عشرون حجة ماشيا و ان النجائب لتقادمه و خرج من ماله لله مرتين، و قاسم لله ماله ثلاث مرات حتى ان كان ليعطی نعلا و یمسك نعلا، و يعطی خفا و یمسك فنا۔

ترجمہ: سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے پیدل پچیس حج کیے جب کہ سواریاں ساتھ ساتھ چل رہی ہوتیں، فرماتے: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اللہ کے گھر سواری پر سوار ہو کر جاؤں اور دوبار آپ نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا تین مرتبہ اپنے ملکیت کی ہر چیز آدھی اللہ کی راہ میں دے دی یہاں تک کہ ایک ایک موزہ تک اللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی راہ میں نچھاور کر دیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو روٹی کا ایک لقمہ کھاتا اور ایک کتے کو بھی جو وہاں موجود تھا کھلاتا، آپ نے اس سے فرمایا: تجھے اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: مجھے کتے سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: میرے آنے تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو! پس آپ نے اس کے آقا کے پاس جا کر اسے خرید لیا اور جس باغ میں وہ موجود تھا اسے بھی خرید لیا اور اسے آزاد کر دیا، وہ باغ اس کی ملکیت میں دے دیا۔ غلام نے کہا: اے میرے آقا! میں نے وہ باغ اسے دیا جس کی خاطر آپ نے مجھے وہ باغ دیا ہے۔

امام ابو جعفر الباقر یعنی امام محمد باقر نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے ایک کام کے سلسلے میں مدد مانگی تو اس نے آپ کو معتکف پایا، آپ نے اس سے معذرت کی کہ میں اعتکاف کی حالت میں ہوں، وہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور آپ سے مدد مانگی تو آپ نے اس کی ضرورت پوری کر دی اور فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کو خدا کی رضا مندی کی خاطر پورا کرنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے۔

اور جویریہ بن اسماء نے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت مروان آپ کے جنازہ میں رو رہا تھا تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو اب ان پر روتا ہے حالاں کہ تو نے ان کو زندگی میں تنگ کیا اور ستایا یہاں تک کہ تیری وجہ سے وہ غصہ کو گھونٹ گھونٹ پیا کرتے تھے اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا میں اس سے یہ سلوک کرتا تھا جو شخص اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم اور بردبار تھا۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان خصومت پائی جاتی تھی ایک بار مروان سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کرنے لگا اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خاموش رہے، اسی دوران مروان نے اپنا ناک دائیں ہاتھ سے صاف کیا تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تو ہلاک ہو گیا تجھے معلوم ہے دایاں ہاتھ چہرے کے لیے اور بائیں ہاتھ شرم گاہ کے لیے اور ناک صاف کرنے کے لیے۔ پس مروان خاموش ہو گیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے ساتھیوں سے فرمایا: آپ لوگوں کو اپنے ایک بھائی کے متعلق اطلاع دیتا ہوں جس کی میری نگاہ میں بڑی قدر ہے اور وہ عظیم بات جس نے اسے میری نگاہ میں باعظمت بنا دیا وہ یہ ہے کہ اس کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نگاہ میں دنیا کا بیج ہونا اور بے قدر ہونا ہے وہ اپنے پیٹ کی حکومت کا باغی تھا جو چیز نہ پاتا اس کی خواہش نہ کرتا اور جب پاتا تو اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرتا اور وہ اپنی شرم گاہ کی حکومت کا بھی باغی تھا اور اس کی عقل اور رائے اسے اس سے نہ ہٹاتی اور وہ اپنی جہالت کی حکومت کا بھی باغی تھا وہ زیادہ بخشش یقین پر ہاتھ پھیلاتا اور نیکی کے لیے ہی پاؤں اٹھاتا نہ ناراض ہوتا اور نہ زچ ہوتا اور جب وہ علماء سے مل بیٹھتا تو وہ بولنے سے زیادہ سننے کا مشتاق ہوتا اور جب وہ بولنے سے مغلوب ہو جاتا تو خاموشی سے مغلوب نہ ہوتا اور وہ عمر کا زیادہ حصہ روزہ دار رہا جب وہ بات کرتا تو بولنے والوں کی خدمت کرتا اور کسی دعویٰ میں حصہ دار نہ بنتا اور نہ کسی جھگڑے میں شامل ہوتا اور نہ کوئی حجت پیش کرتا۔

(تہذیب الکمال، البدایہ والنہایہ)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حسنین کریمین سے عقیدت اور محبت

ایک دفعہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بہ روایت دیگر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ دروازے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا صاحب زادہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ موجود ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام سے آئے ہوئے گورنر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خصوصی امور پر مشورہ فرما رہے تھے اور انہیں خصوصی ہدایات فرما رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے نے داخل ہونے کی اجازت چاہی، اہم مصروفیات کی بنا پر آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی، وہ واپس چل دیے، یہ دیکھ کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ واپس ہو گئے جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ آج کیوں کر تشریف نہ لائے، کیوں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ہوا تھا: آپ ہر روز صبح کا ناشتہ میرے ساتھ کیا کریں، تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آیا تھا دروازہ بند تھا، آپ کسی ضروری کام میں مصروف تھے۔ سیدنا عبداللہ کو جب اجازت نہ ملی تو میں نے خیال کیا جب بیٹے کو اجازت نہیں مل رہی تو مجھے کیسے ملے گی۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ عبداللہ کہاں اور آپ کہا: عبداللہ کو اجازت لینے کی ضرورت ہے، لیکن آپ کے لیے ہر وقت اجازت ہے، آپ جب بھی آئیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کا حق ہے آپ اندر تشریف لا سکتے ہیں۔ نیز آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میرے سر پر بال یا عزت کا عمامہ کس نے رکھا ہے سوائے آپ کے؟ یعنی تمام آپ کے جدا جدا سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان اور کرم ہے۔

(تاریخ دمشق صفحہ 178-179 جلد 14 ددگیرکت)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ایک دفعہ یمن سے بہت سے قیمتی اور خوب صورت حلے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے گئے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ تمام کے تمام لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر شریف اور قبر انور کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، لوگ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے تھے، تو اچانک سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما اپنے گھر سے نمودار ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان پر یہ حلے نہیں ہیں تو سیدنا امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا جب تک میں ان کو حلے نہ پہناؤں مجھے کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ آپ نے یمن کے حاکم کی طرف لکھا، جس قدر بھی جلد ہو سکے اعلیٰ سے اعلیٰ دو حلے لے کر بھیج دو چنانچہ جب وہ حلے آئے تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے دونوں صاحب زادگان کو پہنائے اور فرمایا اب مجھے خوشی ہوئی ہے۔ (تاریخ دمشق جلد 17 دیگر کتب)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب سرکاری وظائف مقرر کئے تو سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔ (تاریخ دمشق جلد 17 صفحہ 179، سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 485)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک ایک ہزار درہم ہر سال بھیجتے۔

(احتجاج طبری جلد دوم صفحہ 26)

شیعوں کی معتبر کتاب احتجاج طبری اور زندگانی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عماد الدین اصفہانی صفحہ 21 سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام اور اکرام کرتے تھے۔ ایک دفعہ دو لاکھ درہم ان کی خدمت میں بہ طور ہدیہ پیش کئے اور کہا کہ یہ لو اللہ کی قسم اتنا ہدیہ میرے سوا آپ کو کوئی نہیں دے گا نہ مجھ سے پہلے کسی نے دیا اور نہ بعد میں دے گا۔ سیدنا امام حسین نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بات بھی سن لو جتنے لوگوں کو تم نے ہدیہ دیے مجھ سے بہتر ان میں سے نہ پہلے تھا نہ بعد میں۔

اسی کتاب کے صفحہ 40 پر موجود ہے:

در زمان ابو بکر و عمر و عثمان حسین مورد احترام و محبت صحابہ بود و انعام و اکرام فراوان بہ او می کردند عمر آں چہ مقرر بہ پسرش می داد و برابر بہ حسین می داد و چون عبد اللہ اعتراض می کرد می گفت او فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

است۔ (زندگانی سیدنا امام حسین مصنفہ عماد الدین صفی اصفہانی صفحہ 40)

ترجمہ: سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان و سیدنا حسین صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کے محور تھے انہوں نے بہت زیادہ انعام و اکرام

دیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے خلافت میں جو وظیفہ اپنے بیٹے کو دیا اس سے دو گنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیا، جب صاحب زادے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اور اس کی وجہ پوچھی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا امام حسن سے سوال اور امام حسن کا جواب

ایک روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے جواں مردانہ صفات کے متعلق دریافت

کیا کہ

میرے بیٹے! راستی کیا ہے؟

انہوں نے کہا: اے میرے باپ! راستی بری بات کو اچھی بات سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔

آپ نے پوچھا: مشرف کیا ہے؟

تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: خاندان سے نیکی کرنا اور ان کے گناہ کا بوجھ اٹھانا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جواں مردی کیا ہے؟

تو عرض کیا کہ پاک دامن ہونا اور آدمی کا جو کچھ ہے اس کی اصلاح کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے بیٹے کمینگی کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ معمولی بات کے متعلق سوچنا اور حقیر چیز کو روکنا (یعنی دنیاوی مال)

آپ نے پوچھا: ملامت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ انسان کا اپنے آپ سے بچنا اور اپنی دوہن کو یعنی (دنیا) کو قرآن کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سخاوت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ تنگی اور آسائش میں خرچ کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بخل کیا ہے؟

تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اسے فضول سمجھنا اور جو تو خرچ کر چکا ہے اسے

ضائع سمجھنا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پوچھا: اخوت کیا ہے؟

جواب دیا کہ سخی اور آسائش میں وفا کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بزولی کیا ہے؟

انہوں نے کہا: دوست پر جرات کرنا اور دشمن سے ڈرنا، پیچھے ہٹنا۔

آپ نے پوچھا: غنیمت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ تقویٰ میں رغبت کرنا اور دنیا سے بے رغبتی رکھنا۔

پوچھا کہ اے میرے بیٹے! علم کیا ہے؟

تو جواب دیا: غصہ کو پینا اور نفس پر قابو پانا۔

آپ نے پوچھا: تو نگری کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ نفس کا اس چیز پر راضی ہونا جو اللہ نے اسے دی ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہو، تو نگری صرف دل کا غمی

ہونا ہے۔

پوچھا کہ اے میرے بیٹے! فقر کیا ہے؟

جواب دیا: نفس کا ہر چیز میں دل چسپی لینا۔

آپ نے پوچھا: قوت کیا ہے؟

جواب دیا کہ شدید جنگ اور مضبوط ترین آدمی سے جنگ کرنا۔

آپ نے پوچھا: ذلت کیا ہے؟

تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: سچائی کے وقت گھبرا جانا۔

آپ نے پوچھا: جرات کیا ہے؟

جواب دیا: ہمسروں کا ملنا۔

آپ نے پوچھا: کلفت کیا ہے؟

جواب دیا: بے مطلب بات کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بزرگی کیا ہے؟

تو جواب دیا: تاوان ادا کرنا اور جرم معاف کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: عقل کیا ہے؟

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جس کی تجھ سے رکھوالی مطلوب ہے اس سے دل کو محفوظ رکھنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حماقت کیا ہے؟

جواب دیا: اپنے امام سے دشمنی کرنا اور اس سے اونچی بات کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ثنا کیا ہے؟

تو جواب دیا: اچھائی کرنا اور برائی کو چھوڑنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: دانائی کیا ہے؟

امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: طویل بردباری کرنا اور حکم رانوں کے ساتھ نرمی کرنا، بدظنی سے بچنا ہی دانائی ہے۔

آپ نے پوچھا: مشرف کیا ہے؟

جواب دیا بھائیوں کا اتفاق اور پڑوسیوں کی حفاظت۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بے وقوفی کیا ہے؟

جواب دیا: کمینے اور گھٹیا لوگوں کی پیروی کرنا اور گم راہوں کے مصاحبت کرنا۔

آپ نے پوچھا: غفلت کیا ہے؟

تو جواب دیا کہ مسجد کو ترک کرنا اور فساد کی اطاعت کرنا۔

آپ نے پوچھا: محرومی کیا ہے؟

جواب دیا: اپنے حصے کو چھوڑ دینا جب کہ اسے تجھ پر پیش کیا گیا ہو۔

پوچھا: سردار کون ہے؟

تو جواب دیا کہ مال کے بارے احمق اور اپنی عزت کو حقیر سمجھنے والا جسے گالی دی جائے تو وہ خاندان کے حکم سے باز

نہ آنے والے کو جواب نہ دے وہ سردار ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

راوی بیان کرتے ہیں پھر سیدنا علیؑ نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جہالت سے سخت تر فقر کوئی نہیں اور عقل سے بہتر کوئی مال نہیں اور تکبر سے زیادہ وحشت ناک تنہائی کوئی نہیں اور مشاورت سے بڑھ کر کوئی قابل اعتماد مدد نہیں اور تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں اور حسن و اخلاق تفکر جیسی کوئی عبادت نہیں اور حیا جیسا کوئی ایمان نہیں اور ایمان کی چوٹی صبر ہے اور بات کی آفت جھوٹ ہے اور علم کی آفت نسیان ہے، حلم کی آفت بد اخلاقی ہے اور عبادت کی آفت سستی ہے اور شرافت کی آفت ڈینگیں مارنا ہے اور شجاعت کی آفت نافرمانی ہے اور سخاوت کی آفت احسان جتلانا ہے، خوب صورتی کی آفت تکبر ہے اور محبت کی آفت فخر ہے۔

پھر سیدنا علیؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! جس شخص کو تو ہمیشہ دیکھتا ہے اسے حقیر نہ سمجھ اگر وہ تجھ سے بڑا ہے تو

اسے اپنا باپ سمجھ اگر وہ تیرے جیسا ہے تو وہ تیرا بھائی ہے اگر وہ تجھ سے چھوٹا ہے تو اسے اپنا بیٹا خیال کر!

یہ وہ باتیں ہیں جو سیدنا علیؑ نے اپنے صاحب زادے سے جو ان مردی کے متعلق دریافت کیا۔

علی بن العباس طرابی نے بیان کیا ہے سیدنا حسنؑ کی انگوٹھی پر کندہ تھا کہ تو جس قدر تقویٰ اختیار کر سکتا ہے

اسے اپنے نفس کے لیے آگے بھیج۔ اے جوان موت بلا شک و شبہ تیرے پاس آنے والی ہے تو دنیا پر خوش ہو گیا ہے

گویا تو قبرستان اور بوسیدگی میں اپنے دل اثبات کو نہیں دیکھتا۔

امام احمد نے بیان کیا ہے کہ مطلب بن زیاد بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سیدنا امام حسنؑ نے اپنے بیٹوں اور

بھتیجیوں سے فرمایا جان لو آج تم قوم کے چھوٹے بچے ہو اور کل تم بڑے ہو جاؤ گے پس جو تم میں سے زیادہ نہ رکھ سکے وہ

میری یہ باتیں لکھ لے۔

بہ حیثیت خلیفہ راشد

سیدنا امام حسنؑ کی چالیس ہزار عراقیوں نے بیعت کی صالح ابن احمد نے بیان کیا ہے میں نے اپنے باپ کو

بیان کرتے سنا ہے کہ سیدنا امام حسنؑ کی 90 ہزار لوگوں نے بیعت کی اور آپ نے خلافت کو چھوڑ کر سیدنا امیر

معاویہؓ سے مصالحت کر لی اور آپ کے زمانے میں ایک قطرہ خون بھی نہ گرا۔ وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا

کہ میرے باپ نے بیان کیا ہے کہ جب سیدنا علیؑ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے سیدنا امام حسنؑ سے بیعت کی اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آپ کی اطاعت کی ان کے باپ سے بڑھ کر ان سے شدید محبت کی ہارون بن معروف نے بیان کیا ہے کہ فہرہ نے بحوالہ ابن شوزب ہم سے بیان کیا کہ جب علی شہید ہو گئے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما اہل عراق کے ساتھ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے ساتھ باہم مذبحیٹھ کی تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جنگ کو ناپسند کیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بعض شرائط پر بیعت کر لی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اصحاب کہنے لگے کہ اے مومنین کی عار اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

العار خیر من النار۔

عار بہتر ہے نار سے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ جو کچھ کوفہ کے بیت المال میں ہے وہ اسے لیں گے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس شرط کو پورا کر دیا بیت المال میں اس وقت پانچ کروڑ اور بعض کہتے ہیں ساٹھ کروڑ درہم تھے اور یہ کہ وہ خراج بھی لیں گے بعض کا قول ہے صوبہ ابجد کا ہر سال خراج ان کا ہوگا اس صوبے کے لوگوں نے جب یہ سنا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کر لی ہے کہ ان بد بختوں نے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو انہوں نے اس کے عوض آپ کو ہر سال چھ کروڑ درہم دیئے جاتے تھے اور آپ ہر سال انہیں مسلسل اپنے مال کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عطا کردہ عطیات تحائف اور ہدایہ وصول کرتے رہے یہاں تک آپ کی وفات ہو گئی متعدد کتب تواریخ میں موجود ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں سے بیعت لی تو فرماتے تھے اس شرط پر مجھ سے بیعت کرو کہ میرے فرمان پر عمل کرو گے جس سے میں جنگ کروں گا تم بھی جنگ کرنا اور جن سے میں صلح کروں اس سے صلح کرنا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ صلح جنگ سے بہتر ہے مناسب یہی ہے کہ آپ مجھ کو خلیفہ وقت تسلیم کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ کا عزم رکھتے ہیں چالیس ہزار کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور کوفہ سے بجانب شام روانہ ہوئے منزلیں طے کرتے ہوئے جب مقام دیر عبدالرحمن میں پہنچے تو قیس بن سعد کو بارہ ہزار کا لشکر دے کر بطور مقدمہ لکھش روانہ کیا (بسیاط مدائن) میں پہنچ کر لشکر کا قیام ہوا تو وہاں کسی نے یہ غلط خبر مشہور کر دی کہ قیس بن سعد مارے گئے ہیں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے یہاں ایک روز قیام کیا تا کہ سواری کے جانوروں کو آرام کرنے کا موقع مل جائے اس جگہ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم نے میرے ہاتھ پر اس شرط کے ساتھ بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ میں میری اطاعت کرو گے میں خدائے برتر تو ان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو کسی سے بغض و عناد و عداوت اور دشمنی نہیں ہے مشرق مغرب تک ایک مسلمان بھی مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا کہ میرے دل میں اس کی طرف رنج و ملال یا نفرت ہو اتفاق و اتحاد محبت و سلامتی اور صلح اور اصلاح کو میں نا اتفاقی اور دشمنی سے بہت بہتر سمجھتا ہوں اس تقریر کو سن کر منافقین نے فوراً تمام لشکر میں یہ بات مشہور کر دی کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتا ہے اس کے ساتھ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر ان ظالموں نے کفر کا فتویٰ لگا دیا الغرض سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ سے باعزت طور پر صلح کی جیسا کہ علماء اہلسنت کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ بہت ساری کتب تواریخ میں موجود ہے کہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے مشورہ دیا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی کوئی ضرورت نہیں ہم فوجی اور جنگی طاقت سے ان کو شکست فاش دے دیں گے اور ان کے مقبوضہ علاقہ پر بہت جلد قابض ہو جائیں گے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تو جانتا نہیں 80/90 ہزار لوگوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مرنے اور مارنے کی بیعت کی ہے اگر لڑائی ہوئی تو دونوں طرف سے مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان ہوگا اور دونوں طرف کثیر التعداد قتل ہو جائیں گے تو ان کے بال بچوں اور اہل و عیال کا انتظام کون کرے گا اور ان کی کفالت کا ذمہ دار کون بنے گا اس لیے میں بہر حال سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا ضروری سمجھتا ہوں یہ فرما کر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئے ہوئے قاصدوں کو اپنا سرکاری کاغذ نکال کر اس پر مہر اور دستخط کر دیئے ہیں اور ویسے ہی سفید کاغذ ان کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ اس پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جو شرائط بھی تحریر کریں گے مجھے منظور ہے اور میں ان سب کو پورا کرنے کو تیار ہوں اور تاریخ کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ صلح پر آمادہ ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور اس ارادے سے انہیں باز رکھنا چاہا لیکن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو پسند نہ کیا کیوں کہ آپ اپنے والد گرامی کے زمانے میں اہل کوفہ اور اہل عراق کو دیکھ رہے تھے کہ وہ وعدے کے جھوٹے اور بے وفا ہیں دوسری طرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ملکی انتظام اور نظام حکومت کی مضبوطی بھی ان کے پیش نظر تھی لہذا آپ صلح کے ارادے پر قائم تھے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان شرائط صلح

چنانچہ تاریخ التواریخ جلد اول صفحہ ۲۲۴ پر موجود ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هذا ما صالح عليه الحسن ابن علي ابن ابى طالب معاوية ابن ابى سفيان صالحه على ان يعمل فيهم بكتاب الله وسنة رسول محمد صلى الله عليه وآله وسلم وسيرة الخلفاء الراشدين۔

ترجمہ: یہ وہ ہے جس پر سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور خلفاء راشدین کی سیرت پر عمل کرے گا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلیفہ کا تقرر مسلمانوں پر چھوڑے گا اور مسلمان جس کو چاہیں گے خلیفہ نامزد کریں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرح دوسروں کو درگزر کریں گے۔ (کشف الغمہ جلد اول صفحہ 570، یعنی یہ روایت صفحہ 167)

شرائط صلح امام حسین رضی اللہ عنہ و سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منتہی الآمال عبارت موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلح کرد حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام با معاویہ بن ابی سفیان کے متعرض او نگر دو بہ شرط آں کہ او عمل کند در میان مردم بہ کتاب خدا و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت خلفاء شائستہ۔

اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی کتاب تاریخ اسلام حصہ اول کے صفحہ 457 پر لکھتے ہیں:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے وکیلوں سے دریافت کیا وہ شرطیں کیا ہیں جو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے منوانا چاہتے ہیں تو عبداللہ بن عامر نے جو نالشی کمیٹی کا اہم رکن اور آپ کا وکیل تھا عبداللہ بن عامر نے کہا کہ پہلی شرط یہ ہے جب تم فوت ہو جاؤ تو تمہارے بعد خلافت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملے۔

دوسری شرط یہ ہے جب تک تم زندہ رہو ہر سال پانچ لاکھ درہم سالانہ بیت المال سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے

پاس بھیجتے رہو۔

تیسری شرط یہ ہے علاقہ اہواز و فارس کا خراج سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا کرے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہ شرطیں عبداللہ بن عامر نے بطور خود سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کر کے پھر وہ شرطیں سنائیں جو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر سے کہلا کر بھجوائیں تھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ کو یہ تمام شرطیں منظور ہیں اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ بھی اور کوئی شرط پیش کریں گے تو وہ بھی مجھ کو منظور ہے کیوں کہ ان کی نیت نیک معلوم ہوتی ہے اور مسلمانوں میں صلح و آشتی کے خواہاں نظر آتے ہیں، یہ کہہ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفید کاغذ پر اپنی مہر اور دستخط ثبت کر کے عبداللہ بن عامر کو دیا اور کہا کہ یہ کاغذ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو شرطیں آپ چاہیں اس کاغذ پر لکھ دیں میں سب کو پورا کرنے کے لیے تیار ہوں جب عبداللہ بن عامر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مہری دستخطی کاغذ لے کر آئے اور تمام پیش کردہ شرائط کا تذکرہ کیا تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس شرط کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد میں خلیفہ بنایا جاؤں اگر مجھ کو خلافت کی خواہش ہوتی تو میں اس کے چھوڑنے پر آمادہ کیوں ہو جاتا اس کے بعد آپ نے اپنے کاتب کو بلایا اور صلح نامہ لکھنے کا حکم دیا یہ صلح نامہ حسن بن علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان لکھا جاتا ہے دونوں مندرجہ ذیل باتوں پر متفق اور رضا مند ہیں اور خلافت معاویہ بن ابی سفیان کو سپرد کیا گیا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمان مصلحت وقت کے مطابق جس کو چاہیں گے خلیفہ بنائیں گے معاویہ کے ہاتھ اور زبان سے سب اہل اسلام محفوظ و مامون رہیں گے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سب کے ساتھ نیک سلوک کریں گے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلقین اور ان کے طرف داروں سے بلا عذر شرعی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی تعارض نہ کریں گے حسن بن علی اور حسین بن علی اور ان کے متعلقین امیر معاویہ سب کے ساتھ نیک سلوک کریں اور کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے اور دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جس شہر اور جس آبادی میں چاہیں گے سکونت اختیار کریں گے امیر معاویہ اور ان کے عاملوں اور گماشتوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنا محکوم سمجھ کر اپنے کسی ذاتی حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کریں صویہ ابوہاز کے اخراج حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہنچاتے رہیں گے کوفہ کے بیت المال میں جس قدر درہم اب موجود ہیں وہ سب امام حسن بن علی کی ملکیت سمجھا جائے گا وہ اپنا اختیار اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے امیر معاویہ بنو ہاشم کو انعام و عطیہ میں دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔ الغرض کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے باعزت اور پر وقار طریقہ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی نہ ڈر کر نہ جھک کر یعنی نہ بکے اور نہ جھکے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر موافق سیدنا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

مگر کتب روافض میں اس کے برعکس سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کا نقشہ پیش کیا ہے کہ معاذ اللہ آپ نے ڈر کر اور جان کے خطرہ کے تحت بیعت معاویہ قبول کی چنانچہ طوالت سے بچتے ہوئے صرف چند کتب کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

جلاء العیون اردو صفحہ 344 پر عبارت موجود ہے۔

جب لشکر کشی معاویہ بہ جانب عراق کے امام حسن رضی اللہ عنہ نے سنی منبر پر تشریف لائے اور حمد و ثناء الہی فرما کر معاویہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا حضرت کے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا اس کے بعد عدی بن حاتم منبر کے نیچے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا سبحان اللہ تم لوگ کیا فرقہ بنا ہمارا ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کا حکم فرماتے ہیں تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شجاع تم لوگ غضب خدا سے نہیں ڈرتے اور ننگ و عار سے پروا نہیں کرتے یہ سن کر ایک گروہ نے عدی بن حاتم کا ساتھ دیا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر سچ کہتے ہو تو جانب نخیلہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ اور مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے قول پر وفانہ کرو گے جس طرح تم نے اس سے وفانہ کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں تمہارے کہنے پر کیوں کر اعتماد کروں حالاں کہ میں نے دیکھا جو تم نے میرے پدر کے ہمراہ سلوک کیا یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف آئے اور سوار ہو کر متوجہ لشکر گاہ ہوئے جب وہاں پہنچے جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا اکثر نے اپنے قول پر وفانہ کی اور حاضر نہ ہوئے پس وہاں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا مجھے فریب دیا گیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کو فریب دیا اور نہیں معلوم میرے بعد تم لوگ کس کس امام کو فریب دو گے اور کس امام سے مقابلہ کرو گے آیا اس شخص سے جہاد کرو گے جو ہرگز ایمان با خدا اور رسول خدا نہیں لایا اور شمشیر کے خوف سے ایمان لایا اور بعد اس کے منبر سے نیچے آیا اور ایک مرد کو قبیلہ کندہ سے معہ چار ہزار آدمیوں کے بمقابلہ معاویہ بھیجا اور حکم دیا منزل انبار پر توقف کرے کہ حکم نامہ میرا اس کے پاس پہنچ جائے جب لوگ انبار میں پہنچے اور معاویہ کو اطلاع ہوئی اس نے قاصد مرد کندہ پاس بھیجا اور نامہ میں لکھا اگر تو میرے پاس چلا آئے گا تو تجھے حکومت ایک شہر ہائے شہر سے شام دوں گا اور پانچ سو درہم بھی اسے بھیجے اس شقی نے جب درہم دیکھے اور وعدہ حکومت سنا دین کو دینار پر بیچ ڈالا اور روپیہ لے کر دو سو نفر کے اپنے عزیزوں اور مخصوصوں میں سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پاس چلا گیا، اور امام حسن رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو گیا جب یہ خبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی سیدنا نے خطبہ پڑھا۔

خطبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

مسلمانوں میں فتنے کو بہت مکروہ رکھتا ہوں اور جدا مجد کی امت میں سے فساد اور فتنے کو دور کرنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لیے میں نے سیدنا امیر معاویہ سے صلح کی اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کیا اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے رضا و رغبت ان کو بخش دیا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب منبر سے اترے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ ان کو مخاطب ہو کر کہا اے ابو محمد آپ نے آج اس قسم کی جواں مردی اور بہادری دکھائی کہ اس جواں مردی اور بہادری آج تک کوئی بھی نہ دکھا سکا۔

اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کنڈی نے مجھ سے مکر کیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا مکر تم نے کیا تمہارے عہد کو وفا نہیں اور تم سب بندہ دنیا ہو اب میں دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں اور جانتا ہوں کہ وہ بھی ایسا ہی کرے گا ایک مرد کو قبلہ فراد سے معہ چار ہزار مرد روانہ کیا اس سے عہد و پیمان لیا اور عذر فکر نہ کرے اس سے قسمیں نہ کھائے میں فریب و دغا نہ کروں گا جب وہ روانہ ہوا فرمایا یہ بھی مثل مرد کنڈی مکر کرے گا، جب یہ مرد مرادی پہنچا معاویہ نے قاصد اور نامے اسے بھیجے اور پانچ ہزار درہم بھی بھیجے اور وعدہ کیا حکومت اور امارت جہاں کی وہ پسند کرے پس وہ بھی امام حسن رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس چلا گیا جب یہ خبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی خطبہ پڑھا اور فرمایا میں نے تم سے مکر کیا تم لوگ با وفا نہیں ہو دیکھو مرادی نے بھی مجھ سے مکر کیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا پس عبداللہ بن عباس کو ہمراہ قیس بن سعد بارہ ہزار پر سردار کر کے دیر عبدالرحمن سے جانب معاویہ بھیجا اور فرمایا اگر عبداللہ بیمار ہو قیس بن سعد امیر ہوا اگر وہ بھی بیمار ہو جائے سعید پسر قیس امیر ہو اور عبداللہ کو وصیت کی اور قیس بن سعد اور سعید بن قیس کی صلاح مشورہ پر عمل کرے اور خود بھی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے وہاں سے کوچ کیا اور سباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر چاہا اپنے اصحاب کا امتحان کریں اور ان کے کفر و نفاق اور بے وفائی کو لوگوں پر ظاہر کریں پس لوگوں کو جمع کیا اور حمد و ثنا بجالا کر فرمایا:

اما بعد تحقیق کہ میں بعد حمد و نعت رسول خدا امید رکھتا ہوں کہ اس خلق ہر خیر خواہ ترین اور بہترین مردم ہوں اور کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں اور کسی طرف سے میرے دل میں ارادہ بدی نہیں اور مسلمان اور جمعیت کی پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں پس لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور میری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رائے کو اپنے حق میں رد نہ کرو امید ہے خدا مجھے اور تمہیں بخش دے ہمیں تمہیں جس میں اس کی محبت و خوشنودی ہے ہدایت کرے۔

جب ان منافقین نے یہ کلام سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ایک دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں خلافت معاویہ کو دیں پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور بلوہ کیا اور اسباب امام حسن رضی اللہ عنہ لوٹ لیا۔

چوں منافقاں اس سخناں را از حضرت شنیدند بہ یک دیگر نظر کردند گفتند از سخناں اور معلوم می شود کہ می خواہد با معاویہ صلح کند و خلافت را با و واگزارد پس ہمہ برخاستند گفتند او مثل پدرش کا فر شد بہ خیمہ آں حضرت ریختند و اسباب حضرت را غارت کردند حتی مصلائی حضرت را از زیر پایش کشیدند و ردای مبارکش را از دوشش ربودند۔

ترجمہ: جب منافقوں نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سنیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور بولے اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ سے صلح کرنا چاہتا ہے اور خلافت معاویہ کو دینا چاہتا ہے پس تمام اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا۔ آپ کا مال اسباب لوٹ لیا یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک کے نیچے سے مصلی کھینچ لیا اور آپ کے کندھوں سے آپ کی چادر لے گئے۔

پس آپ نے اپنے اونٹ منگوائے اور اس پر اپنے اہل بیت کو لے کر چل پڑے اور یہاں تک آپ مدائن شہر پہنچ گئے کہ بنی اسد قبیلے کے ایک ملعون نے جس کو جراح بن سنان کہتے ہیں اس نے آپ کی ران مبارک پر خنجر مارا جس سے آپ کی ران مبارک کی ہڈی ظاہر ہو گئی باروایت دیگر آپ کے پہلو مبارک پر مارا اور کہا کہ تو کافر ہو گیا ہے جیسے تیرا باپ ہو گیا ہے، دوستان امام حسن نے ملعون کو پکڑ کر قتل کیا اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو عماری نے بٹھا کر مدائن میں لے گئے۔ سعد بن مسعود شقفی کے گھر میں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے والی مدائن تھا۔ نزول اجلال فرمایا اور وہ مختار کا چچا تھا (یہ وہی مختار ہے جس کو شیعہ اپنا ہیرو مانتے ہیں اور اس کے نام کی فورس بناتے پھرتے ہیں) پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا چلو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہم معاویہ کو دے دیں معاویہ اس کے عوض ہم کو ولایت دے دیں سعد نے کہا تیرا برا ہو یہ تو کیا بکتا ہے میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان پدر بزرگوار کی طرف سے مدائن کا حاکم ہوں ان کا حق نصیحت

فراموش کر دوں اور فرزند رسول خدا کو معاویہ کو دے دوں جب شیعان امام حسن نے یہ کلام سنا چاہا کہ مختار کو قتل کر دیں آخر با شفاعت عم مختار اس کی تقصیر سے درگزر کیا پس سعد ایک جراح کو لایا اور زخم کا علاج کیا اکثر رؤسائے لشکر امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں تم جلد متوجہ عراق ہو۔ جب نزدیک پہنچو گے ہم امام حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر تم کو دے دیں گے ناگاہ خبر آئی جب عبداللہ بن عباس برابر لشکر معاویہ پہنچے معاویہ نے ایک قاصدان کے پاس بھیجا اور دو ہزار درہم کا وعدہ کیا اور نصف اس وقت دے دینا نصف جب کوفہ میں آئے دینا پس اسی شب لشکر سے بھاگا اور معاویہ کے لشکر میں جا ملا جب صلح ہوئی تو اس کو اس کے خیمے میں نہ دیکھا پھر ہمراہ قیس بن قیس نماز صبح ادا کی قیس نے خطبہ پڑھ کر لوگوں کو کہا کہ اگر اس خائن یعنی عبداللہ بن عباس نے اپنے امام سے خیانت کی لازم ہے تم خیانت نہ کرو خدا اور رسول کے غضب سے اندیشہ کرو اور دشمنان خدا سے جنگ کرو ان لوگوں نے بظاہر قبول کیا مگر ہر شب لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بھاگ کر معاویہ کے لشکر میں جا ملتے تھے اس کے بعد دوسرا نامہ معاویہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور منافقین کے ناموں کی فہرست لے کر ملفوف کر کے بھجوا دی اور لکھا تمہارے اصحاب نے تمہارے باپ سے وفانہ کی اور تم سے بھی وفانہ کریں گے۔

فہرست ملاحظہ ہو: صفحہ 346 جلاء العیون اردو جلد اول

خلافت کو چھوڑنا

پس جب دونوں جگہ یہ خبر شائع ہوئی تو امام حسن رضی اللہ عنہ کی فوج میں بغاوت پھیل گئی فوجی آپ کے خیمے پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلیٰ تک گھسیٹ لیا دوش پر سے ردا بھی اتار لی بعض گمراہوں نے معاویہ سے سازش کر کے اور رشوتیں لے کر ارادہ کیا آپ کو گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں اور ان کے بعض رئیسوں نے خط و کتابت کر کے اطاعت قبول کر لی اور اسے لکھا بہت جلد عراق چلے آئیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر آپ کے حوالے کر دیں گے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کمال صدمہ سے آپ مدائن کے گورنر سعد کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں ایک خارجی نے موقع پا کر ان پر ایسا زخم لگایا جو ہڈی تک جا پہنچا آپ زخمی حالت میں مدائن کے قصر میں جا کر ٹھہرے سعد نے علاج کرایا حضرت کچھ مدت میں اچھے ہو گئے یہ حالت دیکھ کر حضرت نے خالق خدا کی خون ریزی کا اندیشہ ترک خلافت کا ارادہ کر لیا اور چھ یا سات ماہ میں خلافت کے بعد ان شرائط پر معاویہ سے صلح کر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے حکومت سے دست بردار ہو گئے:

- 1- معاویہ مسلمانوں پر کتاب خدا اور سیرت خلفائے صالحین کے مطابق حکومت کرے گا۔
- 2- بیت المال کوفہ میں جو رقم بچ گئی وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو دے دی جائے گی اور حضرت زمانہ حکومت کے دیون ادا کر دیں۔
- 3- نساء اور دارالحیر کا اخراج امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملتا رہے گا کہ اہل بیت خرچ کرتے ہیں۔
- 4- اب سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر شب و ستم نہ کیا جائے گا، معاویہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنا ولی عہد مقرر کریں۔

(تاریخ ائمہ صفحہ 253)

جب اہل کوفہ کی بدسلوکیاں حد سے آگے بڑھ گئیں تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم با خدا اس جماعت سے میرے لیے معاویہ بہتر ہے یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا میرا مال اسباب لوٹ لیا قسم با خدا اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون ضبط کروں اور اے اہل اعیال میں بے خوف ہو جاؤں، اس سے بہتر ہے یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل و عیال و عزیز قریب ضائع ہو جائیں قسم با خدا اگر میں معاویہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں گے۔

(جلاء العیون جلد اول 357، احتجاج طبری جلد دوم صفحہ 10 عربی عبارت)

غور کریں! قارئین کرام! سوچیں کہ شیعہ روایات کے مطابق سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کن حالات میں مجبور ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی ان روایات سے تو پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حلم اور بردباری سے کام لیتے ہوئے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی جان اور عزت بچائی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کی صلح ہو چکی تو رافضیوں نے آپ سے زبردست بدسلوکی شروع کر دی جس کا ذکر آپ جلاء العیون کے حوالے سے اوپر پڑھ چکے ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہل عراق! میں تم سے تین بار درگزر کر چکا ہوں تم نے میرے باپ کو شہید کیا میرا گھر بار لوٹا نیز مجھے شدید زخمی کیا پس تم کو یہی دکھ ہے کہ تم دو قسم کے مقتولین کو یاد رکھتے ہو اور ان کو روتے پیٹتے ہو ایک وہ لوگ جو مقبیس میں مقتول ہوئے دوسرے وہ جو تہران کے مقتولین کا معاوضہ تم مجھ سے طلب کر رہے ہو تو اب مجھ سے باز آ جاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں اپنے بابا جان کے پڑوس اور جوار میں رہ کر اپنی بقیہ عمر بسر کروں۔ چنانچہ تاریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ جلد اول صفحہ 221 پر موجود ہے:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یا اهل العراق انما سخی علیکم بنفسی ثلاث قتلکم ابی و طعنکم ایابی و انتہابکم متاعی۔

اور بقیہ یہی عبارت مناقب آل ابی طالب جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 34 پر موجود ہے۔

اور پس آپ کے یہ فرمودات کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں: تہذیب الکمال در احوال سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 140)

سببِ وصال

مؤرخین اور علمائے اسلام کے اس کے بارے میں مختلف خیالات ہیں زیادہ تر اس کا سبب زہر خورانی بیان کرتے ہیں اور پھر اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس کے کہنے پر دیا اور کیوں دیا چنانچہ اس سلسلے میں بعض مؤرخین نے آپ کی بیوی جعدہ دختر اشعث کو ملوث کیا جو کہ سراسر باطل اور غلط ہے اول اس لیے کہ یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی زوجہ کا تعلق کسی غیر مرد سے ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے خاوند سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہلاک کر دے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے یزید نے آپ کی بیوی سے تعلقات قائم کر رکھے تھے اور اس نے کہا تھا اگر تو حسن کو ہلاک کر دے تو میں تجھے اپنے عقد میں لے لوں گا یہ اس لیے غلط ہے کہ قابل غور بات ہے کہ سیدنا امام حسن میں کون سی خامی اور نقص تھا اور آپ کے مقابلہ میں یزید میں کون سی خوبی تھی جس پر آپ کی زوجہ نے آپ پر یزید پلید کو ترجیح دی ویسے بھی اگر کسی کے بارے میں کہا جائے کہ اس کی بیوی کے غیر مرد کے ساتھ تعلقات ہیں تو کیا اس شخص کی توہین نہ ہوگی جس کی بیوی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے اور روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ جس کے ساتھ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا جسم پاک مس کر جائے وہ جہنم سے آزاد ہے تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والا یا والی یقیناً جہنمی ہے تو یہ ممکن ہی نہیں آپ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا ہو یہ بات کتابوں میں موجود ہے وقت کے بڑے بڑے قماش اور بد معاش قسم کے لوگ ایک گھڑی ولی کی صحبت میں بلکہ ان سے زندگی میں ایک بار مصافحہ کرنے سے جہنم سے آزاد ہو گئے۔

ہمارے شیخ برحق شیخ الحدیث حضور سیدنا جلال الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا معروف مشہور واقعہ ہے جو کہ متعدد اور مستند علما سے سنا ہے کہ حضرت پیر سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (کرماں والا شریف والے) نے فرمایا جب کہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تشریف فرما تھے تو لوگوں کا جم غفیر تھا اور وہ حضرت پیر صاحب سے ملنے کے لیے ایک

دوسرے سے دھکم دھکا ہو رہے تھے اور کافی لوگ آپ کے اوپر گر رہے تھے تو ایک مولوی صاحب نے مجمع کو جھڑک کر دور کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا یعنی پیر سید اسماعیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب انہیں چھوڑ دو جو بھی میرے پیر صاحب یعنی قبلہ حافظ الحدیث کے ساتھ مس ہو جائے گا اس پر جہنم حرام ہو جائے گی۔

زہر دینے کی نسبت آپ کی بیوی کی طرف اس لیے بھی غلط ہے کہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود کسی کا نام نہیں لیا تو پھر اور کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ خواہ مخواہ آپ کی زوجہ کو ملوث اور مورد الزام ٹھہرائے جائے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں تحریر فرماتے ہیں: (یہاں بھی صرف اردو ترجمہ پیش خدمت ہے)

ایک دفعہ آپ فرمانے لگے مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے تم مجھ سے نہ پوچھ سکو گے اس نے کہا: میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے پاس چلے گئے پھر دوسرے دن ہم آپ کے پاس آئے اور آپ بازار میں بے ہوش ہو گئے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آ کر آپ کے پاس بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے اے بھائی آپ کے ساتھ یہ کام کس نے کیا ہے آپ نے فرمایا تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اگر میرے ساتھ کام کرنے والا وہی ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب اور سخت سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں پسند نہیں کرتا کہ تو میرے بدلے ایک بے گناہ کو قتل کرے۔ محمد بن سعد نے اسے ابن علیہ سے بحوالہ ابن عون روایت کی ہے کہ محمد بن عمر الواقدی نے بیان کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بہ حوالہ ام بکر بنت المسیور مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کئی بار زہر پلایا گیا اور آپ اس سے بچ جاتے رہے حتیٰ کہ آخری بار اس سے فوت ہو گئے اس نے آپ کے جگر کو پکڑ لیا تھا۔ جب آپ فوت ہوئے تو بنی ہاشم کی عورتوں نے آپ پر ایک ماہ تک سوگ کیا اور دوسری روایت میں ایک سال کا ذکر ہے ایک اور دوسری روایت میں ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے ابو محمد مجھے بتاؤ آپ کو کس نے زہر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی کیوں؟ (سیدنا حسین) نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو دفن کرنے سے قبل اسے قتل کر دوں گا اور جس علاقہ میں بھی ہوگا میں کوشش کر کے اس کے پاس جا کر اسے قتل کروں گا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھائی یہ دنیا فانی ہے، اس شخص کو چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ملاقات کریں اور آپ نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا اور میں نے ابن کثیر نے بعض لوگوں کو کہتے سنا سیدنا امیر معاویہ

نے اپنے ایک خادم سے احسان کر کے کہا وہ آپ کو زہر پلا دے، علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس قسم کی روایت صحیح نہیں اول تو زہر خورانی کی روایت ناقابل اعتبار ہے بلکہ آپ کے وصال شریف کا سبب خراب معدہ اور دیگر وجوہات ہیں کیوں کہ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی چار پائی کے نیچے چالیس روز تک طشت رکھا جاتا اور اٹھایا جاتا اللہ اللہ، اگر یہ تاریخی روایت درست اور صحیح ہوں تو آپ کس قدر حلم اور بردباری کے مالک تھے۔ حلم ایسی صفت ہے جو کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حلم ہونا اپنی صفت بیان فرمائی اور سیدنا اسماعیل کے بارے فرمایا:

فبشرناہ بغلام حلیم۔ (پارہ 23)

سیدنا اسماعیل کے حلیم کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے کہ کس طرح انہوں نے حلمی نمونہ پیش کیا، حلم اور بردباری اعلیٰ قسم کی صفت ہے جس کے بارے میں پورے کے پورے مظہر اتم تھے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تو جب انہوں نے خود اپنے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یا اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے ذکر نہیں کیا تو پھر خواہ مخواہ اٹکل اور قیاس آرائیوں سے کسی کو متہم اور مورد الزام ٹھہرانا کیوں کر صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ بندہ نے ایک بزرگ اور پیر جو فوت ہو گئے ہیں کے بارے میں سنا ہے کہ انہوں نے کسی کے سامنے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے زہر دینے کی وجہ بیان کی کہ چوں کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ طلاق تھے یعنی بہت طلاقیں دینے والے آپ کے اس رویے سے تنگ آ کر آپ کی ایک بیوی نے زہر دے دیا۔

شیعہ مصنف سید امام حسن کا بہت زیادہ نکاح کرنے اور طلاق دینے کی عجیب ہی وجہ تحریر کرتا ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی کثرتِ طلاق

تاریخ کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کثرت سے نکاح کرتے اور چند دنوں کے بعد ان عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے تھے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض مختلف اغراض سے کیا جاتا ہے مگر جو لوگ تاریخ و سیر کے اوراق کے سیر کرتے ہیں وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ 41ھ میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت سے دست برداری اختیار کی اور صلح نامہ میں یہ شرط بھی کی کہ معاویہ کے بعد امام حسن طاہری خلیفہ ہوں معاویہ نے اس وقت حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے یہ شرط بھی مان لی اور اس پر دستخط کر دیا مگر اس کو بڑی فکر ہوئی کہ کسی طرح اس سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کر دے اور اپنے بعد فرزند یزید کو بادشاہ بنائے اس وجہ سے وہ برابر کوشش کرتا رہا کہ سیدنا امام

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حسن ؑ کی بیویوں کے ذریعے سے سیدنا امام حسن ؑ کو زہر دے کر آپ کا کام تمام کر دے تاکہ یزید کو بادشاہ بنانے میں آسانی ہو جائے اور عرب کی طمع مشہور ہے کہ جب عمرو بن سعد ایسا شخص صوبہ رے کی حکومت کی طمع میں امام حسین ؑ کا خون ظاہر بہ ظاہر بہانے پر راضی ہو گیا تو ایک لاکھ درہم کے انعام کے وعدوں پر سیدنا امام حسن ؑ کی بیویوں کی سازش میں شریک ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہو سکتا غرض معاویہ سیدنا امام حسن ؑ کی بیویوں کے ذریعے سے سیدنا امام حسن ؑ کو زہر دلوانے کی کوشش کرتا رہتا تھا اور جب یہ راز فاش ہو جاتا تو سیدنا امام حسن ؑ بیویوں سے بچنے کے لیے مجبور ہوتے تھے اور ان سب کو طلاق دیں اور دوسری سے نکاح کر لیں کچھ دنوں کے بعد وہ بیویاں معاویہ کی سازش میں شریک ہو جاتیں تو سیدنا امام حسن ؑ ان کو بھی طلاق دے کر دوسری عورتیں نکاح میں رکھتے غرض یہی سلسلہ جاری رہا، آخر سیدنا امام حسن ؑ کی بیوی ہی نے حضرت کا کام تمام کر دیا۔ پس سیدنا کو عورتوں کو طلاق دینا اور محض اس وجہ سے تھا کہ زہر خورانی کا حملہ نہ ہو مگر سیدنا امام حسن ؑ کب تک کامیاب ہوتے آخر وہی ہوا جو معاویہ چاہتا تھا۔ یہ سب کا سب جھوٹ، بکواس اور ڈرامہ ہے۔ (تاریخ ائمہ صفحہ 255)

ذرا غور کریں سیدنا امام حسن ؑ کے گھرانے کے بارے میں شیعہ علما کا گند انظر یہ کہ امام نکاح کرتے اور طلاق دیتے رہتے اور جن بیویوں سے آپ نکاح کرتے وہ بیوی فوراً سیدنا امیر معاویہ ؑ سے جا ملتی جس سے انہیں طلاق دینا پڑتی یہ سیدنا امیر معاویہ ؑ اور سیدنا حسن ؑ کے بارے میں کتنی دشمنی پر اتر آئے ہیں، کثیر الزواج کی روایات کے بارے میں شیعہ کتب میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیدنا امام حسن ؑ کا یہ طریقہ سیدنا علی ؑ کی موجودگی میں تھا یہاں تک سیدنا علی ؑ کو کہنا پڑا کہ لوگو! حسن ؑ سے اپنی بیٹیاں نہ بیاہو کیوں کہ وہ طلاق دے دیتے ہیں لہذا یہ روایات اس لیے غلط ہیں معاذ اللہ سیدنا علی ؑ کی موجودگی میں ہی آپ کی بیویاں غیر محرم افراد سے ساز باز کر لیتی تھیں بندہ کے نزدیک ایسی روایت یعنی آپ کا ہر روز یا پھر دوسرے دن نئی شادی کر کے طلاق دے دینا بالکل اور باطل محض ہے اس مسئلہ میں سیدنا امام حسن سے توہین کرنے میں وہ سنی اور شیعہ جنہوں نے من گھڑت روایات وضع کی ہیں سب برابر ہیں کیوں کہ ہر دو فریق کی کتابوں میں ایسی روایات پائی جاتی ہیں آپ کی ازواج کی تعداد ستر سے لے کر تین سو تک اہل سنت اور روافض کی کتابوں میں درج ہیں جو کہ سب موضوع اور من گھڑت ہے۔

و فی بعض الروایات تسعین و البعض الاخر مائتین و خمسين و البعض

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الآخر ثلاث مائة و روى غير هذا الا انه من الشذوذ بمكان و هذه الكثرة
المزعومة موضوعة۔ (موسم آل بیت النبی الاطهار صفحہ 303)

بعض روایات آپ کی بیویوں کی تعداد نوے سے لے کر بعض روایات میں تین سو تک ہے مگر تحقیق یہ ہے یہ
روایات موضوع اور من گھڑت ہیں۔

فہذہ روایات لاتصح و لا تثبت و بالتالی لا یعول علیہا۔

یہ روایات صحیح نہیں ہے اور نہ ہی از روئے سند ثابت ہے۔ (موسم آل بیت النبی الاطهار صفحہ 304)

امام حسین رضی اللہ عنہ کو وصیت

میرے فوت ہونے کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرنا اور وہ مجھے میرے نانا جان کے جوار
اور پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں اجازت دینے کے بعد اگر کسی قسم کے تنازعہ اور لڑائی کا خطرہ ہو تو جنت
البقیع میں مجھے میری والدہ محترمہ کے قدموں میں دفن کر دینا اور ہرگز ہرگز لڑائی یا تنازعہ بالکل نہ کرنا۔ اللہ اللہ کیا صبر اور
حوصلہ ہے۔

چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارضا و رغبت اجازت دے دی لیکن مروان نے ضد کی کہ ہم یہاں ہرگز سیدنا
حسن رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے نہیں دیں گے اور عذر بہانہ یہ بنایا کہ آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن نہ
ہونے دیا اس لیے ہم تمہیں کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ تم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو یہاں دفن کرو چنانچہ آپ
کی وصیت کے مطابق جنت البقیع سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے قدموں میں دفن کر دیا گیا نیز وصیت فرمائی کہ میں
ابھی طرح سمجھ گیا ہوں اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہی نہیں ہے کہ نبوت خلافت ہمارے خاندان میں رہے اور مجھے دکھائی دے
رہا ہے کہ بے وقوف کوئی تم کو خلافت کا جھانسہ دے کر عراق بلائیں گے مگر اے میرے بھائی اپنے والد گرامی اور
میرے حالات سے خوب سمجھ لینا کہ عراقی بے وفا اور دھوکے باز ہیں ہرگز ان کے دھوکے میں نہ آنا۔

(تاریخ الخلفاء، تاریخ ائمہ، تاریخ التواریخ، کشف الغمہ وغیرہ)

وصال

آپ کی تاریخ وصال 4 ربیع الاول 51ھ اور اس کے علاوہ اور بھی قول ہیں، بعض نے سنہ 51ھ یا سنہ 58ھ میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

47 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ یہی مشہور ہے۔

جنازہ

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پڑھوایا کیوں کہ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھا اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں آپ کو کبھی آگے نہ کرتا کیوں کہ حاکم وقت کی موجودگی میں شرعی حکم کے مطابق اور کوئی جنازہ نہیں پڑھا سکتا مگر اس کی اجازت سے۔

(البدایہ والنہایہ صفحہ 64 جلد ہشتم اردو، سیر اعلام النبلاء صفحہ 345 جلد 4، کشف الغمہ جلد اول 584)

علیہ قدم سعید بن العاص و صلی علیہ الحسن بن علی و قال تقدم فلولا انها سنة ما قدمتك۔

ترجمہ: بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو آگے کیا اور کہا آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اس طرح دستور نہ ہوتا تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

سبحان اللہ! سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرعی احکام اور اسلامی اصول و سنت کی پیروی کی کس قدر اہمیت اور قدر ہے کہ باوجود ذاتی مخالفت کے شرعی اصول اور اسلامی ضابطہ کو تبدیل کرنا گوارا نہ فرمایا ایسے ہی لوگ شریف اور ہدایت کے اعلیٰ علمبردار ہوتے ہیں نیز جب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو مروان نے آپ کی چارپائی (جنازہ) کو کندھا دیا اس حال میں وہ زار و قطار رو رہا تھا اور سخت بے چین تھا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب روتا ہے جب کہ تو زندگی میں ان کو تنگ کیا کرتا تھا، تو مروان نے کہا میرا یہ معاملہ اس شخص کے ساتھ تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم اور بردبار تھا آپ کے وصال شریف پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف میں با آواز بلند روتے ہوئے کہا اے لوگو جتنا رو سکتے ہو تو روؤ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

اولاد

صاحب زادے:

- 1 قاسم بن حسن
- 2 عبداللہ بن حسن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

- 3 حسن ثنیٰ بن حسن
- 4 زید بن حسن
- 5 عبدالرحمن بن حسن
- 6 ابوبکر بن حسن
- 7 اسماعیل بن حسن
- 8 محمد یعقوب بن حسن
- 9 جعفر بن حسن
- 10 علی بن حسن
- 11 حمزہ بن حسن
- 12 عبداللہ اصغر

صاحب زادیاں:

- 1 ام الحسن بنت حسن
- 2 ام الحسین بنت حسن
- 3 فاطمہ کبریٰ بنت حسن
- 4 فاطمہ صغریٰ بنت حسن
- 5 ام عبداللہ بنت حسن
- 6 ام سلمیٰ بنت حسن
- 7 رقیہ بنت حسن

فضائل امام حسن رضی اللہ عنہ

آخر میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالیہ میں نذرانہ عقیدت اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار اور بے شمار رحمتیں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی روح پر نازل کرے کہ انہوں نے اخلاص و ایثار خدمت اسلام کا بہترین نمونہ امت محمدیہ کے لیے چھوڑا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جس کی توقع خیر البشر رحمۃ للعالمین اور جامع جمیع کمالات انسانیت کے نواسے سے ہی ہو سکتی تھی۔ اے حسن! تو نے مسلمانوں کے دو ٹکروں کو آپس میں ملا کر ایک کر دینے کا وہ عظیم الشان کام کیا ہے جو دو لخت شدہ کرم زمین کے جوڑنے شق شدہ آسمان کا باہم جوڑ ملانے سے بھی زیادہ مشکل کام تھا۔ اے حسن! تو نے اپنی مدت خلافت میں کوئی میدان کار زار گرم نہیں کیا لیکن تو نے دنیا کے تمام بہادروں تمام شمشیر زنوں تمام سپہ سالاروں تمام ملک گیروں تمام شیرالکلوں کی سرداری حاصل کر لی۔ اے حسن! تیرے ہی فضل حسن کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے بحر روم اور اس کے جزیروں پر قبضہ کیا، قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ کر عیسائی شہنشاہی کو ذلیل و رسوا کیا، طرابلس الغرب مراکش سندھ، اسپین، افغانستان و ترکستان وغیرہ ممالک اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔ اے حسن! تو نے عالم اسلام میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اے حسن! تو نے اپنی شرافت کا نمونہ دکھا کر اسلام کو از سر نو لبریز کیا۔ اے حسن! مسلمانوں کی ہر ایک سر بلندی تیری روح مبارک پر رحمت الہی کی بارش بن کر برستی ہوگی۔ اے سیدہ فاطمہ کے لاڈلے! اے خاندان نبوت کے ماہتاب! اے امت مسلمہ کے چشم و چراغ! میری روح تیری محبت میں گداز پکھل رہی ہے، میرا دل تیری عزت و عظمت سے لب ریز ہے، میرے جسم کے ہر روٹکٹے اور میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح و ثنا کا ایک زبردست شور برپا ہے تیری بہادری تیرے حلم اور بردباری کی طرح کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ عظیم الشان اور بلند ہے تیری مردانگی بحر اکاہل سے زیادہ شوکت رعب اور دبدبہ رکھتی ہے۔ اے شجاع الناس اور اے اہل جنت کے سردار! بندہ ناچیز کی طرف سے لاتعداد سلام و صلوة کا تحفہ قبول فرمائیے اور اے بہادروں کے بہادر! قیامت کے دن اس ناچیز کو نہ بھولنا۔ والسلام (تاریخ اسلام)

حسن مجتبیٰ سید الاخیاء
 راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
 اوج مہر ہدیٰ موج بحر ندی
 روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
 شہد خوار لعاب زبان نبی
 چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ الطیبین و ذریاتہ المبارکین و صحابہ
 الاکرمین و ازواجہ امہات المومنین صلوة موصولہ تتردد الی یوم الدین۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

و عن یعلیٰ بن مرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: حسین منی و انا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔ (مشکوٰۃ شریف)
ترجمہ: سیدنا یعلیٰ ابن مرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے حسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔

حسین سبط من الاسباط، من احبنی فلیحب حسینا وفی لفظ احب اللہ من احب حسیناً۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 350)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین سبط ہے اسباط سے جو مجھ سے محبت کرتا ہے پس اسے چاہیے کہ وہ حسین سے محبت کرے اور دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔

ان النبی سمع حسیناً یبکی، فقال لامہ: الم تعلمی ان بکائہ یؤذینی۔
ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو روتے سنا تو آپ نے ان کی والدہ یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

یونس بن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث، قال بینا عمرو بن العاص فی ظل الکعبۃ، اذ رای الحسین فقال هذا احب اهل الارض الی اهل السماء الیوم۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ 352 جلد 4)

ترجمہ: یونس بن ابی اسحاق بن حریث سے راوی کہ ایک دن سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں تھے کہ اچانک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہیں دیکھ کر کہا آج یہ زمین و آسمان والوں سے سب سے زیادہ مجھے پیارا ہے۔

قال ابن عمر كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سوق من اسواق المدينة فانصرف وانصرفت معه فقال: ادع الحسين بن علي و جاء الحسين بن علي يمشني فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم بیده هكذا، فقال الحسين بیده هكذا فالتزبه فقال: اللهم اني احبه فاحبه واحب من يحبه۔

(تاریخ دمشق الكبير جلد 14 صفحہ 161)

ترجمہ حضور ﷺ سیدہ کے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: میرے سے حسین رضی اللہ عنہ کو بلاؤ تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے آئے تو نبی کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا اس سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو بھی حسین سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔

عن ابی موسی عن ابی حازم، عن ابی ہریرۃ، قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمص لسان الحسین بن علی کما یمص الصبی التمرۃ۔

ترجمہ: ابو موسیٰ ابی حازم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبان کو اس طرح چوستے ہیں کہ جس طرح بچہ کھجور کو چوستا ہے۔

حضور انور ﷺ کو آپ کی شہادت کی جگہ کی مٹی دکھائی گئی۔ (مختلف احادیث و روایات صفحہ 191 تا 194)

نام و نسب

آپ کا نام مبارک حسین بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہم کتابوں میں تحریر ہے کہ اس سے پہلے حسن و حسین رضی اللہ عنہم نام معاشرہ اور لوگوں میں متعارف نہ تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو سید الانبیاء ﷺ نے آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا سرمنڈ وایا بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اسی روز آپ کا ختنہ کیا۔

ابو عبد اللہ سبط رسول اور سید شباب اہل جنت آپ کے القاب ہیں۔ آپ 5 شعبان سنہ 4 ہجری کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے پیدا ہوئے۔ آپ حضور ﷺ کو اپنے برادر بزرگ و ار سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح بہت ہی پیارے اور

لاڈلے تھے۔

سخاوت و تقویٰ

آپ بہت بڑے عبادت گزار اور شب بیدار تھے اپنے بزرگ بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح 25 حج پیدل چل کر کئے جب کہ سواریاں ہمراہ تھیں آپ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور کثرت سے تلاوت قرآن پاک کرنے والے اور اعلیٰ درجہ کے سخی اور جو دو کرم کے مالک اور بے مثل خطیب تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ حال ہے کہ علامہ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتا ہے:

ایک مرتبہ ایک سائل سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے تو اس نے آپ کے دروازے پر دستک دی آپ نماز کو مختصر کر کے دروازہ پر تشریف لائے اور دیکھا کہ دروازے پر سائل موجود ہے اور آپ نے معلوم کیا کہ واقعی یہ محتاج ہے اسی وقت خادم سے فرمایا کہ گھر میں جتنی رقم ہے لے آؤ خادم نے عرض کیا حضور آپ کے بال بچوں کی ضرورت کے لیے صرف دو سو درہم موجود ہیں فرمایا لے آؤ ہمارا گزارہ ہو جائے گا اس محتاج کو دینا اولین فرض ہے چنانچہ دو سو درہم منگوا کر آپ نے سائل کو پیش کر دیئے اور یہ بھی فرمایا اس وقت ہمارے پاس یہی مال تھا تمہاری کما حقہ خدمت نہیں کر سکے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

واغمماہ، واغمماہ۔

یعنی کتنا بڑا غم کتنا بڑا غم۔

تو آپ کے دریافت کرنے پر جواب دیا کہ موت سامنے کھڑی ہے اور میں بہت لوگوں کا مقروض ہوں اس قرض کی عدم ادائیگی کے فکر سے سخت مصیبت سے تکلیف میں مبتلا ہوں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ میں لیتا ہوں سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مقروض ہونے کی حالت میں نہ مر جاؤں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ فکر نہ کریں میں ابھی آپ کا قرض ادا کر دوں گا چنانچہ آپ گھر تشریف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لائے اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے جن جن قرض خواہوں کا نام لیا تھا اور جتنے قرض کا ذکر کیا تھا ان تمام قرض خواہوں کو بلوایا اور ان سب کی ساری رقم ادا کر دی جو کہ تقریباً ساٹھ ہزار تھی یہ سن کر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیتے رہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ عرب کے مشہور شاعر فرزدق کو کسی قصور پر گورز مدینہ حضرت مروان نے شہر بدر کر دیا جب کہ وہ بے سرو سامان تھا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنی مصیبت اور بے سرو سامانی کا ذکر کیا تو آپ نے اس کو بھی بہت سی رقم عطا فرمادی۔

آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بہتر مال وہ ہے جس سے کسی کی عزت اور آبرو محفوظ ہو جائے۔

و عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فقالت یا رسول اللہ انی رایت حلماً منکر اللیلة قال و ما هو قالت انه شدید قال و ما هو قالت رایت کان قطعة من جسدك قطعت و وضعت فی حجری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم رایت خیراً تلد فاطمة ان شاء اللہ غلاماً یكون فی حجرک فولدت فاطمة الحسین فكان فی حجری کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فدخلت يوماً علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فوضعتہ فی حجرہ ثم کانت منی التفاتة فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تهریقان الدموع قالت فقلت یا نبی اللہ بابی انت و امی مالک قال اتانی جبرائیل علیہ السلام فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا فقلت هذا قال نعم و اتانی بتربة من تربت حمراء۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 572)

ترجمہ: روایت ہے ام فضل بنت حارث سے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بولیں یا رسول اللہ! میں نے آج رات ایک خطرناک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: کیا ہے؟ بولیں: حضور بہت خطرناک ہے۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ بولیں: میں نے دیکھا جیسے کہ آپ کے جسم کا ٹکرا کٹا اور میری گود میں رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھی خواب دیکھی ہے ان شاء اللہ فاطمہ لڑکا جنے گی وہ بچہ تمہاری گود میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رہے گا چنانچہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو جنم دیا وہ میری گود میں رہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی انہیں آپ کی گود میں دیا پھر میرا دھیان بٹ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بہ رہے تھے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا نبی! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یہ کیا ہے؟ فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے، مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا: اس کو؟ فرمایا: ہاں اور وہ میرے پاس وہاں کی سرخ مٹی میں سے کچھ مٹی لائے۔

لیکن یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیوں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سنہ 4ھ کو ہوئی جیسا کہ تمام علماء اور مؤرخین نے لکھا ہے سیدنا ام فضل اس وقت مدینہ پاک میں تھی ہی نہیں کیوں کہ آپ سنہ 8ھ فتح مکہ کے سال مدینہ طیبہ تشریف لائیں اگر روایت صحیح تسلیم کی جائے تو پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کم از کم تو سنہ 9ھ ماننا پڑے گی جو کہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

چوں کہ سیدہ ام فضل کا فتح مکہ سے پہلے مدینہ طیبہ آنا کہیں ثابت نہیں بلکہ یہ لکھا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو! کتاب صحابیات حول الرسول، مصنفہ محمود المصری صفحہ نمبر 163 ترجمہ قابل غور ہے۔

و لم تخرج ام الفضل من مکة الى المدينة الا بعد فتح مکة فكانت حزينة على کل هذا الخیر الذی فاتھا لبقائھا فی مکة بعيداً عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم واصحابہ۔

ترجمہ: اور نہیں نکلی ام فضل مکہ سے مدینہ کی طرف مگر فتح مکہ کے بعد اور اس بات پر غم ناک رہتی کہ ان سے ہجرت کی نیکی فوت ہوگئی۔ (صحابیات، صفحہ 463)

دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض کتابوں میں اس کا مصداق سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ قرار دیا گیا ہے اور تیسرا سبب کہ کوئی تاریخی حوالہ یا واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ یا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے گود میں لیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

بلاشبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزاج شریف میں قدرے فرق تھا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ صلح کو لڑائی اور جھگڑے پر ترجیح دیتے تھے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزاج شریف اس کے خلاف تھا چنانچہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سخت مخالفت کرتے اور ناراض تھے۔

حتیٰ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا دو ٹوک فیصلہ سنانا پڑا بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو (یعنی سیدنا امام حسین) کو کمرے میں بند کر دیا کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ آخری اور اٹل فیصلہ ہے تو آپ نے بھی موافقت کر لی بعد ازاں یہ دونوں بھائی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتے جاتے اور آمد و رفت رکھتے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں کو تحفے اور تحائف دیتے رہے اور دونوں بھائیوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بارضا و رغبت بیعت کر کے ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ (ناخ التواریخ صفحہ 78 جلد 6)

آداب کے لحاظ کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی خدمت کرتے تھے جیسا کہ یہی مؤلف آگے لکھتا ہے:

و مقرر روایت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ سیدنا او بر بند و بیرون این مبلغ ہموارہ خدمتش را بہ عروس و جوانز متاثرہ متواتر می داشت۔

ترجمہ اور معاویہ کا معمول تھا کہ سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام کی خدمت میں بھیجتے اس کے علاوہ بیش بہا تحائف بھی بہ کثرت روانہ کرتے تھے۔

چنانچہ زندگانی حضرت امام حسین سید الشہداء مصنفہ عماد زادہ کے صفحہ 40 پر موجود ہے۔

در زمان ابو بکر و عمر و عثمان حسین مورد احترام و محبت صحابہ بود و انعام و اکرام فراوان بہ او می کردند۔ عمر آں چہ مقرر می بہ پسرش می داد و برابر بہ حسین می داد و چون عبد اللہ اعتراض می کرد می گفت او فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است۔

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام کے محبت و احترام کے مورد تھے اور خلفائے راشدین ان کو بہت زیادہ انعام و اکرام دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وظائف مقرر

کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے امام حسن حسین کو دو گنا زیادہ دیتے تھے۔ جب اس کی وجہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ حسن و حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے ہیں۔

اور اسی کتاب کے صفحہ 41 پر لکھتا ہے:

ابوالفداء می نویسد حسین کو دک بود کہ پیغمبر اور بسیار نوازش می کرد و ابو بکر و عمر و عثمان و بقیہ صحابہ حسین را احترام و نوازش می کردند حتی معاویہ اکرام زائد از وصفی از حسین می نمود و یک مرتبہ ۲۰۰۰۰۰ درہم برای او فرستاد و گفت بگیر کہ تا کون بخدا سوگند با حدی چنین عطائی نکرده ام حسین فرمود بدان کہ احدی نہ قبل از تو نہ بعد از تو افضل از من نبوده است۔

ترجمہ: ابوالفداء لکھتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبت اور نوازش فرماتے تھے۔ حضرت ابو بکر، عمر عثمان رضی اللہ عنہم اور باقی صحابہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ احترام اور نوازش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ ان پر ایسی شفقت مہربانی احترام و اکرام فرماتے تھے جو کہ حد بیان سے باہر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو لاکھ درہم پیش کیے اور عرض کی کہ میں نے آپ کے سوا کسی کو بھی اس قدر عطیہ نہیں دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ معاویہ جان لے کہ تو نے مجھ سے پہلے اور میرے بعد مجھے جیسے کو کبھی نہیں دیا ہوگا اور نہ دے گا۔

اسی حسن ادب اور خدمت کی وجہ سے اگر کبھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے مناسب زیادتی اور پیش قدمی ہوتی تھی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کو نظر انداز کر دیتے تھے چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ کا خراج امیر شام کے پاس اونٹوں پر جا رہا تھا جب مدینہ میں پہنچا تو سب مال خراج امام حسین رضی اللہ عنہ نے ضبط کر کے اپنے اہل بیت اور اصحاب میں تقسیم فرما دیا اور امیر معاویہ کو یہ خط لکھ دیا اما بعد ملک یمن سے ایک قافلہ اونٹوں کا ہماری طرف سے گزر رہا جن پر مال اور عنبر و خوشبو تمہارے واسطے لیے جا رہا تھا تا کہ خزانہ دمشق میں داخل کرے یا تمہارے رشتہ دار کام میں لائیں چوں کہ مجھ کو ضرورت تھی اس واسطے میں نے لے لیا۔ والسلام۔

اگر آں (قافلہ شتراں) راترک کردی تا یمن آوردند اکتہ بہرہ نصیبہ تو بود در لیغ ندا شتم لیکن گمان می کنم ای برادر زادہ کہ برائے خیالات مدارت و مصافات نیست و در زمان من بر تو صعب نمی افتد چہ بر قدرت و منزلت تو دانانم و معف می دارم۔

(تاریخ التواریخ صفحہ 57، 58، جلد 6، جز اول صفحہ 195 پر قدرے تغیر الفاظ کے ساتھ موجود ہے)

ترجمہ: اگر آپ اونٹوں کا قافلہ مجھ تک آنے دیتے تو جو کچھ آپ کا حصہ ہوتا میں اس سے ہرگز دریغ نہ کرتا لیکن میں خیال کرتا ہوں اے میرے بھتیجے! آپ آمادہ خلافت نہیں اور جب تک میرے دم میں دم ہے آپ کو تکلیف نہ ہوگی کیوں کہ میں آپ کی قدر و منزلت کو خوب جانتا ہوں اور آپ کے اس اقداح سے بھی درگزر کرتا ہوں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے کہ وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے بے حد احترام کرتے تھے آخری وقت اپنے بیٹے یزید کو یہ وصیت فرمائی:

امام حسین پس میدانی نسبت و قرابت اور آنحضرت رسالت و او پارہ تن آں حضرت است و از گوشت و خون آں حضرت برورده است و من میدانم کہ البتہ اہل عراق اوراہ سوی خود خواہند بردویاری اونخواہند کردو اوراتہنا خواہند گزاشت اگر باوظفربابی حق حرمت اور اہناس و منزلت و قرابت اور ابائینمبر بیاد اور واکبر درہ ہای او مواخذہ مکن وروابطی کہ من با او در ای مدت محکم کردہ ام قطع مکن زہار کہ با و مکر و ایسی مرسان۔

(جلاء العیون صفحہ 388)

ترجمہ: لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے معلوم ہے کہ وہ پارہ تن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گوشت اور خون سے پروردہ ہیں میں جانتا ہوں اور مجھے اس بات کا خطرہ کہ عراقی لوگ ان کو اپنے پاس بلا کر تنہا چھوڑ دیں گے اور ان کی کوئی اور کسی طرح مدد نہیں کرے گا لازم ہے کہ اگر ان پر تو ظفر پائے ان کی حق حرمت کو پہچانا اور ان کی منزل و قرابت جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ہے اس کو یاد رکھنا اور ان کی کسی بات پر مواخذہ نہ کرنا۔

اور جو روابط میں نے اس مدت میں ان سے مستحکم اور مضبوط کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور وہ بھی جو کریں اس پر کوئی کسی قسم کی تکلیف اور رنج نہ پہنچانا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مگر جب یزید تحت حکومت پر بیٹھا تو اس نے سب سے پہلے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو لکھا جس قدر جلد ہو سکے سیدنا عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے میری حکومت کی بیعت لی جائے چنانچہ جب یہ خط عامل مدینہ کو موصول ہوا تو اس نے ان دونوں حضرات کو جلد بلا بھیجا یہ دونوں سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما نماز عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کا کیا خیال ہے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ اور ہمیں اس وقت جو ہنگامی طور پر بلایا جا رہا ہے یہ صرف یزید کی بیعت کے لیے ہے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کیا کرنا چاہیے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا لیکن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ گورنر ولید بن عقبہ کے پاس چلے گئے تو اس نے آپ کو یزید کا خط سنایا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا سن کر اظہار افسوس کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ ابھی میری بیعت کے لیے جلدی نہ کیجیے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کروں گا یہ کہہ کر آپ چلے آئے مروان بن حکم جو پہلے مدینہ کا عامل تھا اور چوں کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کا مخالف تھا اس لیے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا تھا اس وقت یہ مروان بن حکم بھی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اس نے اشارہ کیا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت کئے بغیر نہ جانے دیا جائے لیکن ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو جانے کی اجازت دے دی چنانچہ سیدنا عبداللہ بن زبیر اسی رات اپنے اہل و عیال کو لے کر مکہ پاک کی طرف روانہ ہو گیا بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ اگلے دن ان کی گرفتاری کے لیے مروان اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کچھ آدمیوں کا دستہ لے کر نکلے مگر کہیں سوراغ نہ ملا شام کو واپس آ گئے یہ تمام دن سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں گزارا لہذا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہ ہو سکی دوسری رات میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ سے اہل و عیال کے ہمراہ مکہ پاک کی طرف روانہ ہو گئے، صبح کو ان کی روانگی کا حال ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو ہوا اس نے کہا میں حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا تعاقب ہرگز نہیں کروں گا کیوں کہ ممکن ہے وہ مزاحمت کریں اور مجھے ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں جو مجھ کو کسی طرح بھی گوارا نہیں چنانچہ اس طرح یکے بعد دیگرے یہ دونوں حضرات مکہ معظمہ میں پہنچ گئے چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تقریباً چار پانچ ماہ مکہ معظمہ میں رہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدنا عبداللہ بن زبیر اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس مدت میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اکٹھے نماز پڑھتے اور ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے۔

اس مدت میں ان کے درمیان کوئی سیاسی گفتگو یعنی حکومت کے بارے میں کوئی بات چیت نہ ہوئی نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی باز پرس کی گئی بلکہ پوری آزادی سے یہ دونوں حضرات اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ پاک وقت گزارتے رہے۔

اہل کوفہ کی ریشہ دوانیاں

ادھر اہل کوفہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کو ناپسند کیا اور ساتھ ہی انہیں یہ اطلاع ملی کہ آپ مکہ معظمہ میں چلے گئے ہیں تو انہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے شروع کر دیے جن میں وہ لکھا کہ ہم بھی یزید کو پسند نہیں کرتے اس لیے آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں ہم آپ اور آپ کے والد گرامی کے پرانے اور قدیم محبت اور معتقد ہیں یہ حوالہ جات لکھنے کی ضرورت نہیں کہ آپ کو جن لوگوں نے خطوط لکھے تھے ان کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا کیوں کہ سنی اور شیعہ ہر دو فرق کی معتبر اور مستند کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کو خطوط لکھنے والے شیعہ تھے یا در ہے اہل کوفہ بنیادی طور پر اسلام کے دشمن تھے اس لیے انہوں نے کسی زمانے اور وقت میں بھی حکومت اسلامیہ کو قبول نہیں کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے رویہ سے تنگ آ کر موت کی تمنا کیا کرتے تھے اور پھر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک انہوں نے کیا وہ آپ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذکر میں پڑھ چکے ہیں وہی اپنی تاریخ انہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دہرائی۔ جب ان کے خطوط کی تعداد حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اصل صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچا زاد بھائی سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو دھڑا دھڑان کے ہاتھ پر کوفیوں نے بیعت کرنا شروع کی تقریباً تمام اہل شہر نے آپ سے بیعت کر لی جب اس بات کا علم کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر کو علم ہوا تو انہوں نے صورتحال کا جائزہ لے کر اہل کوفہ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ فتنہ فساد برپا نہ کرو اور امن و امان کو بحال رہنے دو، زبانی افہام و تفہیم کے علاوہ انہوں نے عملی کارروائی کرنے سے گریز کیا کیوں کہ وہ صحابی رسول اور انتہائی نرم مزاج کے حامل تھے چنانچہ کوفیوں میں سے ہی کسی نے یزید کو خط لکھا جس میں یہ ساری صورت حال لکھ کر یزید کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی لکھا اگر آپ کو کوفہ کی حکومت درکار ہے کہ جلد از جلد موجودہ گورنر کو معزول

کر کے کوئی سخت گیر اور جابر قسم کے شخص کو گورنر بنا کر بھیجیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے عراق کی طرف روانہ ہونے کا حال

جب اہل عراق کی جانب سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو متواتر خطوط آنے لگے اور ان کے اور آپ کے درمیان بار بار اپیلچی آنے لگے تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط بھی آپ کے پاس آیا کہ آپ اپنے اہل کے ساتھ ان کے پاس آ جائیں۔ پھر اس دوران میں حضرت مسلم بن عقیل کے قتل کا وقوعہ ہو گیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کا کچھ علم نہ تھا بلکہ آپ نے ان کی طرف روانہ ہونے اور ان کے پاس پہنچنے کا پختہ ارادہ کر لیا، اتفاق سے مکہ سے آپ کی روانگی ایام الترویہ میں حضرت مسلم کے قتل سے ایک روز قبل ہوئی۔ حضرت مسلم عرفہ کے روز قتل ہوئے تھے اور جب لوگوں کو آپ کی روانگی کا علم ہوا تو وہ اس وجہ سے آپ پر رحم کھانے لگے اور انہوں نے آپ کو اس سے انتباہ کیا اور ان میں سے صاحب الرائے اور محبت کرنے والے لوگوں نے آپ کو عراق کی طرف نہ جانے اور مکہ میں قیام کرنے کا مشورہ دیا اور ان لوگوں نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اسے آپ کے سامنے بیان کیا، سفیان بن عیینہ عن ابراہیم میسرہ عن طاؤس عن ابن عباس بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے روانگی کے متعلق مشورہ لیا تو میں نے کہا اگر لوگ میری اور آپ کی بدگوئی نہ کریں تو میں اپنا ہاتھ آپ کے سر میں پیوست کر دوں اور آپ کو جانے نہ دوں، تو آپ نے مجھے جواب دیا کہ فلاں فلاں جگہ پر قتل ہونا مجھے مکہ میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے اس جواب سے مجھے تسلی دی۔ اور ابو مخنف نے حارث بن کعب الوالبی سے بحوالہ عقبہ بن سمعان روایت کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی طرف روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ اے عم زاد، لوگوں نے یہ بری خبر اڑائی ہے کہ آپ عراق کو جانے والے ہیں، مجھے وضاحت سے بتائیے کہ کیا کرنے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے ان دو دنوں میں ایک دن روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے (ان شاء اللہ)۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا مجھے بتائیے اگر انہوں نے اپنے امیر کو قتل کرنے اور اپنے دشمن کو جلا وطن کرنے اور اپنے شہروں کو کنٹرول کرنے کے بعد آپ کو بلایا ہے تو ان کی طرف چلے جائیے اور اگر ان کا امیر زندہ ہے اور وہ ان کا نگران ہے اور ان پر غالب ہے اور اس کے عمال اپنے شہروں کا خراج جمع کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو فتنہ اور قتال کے لیے بلایا ہے۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ لوگ آپ کو قتل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کردیں گے اور اپنے دلوں کو آپ کے متعلق بدلیں گے اور جس بات کے لیے انہوں نے آپ کو بلایا ہے وہ سب لوگوں سے آپ پر سخت ہوگی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا اور جو ہوگا میں اس پر غور کروں گا، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کو چھوڑ کر باہر نکل گئے اور حضرت ابن زبیر نے آ کر آپ سے کہا مجھے معلوم نہیں ہم نے ان لوگوں کے لیے کیا چھوڑا ہے حالاں کہ ہم مہاجرین کے بیٹے ہیں اور ان کے سوا اس امر کے منتظم ہیں۔ مجھے بتائیے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل نے مجھے کوفہ جانے کی بات بتائی ہے، میرے وہاں کے پیروکاروں اور اشراف نے مجھے اپنے پاس آنے کا خط لکھا ہے اور میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ حضرت ابن زبیر نے کہا اگر آپ کے پیروکاروں کی طرح وہاں میرے پیروکار ہوتے تو میں کوفہ جانے سے پہلو تہی نہ کرتا، اور جب وہ آپ کے پاس سے چلے گئے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابن زبیر کو معلوم ہو گیا ہے کہ میرے امارات میں سے ان کے لیے کچھ نہیں اور لوگ میرے غیر کو میرے برابر قرار نہیں دیں گے، اس نے چاہا ہے کہ میں چلا جاؤں تاکہ اس کا میدان خالی ہو جائے، پش جب شام ہوئی یا دوسرا دن ہوا حضرت ابن عباس سیدنا امام حسین کے پاس آئے اور آپ سے کہا:

اے عم زاد! میں بہ تکلف صبر کرتا ہوں اور میں صبر نہیں کر سکتا اور مجھے اس طرف آپ کی ہلاکت کا خدشہ ہے، اہل عراق خائن لوگ ہیں ان سے دھوکہ نہ کھانا، اس شہر میں قیام کیجیے یہاں تک کہ اہل عراق اپنے دشمن کو جلا وطن کر دیں پھر ان کے پاس جائیے وگرنہ یمن کی طرف جائیے وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں اور وہاں آپ کے باپ کے پیروکار بھی ہیں اور لوگوں سے الگ رہیے اور ان کی طرف خط لکھیے اور ان میں اپنے داعی بھیجئے اگر آپ ایسا کریں گے تو مجھے امید ہے کہ جس بات کو آپ پسند کرتے ہیں وہ ہو جائے گی۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اے عم زاد! قسم بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ آپ شفیق ناصح ہیں لیکن میں نے روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے کہا:

اگر آپ نے ضرور ہی جانا ہے تو اپنے بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لے جائیے خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ آپ قتل ہو جائیں گے جیسے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے اور ان کی بیویاں اور بچے ان کی طرف دیکھتے رہے۔

پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ نے حجاز کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے خالی چھوڑ کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا ہے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جب میں آپ کے بالوں اور پیشانی کو پکڑوں گا تا کہ لوگ میرے اور آپ کے پاس اکٹھے ہو جائیں تو آپ میری بات مان لیں گے تو میں کھڑے ہو کر یہ کام کرتا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے اور حضرت ابن زبیر سے ملے اور کہا اے ابن زبیر تیری آنکھ ٹھنڈی ہوگئی ہے؟ پھر کہنے لگے:

اے آباد اور خوش حال جگہ کی چندول، تیرے لیے فضا خالی ہوگئی ہے تو انڈے دے اور گیت گا اور جس کو چاہے چونچ مار، تجھے خوشخبری ہو تیرا صیاد آج قتل ہو گیا ہے۔

پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ حسین عراق جا رہے ہیں اور آپ کے لیے حجاز کو خالی کر رہے ہیں۔

اور کئی اور لوگوں نے بھی بحوالہ شبانہ بن سوار بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں نے شعمی کو بہ حوالہ حضرت ابن عمر بیان کرتے سنا ہے کہ وہ مکہ میں تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو آپ کے تین دن کی مسافت پر انہیں جا ملے اور پوچھا آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عراق، اور آپ کے پاس خطوط بھی تھے۔ آپ نے کہا یہ ان کے خطوط ہیں اور بیعت ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے پاس نہ جائیے، آپ نے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو ایک حدیث بتاتا ہوں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا اور دنیا کو نہ چاہا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پارہ گوشت ہیں خدا کی قسم آپ میں سے کوئی ایک شخص بھی کبھی دنیا کا حکمران نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے ہٹا کر اس چیز کی طرف پھیر دیا ہے جو تمہارے لیے بہتر ہے، مگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو گلے لگا لیا اور رو پڑے اور کہنے لگے، اے مقتول میں تجھے

اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

اور یحییٰ بن معین نے بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلیم بن حیان نے بحوالہ سعید بن مینا ہم سے

بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے سنا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے کی طرف سبقت کی، قسم بخدا اگر میں انہیں پالیتا تو میں انہیں جانے نہ دیتا سوائے اس کے کہ آپ مجھے مغلوب کر لیتے۔ بنی ہاشم سے اس کام کا آغاز ہوا اور بنی ہاشم پر اس کا اختتام ہوگا پس جب تو دیکھے کہ ہاشمی بادشاہ بن گیا ہے تو زمانہ ختم ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے ساتھ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فاطمی جھوٹے لے پالک تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے نہ تھے جیسا کہ کئی ائمہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اور ابھی ہم اس کے مقام پر اسے بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

اور یعقوب بن سفیان نے بیان کیا ہے کہ ابو بکر الحمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن شریک نے بحوالہ بشر بن غالب ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ان لوگوں کی طرف جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے اور آپ کے بھائی پر طعن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں فلاں مقام پر میرا قتل ہونا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ مکہ کو میری وجہ سے حلال کیا جائے، اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ میرے چچا مصعب بن عبداللہ نے ایک شخص کو بحوالہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے سنا کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا میرے پاس چالیس ہزار لوگوں کی بیعت آئی ہے جو طلاق عتاق کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ ہیں، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا، کیا آپ ان لوگوں کے پاس جائیں گے جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو نکال دیا؟ ہشام نے بیان ہے میں نے معمر سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا وہ ثقہ ہے، زبیر نے بیان کیا ہے کہ میرے چچا نے بیان کیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہی ہے اور واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے اس عبارت کی بڑی تفصیل اور خوب صورتی سے بیان کیا ہے کہ علی بن محمد عن یحییٰ بن ابی الہماجر عن ابیہ عن لوط بن یحییٰ العامری عن محمد بن بشیر الہمدانی وغیرہ عن محمد بن الحجاج عن عبدالملک بن عمیر عن ہارون بن عیسیٰ عن یونس بن اسحاق عن ابیہ، عن یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن مجالد عن الشعمی ہمیں بیایا کہ محمد بن سعد نے بیان کیا کہ ان لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح اس حدیث کے بارے میں مجھ سے ایک گروہ کے بارے میں بیان کیا اور میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق ان کی حدیث کے جامع الفاظ کو لکھا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے یزید کی بیعت لی تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے اس کی بیعت نہیں کی اور اہل کوفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کی طرف خط لکھتے اور آپ کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے مگر آپ ان کی کوئی بات نہ مانتے اور ان میں سے کچھ لوگ حضرت محمد بن الحنفیہ کے پاس مطالبہ کرتے ہوئے آئے کہ وہ ان کے ساتھ چلیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اور وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا معاملہ پیش کرنے آئے تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں کھا جائیں اور ہم پر چھا جائیں اور لوگوں کے اور ہمارے خون بہائیں، پس حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو غم نے آیا کبھی وہ ان کی طرف جانا چاہتے اور کبھی ان سے دور رہنا چاہتے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا اے ابو عبد اللہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور آپ پر مہربان ہوں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے کوئی پیروکاروں نے آپ سے خط و کتابت کی ہے اور وہ آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں اور میں نے آپ کے باپ کو کوفہ میں بیان کرتے سنا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ کے بارے میں اظہار خیال

خدا کی قسم میں ان سے اکتا گیا ہوں اور میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور ان میں قطعاً وفا نہیں اور جوان میں کامیاب ہوا ہے وہ ناکام کرنے والے تیر سے کام یاب ہوا ہے خدا کی قسم نہ ان کی کوئی نیت ہے اور نہ کسی امر کے بارے میں ان کا کوئی عزم ہے اور تلوار پر کوئی صبر ہے۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت المسیب بن عتبہ فزاری اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معزول کرنے کی دعوت دی اور انہوں نے کہا ہمیں آپ کی اور آپ کے بھائی کی رائے کا علم ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو جنگ سے روکنے کو پسند کرنے کی وجہ سے اس کی نیت کے مطابق اجر دے گا اور مجھے ظالمین کے ساتھ جہاد کو پسند کرنے کی وجہ سے میری نیت کے مطابق اجر دے گا۔

اور مروان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا، میں اس بات سے بے خوف نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فتنہ کی گھات میں ہوں اور میرا خیال ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمہاری جنگ طویل ہوگی، حضرت امیر معاویہ

ﷺ نے حضرت امام حسین ﷺ کو لکھا، بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو عہد دے وہ وفا کا مستحق ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے آپ کو شقاق کی طرف دعوت دی ہے اور اہل عراق کے متعلق آپ کو تجربہ ہو چکا ہے کہ انہوں نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ خرابی کی ہے، اللہ سے ڈرو اور عہد کو یاد کرو، بلاشبہ آپ مجھے سے جنگ کریں گے تو میں آپ سے جنگ کروں گا۔ حضرت امام حسین ﷺ نے آپ کو لکھا، آپ کا خط مجھے ملا آپ کو میرے متعلق جو اطلاع ملی ہے اس کے بغیر ہی لائق و مناسب ہوں اور اللہ کے سوا نیکیوں کی طرف کوئی راہنمائی نہیں کرتا اور میں نے آپ سے جنگ کرنے اور آپ کی مخالفت کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور میرا خیال ہے کہ آپ سے جہاد ترک کرنے میں اللہ کہہاں میرا کوئی عذر نہیں ہوگا، مجھے معلوم ہے کہ اس امت کی امارت پر آپ کے قابض ہونے سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں۔

حضرت امیر معاویہ ﷺ نے کہا ہمیں ابو عبد اللہ سے شکر پہنچا ہے اور اسی طرح حضرت معاویہ ﷺ نے کچھ ان باتوں کے بارے میں جو ان کو آپ کے بارے میں پہنچی تھیں لکھا۔ میرا خیال ہے آپ کے سر میں فساد ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے پالوں اور اسے آپ کو بخش دوں۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ ﷺ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے یزید کو بلایا اور اسے جو وصیتیں کرنی تھیں کیں اور اسے کہا، حضرت امام حسین ﷺ کا خیال رکھنا وہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا ﷺ کے بیٹے ہیں اور وہ لوگوں کو بہت محبوب ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی کرنا اور ان کا معاملہ تمہارے لیے درست ہو جائے گا اور اگر ان سے کوئی بات سرزد ہوئی تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تجھے ان لوگوں سے کفایت کرے گا جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا اور ان کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ حضرت معاویہ ﷺ 15 رجب سنہ 60 ہجری کی شب وفات پا گئے اور لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی، اور یزید نے عبد اللہ بن عمرو بن اویس العامری عامر بن لوئی کے ہاتھ امیر مدینہ ولید بن عتبہ ابی سفیان کو لکھا کہ لوگوں کو بلا کر ان کی بیعت لو اور قریش کے سرداروں سے آغاز کرو اور چاہیے کہ سب سے پہلے حضرت امام حسین ﷺ سے ابتدا کرو، بلاشبہ امیر المومنین نے مجھے ان کے بارے میں نرمی کرنے اور ان کی دوستی چاہنے کی وصیت کی ہے۔ پس ولید نے اسی وقت نصف شب کو حضرت حسین بن علی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام بھیج کر انہیں حضرت معاویہ ﷺ

کی وفات کی خبر دی اور انہیں یزید بن معاویہ کی بیعت کی دعوت دی، ان دونوں نے کہا صبح کو ہم دیکھیں گے کہ لوگ کیا کرتے ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اٹھ کر باہر نکلے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ باہر نکلے اور دونوں نے کہا یزید وہی ہے جسے ہم جانتے ہیں۔ خدا کی قسم اس کے عزم و جوانمردی کی کوئی بات بیان نہیں ہوئی اور ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے برا بھلا کہا اور اس کی پگڑی کو پکڑ کر اس کے سر سے اتار دیا، ولید نے کہا ہم نے ابو عبد اللہ سے شر کو برا بیچتے کیا ہے، مروان نے اس سے کہا یا اس کے کسی ہم نشین سے کہا: اسے قتل کر دو، اس نے کہا: بلاشبہ یہ وہ خون ہے جس کے بارے میں بخل کیا جاتا ہے اور بنی عبد مناف میں محفوظ ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اسی شب کو مکہ روانہ ہو گئے اور لوگوں نے صبح یزید کی بیعت کر لی اور حضرت امام حسین اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی تلاش کی گئی تو وہ نہ ملے اور المسور بن مخرمہ نے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت اب زبیر رضی اللہ عنہ نے اس امید پر جلدی کی ہے کہ وہ مکہ میں تنہا رہیں، پس وہ دونوں مکہ آ گئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں اترے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حجر اسود سے چمٹ گئے اور المعافری لباس پہن لیا اور لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف برا بیچتے کرنے لگے اور آپ صبح و شام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور انہیں عراق جانے کا مشورہ دیتے اور کہتے وہ لوگ آپ کے اور آپ کے باپ کے پیروکار ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہیں اس بات سے روکتے تھے اور عبد اللہ بن مطیع نے انہیں کہا میں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہمیں اپنے آپ سے فائدہ پہنچائیے اور عراق کی طرف نہ جائیے، خدا کی قسم ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو ہمیں غلام اور خادم بنالیں گے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن ابی ربیعہ ان دونوں کو عمرہ سے واپسی پر ابواء مقام پر ملے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں سے کہا تم دونوں کو اللہ کی یاد دہانی کراتا ہوں کہ تم واپس جا کر اس اچھے کام میں شامل ہو جاؤ جس میں لوگ شامل ہوئے ہیں اور دیکھو اگر لوگ اس پر اتفاق کر لیں تو تم سختی نہ کرنا اور اگر وہ افتراق کریں تو یہ وہ بات ہے جس کے تم خواہاں ہو اور حضرت ابن عمر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: خروج نہ کرو، بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا اور آپ نے آخرت کو

پسند لیا تھا اور آپ ان کے پارہ گوشت ہیں اور آپ دنیا کو حاصل نہیں کریں گے اور آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور روئے اور آپ کو الوداع کہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما خروج کے ذریعے ہم پر غالب آگئے اور میری زندگی کی قسم آپ نے اپنے باپ اور بھائی میں عبرت دیکھی تھی۔ آپ نے فتنہ اور لوگوں کا ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا دیکھا۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ جب تک زندہ رہتے حرکت نہ کرتے اور اس اچھی بات میں شامل ہو جاتے جس میں لوگ شامل ہوئے تھے، بلاشبہ جماعت بہتر ہوتی ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: اے ابن فاطمہ! آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: عراق اور اپنے پیروکاروں کے پاس۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں آپ کی روانگی کو پسند نہیں کرتا، آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور آپ کے بھائی پر طعن کیا اور حتیٰ کہ انہوں نے ان سے ناراض اور ملول ہو کر انہیں چھوڑ دیا، میں آپ کو اللہ کے نام کی یاد دہانی کراتا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو تباہی کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج کے بارے میں مجھ پر غالب آگئے اور انہیں کہا اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر رہو اور اپنے امام کے خلاف خروج نہ کرو اور ابو واقد اللیثی نے بیان کیا کہ مجھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کی اطلاع ملی تو میں انہیں ملل مقام پر ملا اور میں نے اللہ کے نام پر ان سے اپیل کی کہ وہ خروج نہ کریں، آپ نے فرمایا میں واپس نہیں جاؤں گا اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور میں نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ لڑاؤ خدا کی قسم جو تم نے کیا ہے اچھا نہیں کیا تو آپ نے میری بات نہ مانی اور حضرت سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج نہ کرتے تو آپ کے لیے بہتر ہوتا اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو چاہیے تھا کہ وہ اہل عراق کو پچھانتے اور ان کے پاس نہ جاتے لیکن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر ان کی حوصلہ افزائی کی اور حضرت المسور بن مخرمہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اہل عراق کے خطوط سے دھوکہ کھانے سے بچنا اور حضرت ابن زبیر کہتے ان کے پاس جاؤ بلاشبہ وہ آپ کے مددگار ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا کہ حرم کو نہ چھوڑنا بلاشبہ اگر انہیں آپ کی ضرورت ہوئی تو وہ عنقریب اونٹوں پر سوار ہو کر آپ سے آ ملیں گے اور آپ قوت اور تیاری کے ساتھ خروج کریں سو آپ نے انہیں بہتر بدلہ دیا اور کہا میں اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے

استخارہ کروں گا اور عمرہ بنت عبدالرحمن نے آپ کو لکھا کہ آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ بہت بڑا ہے اور اس نے آپ کو اطاعت کرنے اور جماعت کے ساتھ رہنے کا مشورہ دیا اور آپ کو بتایا کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو ان کو ان کے مقتل کی طرف لے جایا جائے گا، نیز کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے سنا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بابل کی زمین میں قتل کیا جائے گا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پڑھا تو کہنے لگے جب وہ میرا مقتل ہے تو مجھے ضرور وہاں جانا پڑے گا، اور چلتے بنے اور ابو بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام آپ کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا اے عمزاد، جو کچھ اہل عراق نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ مجھے معلوم ہے اور آپ ان کے پاس جانا چاہتے ہیں اور وہ دنیا کے غلام ہیں اور جس نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آپ کی مدد کرے گا وہ آپ سے جنگ کرے گا اور وہ شخص آپ کو چھوڑ دے گا جس کو آپ اپنے مددگار سے زیادہ محبوب ہیں، میں آپ کو آپ کے بارے میں اللہ کے نام کی یاد دہانی کراتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: عم زاد! اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اللہ نے جس امر کا فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ابو بکر نے کہا: انا لله وانا الیہ راجعون اے ابو عبد اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط لکھا اور آپ کو اہل عراق کے متعلق اغتباہ کیا اور اللہ کا واسطہ دیا کہ ان کی طرف نہ جائیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو خط لکھا میں نے ایک روایا دیکھا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور میں اسے کر گزرنے والا ہوں اور میں اس روایا کے متعلق کسی کو بتانے والا نہیں حتیٰ کہ میں اپنے عمل سے ملاقات کروں اور حرین کے نائب عمرو بن سعید بن العاص نے آپ کو لکھا، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو آپ کے رشد کا الہام کرے اور جو بات آپ کو تباہ کرنے والی ہے اس سے آپ کو ہٹا دے، مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے عراق جانے کا پختہ عزم کر لیا ہے اور شقا سے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اگر آپ خوفزدہ ہیں تو میرے پاس آجائیے آپ کو میرے ہاں امان اور حسن سلوک حاصل ہوگا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا اگر آپ نے اپنے خط سے میرے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ کو دنیا اور آخرت میں جزائے خیر ملے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور عمل صالح کی طرف دعوت دے وہ مخالفت نہیں کرتا اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں اور بہترین امان اللہ کی امان ہے اور وہ شخص اللہ پر ایمان نہیں لایا جسے اس نے دنیا میں خوفزدہ نہیں کیا اور ہم اللہ سے دنیا میں اس خوف کی

دعا کرتے ہیں جو قیامت کے روز اس کے ہاں ہمارے لیے امان کو واجب کرے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور انہیں بتایا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ چلے گئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اہل مشرق سے کچھ لوگ ان کے پاس آئے ہیں اور انہوں نے آپ کو خلافت کی رغبت دلائی ہے اور آپ کو ان کے متعلق تجربہ ہے اور ان کی حقیقت کی خبر ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو انہوں نے قرابت کی پختگی کو قطع کر دیا ہے اور آپ اہل بیت کے بزرگ اور بھلے آدمی ہیں، انہیں انتشار کی کوشش سے روکیے اور اس نے آپ کی طرف مکہ اور مدینہ میں رہنے والے قریش کی طرف یہ اشعار لکھے:

اے سوار! جس کی سواری دوڑ کر اونٹنی سے آگے بڑھ جانے والی ہے اس کی چال میں سکوت پایا جاتا ہے، قریش کو ملاقات گاہ کی دوری کے باوجود اس قرابت کی خبر دے دے جو میرے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان پائی جاتی ہے اور بیت اللہ کے صحن میں ایک موقف ہے جس نے اسے اللہ کا عہد سنایا اور عہد پورے نہیں ہوئے تم نے اپنی ماں پر فخر کرتے ہوئے اپنی قوم کو قیدی بنایا میری زندگی کی قسم ماں اسیل نیکو کار اور سخی ہے اس سے فضل میں کوئی لگا نہیں کھا سکتا، وہ دختر رسول ہے اور لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے اس کی فضیلت تمہاری فضیلت ہے اور تمہاری قوم کے سوا جو لوگ ہیں ان کو اس کے فضل سے حصہ دیا گیا ہے، میں جانتا ہوں یا اس کے جاننے والے کی طرح گمان کرتا ہوں اور کبھی کبھی گمان سچ ہو جاتا ہے اور مرتب ہو جاتا ہے، تم جس چیز کے دعویدار ہو عنقریب میرا قتل تمہیں اس حال میں چھوڑے گا کہ عقاب اور کرگس تمہیں تحائف دیں گے اے ہماری قوم کے لوگو جب جنگ کی آگ بجھ جائے تو اسے نہ بھڑکاؤ اور سلم درخت کی رسیوں سے چمٹ جاؤ اور بچاؤ اختیار کرو، تم سے پہلے لوگوں نے جنگ کا تجربہ کیا ہے، جنگ سے تو میں تباہ ہو گئی ہیں اپنی قوم سے انصاف کرو اور غصے سے ہلاک نہ ہو جاؤ بہت سے غصے والوں کے قدم اس سے لغزش کھا جاتے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا۔ مجھے امید ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس امر کے لیے ہوگا جسے تو پسند نہیں کرتا اور میں ہر اس طریق سے ان کی خیر خواہی کروں گا جس سے الفت بڑھتی اور جوش ٹھنڈا ہوتا ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر طویل گفتگو کی اور انہیں کہا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کل آپ ضائع ہونے والے حال میں ہلاک ہو جائیں گے، عراق نہ جائیے اور اگر آپ نے ضرور جانا ہی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے توجہ کے اجتماع کے ختم ہونے تک ٹھہر جائیے اور لوگوں سے ملیے اور معلوم کیجیے وہ کیا ظاہر کرتے ہیں اور پھر اپنی رائے پر غور کیجیے یہ گفتگو 10 ذوالحجہ کی ہوئی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عراق جانے کے سوا اور کوئی بات نہ مانی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ کل آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے درمیان اس طرح قتل ہوں گے جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیویوں اور بیٹوں کے درمیان قتل ہوئے تھے، خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ آپ ہی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے آپ نے کہا اگر یہ بات مجھے اور آپ کو عیب نہ لگاتی تو میرا ہاتھ آپ کے سر میں گڑ جاتا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جب ہم ایک دوسرے سے اصرار کریں گے تو آپ ٹھہر جائیں گے تو میں ایسا کرتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ بات آپ کو روکنے والی نہیں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں فلاں فلاں مقام پر قتل ہو جاؤں تو یہ مجھے مکہ میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے اور یہ کہ وہ میرے لیے حلال ہو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رو کر کہا اس سے آپ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو ٹھنڈا کیا اور اس بات سے میں نے اپنے دل کو تسلی دی تھی، بیان کرتا ہے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں سے چلے گئے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے تھے جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا اے ابن زبیر آپ جس بات کو پسند کرتے ہیں وہ ہوا چاہتی ہے۔ آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو یہ ابو عبد اللہ جانے والے ہیں اور آپ کو اور حجاز کو چھوڑنے والے ہیں پھر کہنے لگے:

اے آباد اور خوش حال جگہ کی چندول تیرے لیے فضا خالی ہو گئی ہے تو انڈے دے اور گیت گا اور جسے چاہتی ہے اسے چونچ مار، تیرا صیاد آج قتل ہونے والا ہے۔ تجھے خوش خبری ہو۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ پیغام بھیجا کہ بنی عبدالمطلب میں سے جو شخص کوچ کرنا چاہتا ہے وہ ان کے پاس آ جائے اور وہ انیس مرد تھے اور آپ کی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں میں سے عورتیں اور بچے تھے اور حضرت محمد بن الحنفیہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں آ ملے اور انہیں بتایا کہ آج کی رائے سے ان کا خروج کرنا مناسب نہیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی بات نہ مانی تو حضرت محمد بن الحنفیہ نے اپنے بیٹوں کو روک لیا اور ان میں سے ایک بیٹے کو بھی نہ بھیجا حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دل میں حضرت محمد

بن الحنفیہ پر رنج پیدا ہوا اور آپ نے فرمایا، آپ اپنے بچوں کو اس جگہ روکتے ہیں جس میں مجھے مارا جائے گا؟ حضرت محمد بن الحنفیہ نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ آپ مارے جائیں اور وہ بھی آپ کے ساتھ مارے جائیں، اگرچہ ہمارے نزدیک آپ کی مصیبت ان سے بڑی ہے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل عراق نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی اور خطوط بھیجے جن میں آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، پس آپ اپنے اہل بیت اور ساٹھ کوئی اشخاص کے ساتھ ان کے پاس جانے کے لیے نکلے اور یہ 10 ذوالحجہ سوموار کا واقعہ ہے اور مروان نے ابن زیاد کو لکھا۔

اما بعد! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور وہ حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اور قسم بخدا جس کسی کو اللہ چھوڑ دے وہ ہمیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں، اپنے نفس پر اس چیز کو برا سمجھتے کرنے سے بچ جسے کوئی چیز روک نہ سکے اور نہ عوام اسے پیچھے کر سکیں اور نہ تو کبھی اس کے ذکر کو چھوڑ سکے۔ والسلام

اور عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے لکھا:

اما بعد! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور اس قسم کے موقع پر تو آزاد ہو گا یا غلاموں کی طرح غلام بن جائے گا۔

اور زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الضحاک نے اپنے باپ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا ہے یزید نے ابن زیاد کو لکھا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور زمانوں میں سے آپ کے زمانے کو اور شہروں میں سے آپ کے شہر کو اور امراء میں سے آپ کو ان سے پالا پڑ گیا ہے اور اس موقع پر یا تو آزاد ہو جائے گا یا غلاموں کی طرح دوبارہ غلام بن جائے گا۔

پس ابن زیاد نے آپ کو قتل کر دیا اور آپ کے سر کو اس کے پاس بھیج دیا۔

میں کہتا ہوں صحیح بات یہ ہے کہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو شام نہیں بھیجا جیسا کہ ابھی بیان ہو گا اور

ایک روایت میں ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو لکھا،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی جانب روانہ ہو چکے ہیں پس دیکھنے کی جگہیں اور میگزین تیار

کرو، اور محفوظ رہو اور تہمت پر قید کرو، اور پکڑو اور جو تجھ سے جنگ کرے صرف اسے قتل کرو اور جو صورت حال پیدا ہو اس کے متعلق مجھے لکھو۔ والسلام

زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الضحاک نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے مکہ کی جانب جانے کا ارادہ کیا تو آپ مسجد الحرام کے دروازے سے گزرے اور کہا: تو نے پو پھٹتے وقت چکر لگانے والے کو غارت گری کرتے ہوئے خوفزدہ نہیں کیا اور نہ تو نے یزید کو پکارا ہے اس روز جس نے موت کے خوف سے ظلم کیا اور موتیں مجھے دیکھتی رہیں کہ میں اکیلا ہو جاؤں۔

اور ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو خباب یحییٰ بن ابی خیشمہ نے عدی بن حرمہ اسدی سے بحوالہ عبداللہ بن سلیم اور المنذر بن اشعث بن اسد قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم کوفہ سے حج کے لیے نکلے اور مکہ آئے اور یوم الترویہ کو داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان دھوپ چڑھ جانے کے وقت کھڑے ہیں اور ہم نے حضرت ابن زبیر کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ اگر آپ ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ٹھہر جائیے اور اس امارت کو سنبھال لیجئے ہم آپ کی مدد کریں گے اور آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کی بیعت کریں گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کے لیے ایک مینڈھا ہے جو اس کی حرمت کو جائز سمجھے گا اور قتل ہوگا اور میں وہ مینڈھا نہیں بننا چاہتا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا اگر آپ چاہیں تو مجھے یہ امارت سپرد دیں آپ کی اطاعت ہوگی اور نافرمانی نہیں ہوگی، آپ نے فرمایا میں اسے بھی پسند نہیں کرتا، پھر انہوں نے ہم سے اپنی گفتگو کو خفیہ رکھا اور وہ مسلسل ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے رہے حتیٰ کہ ہم نے دوپہر کے وقت لوگوں کے داعیوں کو منیٰ کی طرف جاتے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیت اللہ اور صفا اور مردہ کے درمیان طواف کیا اور اپنے بالوں کو کٹوایا اور اپنے عمرہ سے حلال ہو گئے پھر آپ کوفہ کی طرف چلے گئے اور ہم لوگوں کے ساتھ منیٰ کی طرف چلے گئے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب الوابی نے بحوالہ عقبہ بن سمعان مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے نکلے تو آپ کو نائب مکہ عمرو بن سعید کے ایلچی ملے جن کا سربراہ اس کا بھائی یحییٰ بن سعید تھا۔ انہوں نے آپ سے کہا واپس ہو جائیے آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے ان کی بات نہ مانی اور چل دیئے اور

فریقین نے مزاحمت کی اور ایک دوسرے کو کوڑوں اور لاثیوں سے مارا، پھر حضرت امام حسین ؓ اور آپ کے اصحاب نے زبردست بچاؤ کیا اور حضرت امام حسین ؓ اپنے راستے پر چل پڑے تو اس نے حضرت حسین ؓ کو آواز دی۔ اے حسین! کیا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے؟ آپ جماعت سے نکلتے ہیں اور اتفاق کے بعد امت میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت امام حسین ؓ نے اس آیت (میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے جو کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو تم عمل کرتے ہو میں اس سے بری ہوں) کی تفسیر کی۔

راوی بیان کرتا ہے پھر حضرت امام حسین ؓ تنعمیم سے گزرے اور وہاں ایک قافلہ سے ملے جسے نائب یمن بحیر بن زیاد حمیری نے بھیجا تھا اس نے اسے یمن سے یزید بن معاویہ کی طرف بھیجا تھا، اونٹوں پر ورس اور بہت سے کپڑے تھے، حضرت امام حسین ؓ نے انہیں لے لیا اور انہیں لے کر چل دیئے اور اونٹوں والوں سے کوفہ تک کرایہ مقرر کر لیا اور ان کا کرایہ انہیں دے دیا، پھر ابو مخنف نے اپنے پہلے اسناد سے بیان کیا کہ راستے میں فرزدق حضرت امام حسین ؓ سے ملا اور آپ کو سلام کیا اور کہنے لگا، اللہ تعالیٰ نے آپ کا مطالبہ پورا کر دیا ہے اور جو آپ چاہتے تھے اس کا مالک بنا دیا ہے۔ حضرت امام حسین ؓ نے ان لوگوں سے اور جو کچھ اس کے پیچھے تھا اس کے متعلق پوچھا تو اس نے آپ سے کہا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، حضرت امام حسین ؓ نے اسے کہا تو نے درست کہا ہے، پہلے اور بعد کا امر اللہ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہے کرتا ہے اور ہر روز ہمارے رب کی ایک شان ہوتی ہے، اگر فیصلہ ہماری پسند کے مطابق ہو تو ہم اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہر روز ہمارے رب کی ایک شان ہوتی ہے، اگر فیصلہ ہماری امید کے ورے حائل ہو جائے تو جس کی نیت حق اور اندر تقویٰ ہو اس پر ظلم نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امام حسین ؓ نے اپنی سواری کو حرکت دی اور فرمایا السلام علیکم پھر دونوں الگ ہو گئے اور ہشام بن الکلبی نے عن عوانہ بن الحکم عن لیثہ بن غالب بن الفرزدق عن ابیہ بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے میں نے اپنی ماں کو حج کروایا، اسی دوران میں میں اس کے اونٹ کو چلاتے چلاتے ایام حج میں حرم میں داخل ہو گیا یہ 60 ہجری کا واقعہ ہے کہ اچانک میں حضرت امام حسین ؓ سے ملا آپ مکہ سے باہر جا رہے تھے اور آپ کی تلواریں اور ڈھالیں بھی آپ کے ساتھ تھیں، میں نے آپ سے کہا: اے پسر رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کس وجہ سے حج سے سبقت کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سبقت نہ کروں تو پکڑا جاؤں پھر آپ نے مجھ سے پوچھا، تم کس سے تعلق رکھتے ہو، میں نے کہا میں ایک عراقی ہوں، آپ نے مجھ سے لوگوں کے متعلق پوچھا تو میں نے آپ سے کہا دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور جو بات پہلے بیان ہو چکی ہے اس کی مانند بیان کیا۔

فرزدق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ باتوں کے متعلق اور کچھ مناسک کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے مجھے ان کے متعلق بتایا، روای بیان کرتا ہے کہ عراق میں اسے ذات الجنب کی بیماری ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس کی زبان بوجھل ہو گئی تھی۔

روای بیان کرتا ہے پھر میں چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حرم میں ایک خیمہ لگا ہوا ہے اور بڑا اچھا منظر ہے، اچانک میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھ سے پوچھا میں نے انہیں بتایا کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا ہوں، انہوں نے کہا تو ان کے پیچھے کیوں نہیں چلا؟ بلاشبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق تجھے وہ ہتھیار سلام نہ کہے جس سے آپ کا قتل ہونا مقدر نہیں، پس فرزدق شرمندہ ہو گیا اور اس نے آپ سے ملنے کا ارادہ کر لیا اور اس کے دل پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا اثر ہوا، پھر میں نے انبیاء اور ان کے قتل کو یاد کیا تو اس بات سے مجھے آپ سے ملنے سے روک دیا اور جب اسے پتہ چلا کہ آپ قتل ہو گئے ہیں تو اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لعنت کی اور ابن عمرو کہا کرتا تھا خدا کی قسم درخت کھجور اور چھوٹا بچہ بالغ نہیں ہو گا کہ یہ امر اپنے کمال کو پہنچ جائے گا اور نمایاں ہو جائے گا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کہ تجھے ہتھیار سلام نہ کہے گا مقصد یہ ہے کہ وہ ہتھیار جس سے آپ کا قتل ہونا مقدر نہیں اور اس کے علاوہ بھی اس کے مفہوم بیان کیے گئے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آپ کا مقصد فرزدق سے مذاق کرنا تھا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کسی چیز کی طرف توجہ دیئے بغیر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ ذات عرق میں اترے۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب الوابی نے بحوالہ علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں جب ہم مکہ سے نکلے تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عون اور محمد کے ہاتھ ایک خط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا:

اما بعد! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرے اس خط کو دیکھے بغیر واپس نہ ہوں، مجھے آپ کی

حالت پر رحم آتا ہے اس لیے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بیخ کنی ہوگی اور اگر آج آپ ہلاک ہو گئے تو نور اسلام بجھ جائے گا بلاشبہ آپ ہدایت پانے والوں کے علم اور مومنین کی امید ہیں، روانگی میں جلدی نہ کیجیے میں بھی اپنے خط کے پیچھے آ رہا ہوں۔ والسلام

پھر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نائب مکہ عمرو بن سعید کے پاس گئے اور اسے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھو جس میں انہیں امان دو، اور انہیں نیکی اور حسن سلوک کی تمنا دلاؤ اور اپنے خط میں انہیں اعتبار دلاؤ اور ان سے واپسی کا مطالبہ کرو تا کہ اس بات سے مطمئن ہو کر واپس آ جائیں۔ عمرو نے آپ سے کہا آپ جو چاہتے ہیں میری طرف سے لکھ دیں اور خط کو میرے پاس لے آئیں میں اس پر مہر لگا دوں گا۔ حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید کی زبان سے وہ کچھ لکھا جو عبداللہ نے چاہا، پھر خط کو عمرو کے پاس لائے تو اس نے اپنی مہر سے اس مہر لگا دی اور عبداللہ نے عمرو بن سعید سے کہا میرے ساتھ اپنا امان بھی بھیج دیجئے تو اس نے ان کے ساتھ اپنے بھائی یحییٰ کو بھیج دیا تو وہ دونوں واپس چلے گئے حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور آپ کو خط پڑھ کر سنایا تو آپ نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے جسے میں کر گزرنے والا ہوں، ان دونوں نے کہا، وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں وہ خواب کسی ایک کو ضرور بتاؤں گا حتیٰ کہ اپنے رب سے جا ملوں گا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ محمد بن قیس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے حتیٰ کہ ذوالرمۃ وادی کی بلند جگہ پر پہنچ گئے جس کے بیچ میں پست جگہ تھی اور آپ نے قیس بن مسہر الصید اوی کو اہل کوفہ کے پاس بھیجا اور اسے ان کی طرف خط لکھ کر دیا۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے مومنین اور مسلمین بھائیوں کی طرف

تم پر سلامتی ہو میں تمہارے ساتھ مل کر اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا ہے جس میں انہوں نے مجھے تمہاری رائے کی عمدگی اور تمہارے سرداروں کے ہماری مدد پر متفق ہونے اور ہمارے حق کا مطالبہ کرنے کی اطلاع دی ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ عمدہ طور پر ہمارا کام کر دے اور تم لوگوں کو اس کا بڑا اجر دے اور میں نے 8 ذوالحجہ یوم الترویہ کو بہ روز

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منگل تمہاری طرف کوچ کیا ہے پس جب میرا پلٹی تمہارے پاس آئے تو اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھنا اور سنجیدہ رہنا اور میں انہی دنوں میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ ان شاء اللہ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
 راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت مسلم کا خط آپ کو قتل ہونے سے ستائیس راتیں پہلے ملا جس کا مضمون یہ تھا:
 اما بعد! پیش رو اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا بلاشبہ سب اہل کوفہ آپ کے ساتھ ہیں، آپ جب میرے اس خط کو پڑھیں تو آ جائیں۔ والسلام علیکم

راوی بیان کرتا ہے کہ قیس بن مسہر الصید اوی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ آیا اور جب وہ قادسیہ پہنچا تو حصین بن نمیر ثقفی نے اسے پکڑ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھجوا دیا۔ ابن زیاد نے اسے کہا محل کی چوٹی پر چڑھ کر کذاب بن کذاب علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین کو گالیاں دو، اس نے چڑھ کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر کہا اے لوگو، بلاشبہ یہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اللہ کی مخلوق کا بہترین آدمی ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہے اور میں تمہاری طرف اس کا اپیلچی ہوں اور میں وادی ذوالرمۃ کی بلند جگہ سے آپ سے جدا ہو رہا ہوں، انہیں جو اب دو اور ان کی سمع و اطاعت کرو، پھر اس نے عبید اللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی، پھر ابن زیاد کے حکم سے اسے محل کی چوٹی سے گرا دیا گیا اور وہ لخت لخت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور اس میں زندگی کے آخری سانس باقی رہ گئے اور عبد الملک بن عمری البجلی نے اس کے پاس جا کر اسے قتل کر دیا اور کہنے لگائیں نے اسے تکلیف سے آرام دینا چاہا ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ شخص عبد الملک بن عمر کے مشابہ تھا وہ خود نہیں تھا اور ایک روایت میں کہ جو شخص حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط لایا تھا وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا رضائی بھائی عبد اللہ بن یقطر تھا، پس اسے محل کی چوٹی سے گرا دیا گیا۔ واللہ اعلم

پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف چلنے لگے اور جو واقعات ہو چکے تھے ان کے متعلق آپ کو کچھ علم نہ تھا، ابو مخنف نے ابو علی انصاری سے اس حوالہ بکر بن مصعب مزنی بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عرب کے جس پانی کے پاس سے گذرتے وہ آپ کا پیچھا کرتا، ابو مخنف نے عن ابی خباب عن عدی بن حرمہ عن عبد اللہ بن سلیم والمندر بن المشتمل الاسدیین بیان کیا ہے وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حج ادا کر چکے تو ہمارا

صرف یہی ارادہ تھا کہ ہم حضرت سیدنا امام حسین ؑ سے ملیں اور ہم ان سے جا ملے اور آپ بنی اسد کے ایک شخص کے پاس سے گزرے تو سیدنا امام حسین ؑ نے ان سے گفتگو کرنی چاہی اور ان سے پوچھنا چاہا پھر آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور ہم نے اس شخص کے پاس آ کر اس سے لوگوں کے حالات پوچھے تو اس نے کہا قسم بخدا میں اس وقت کوفہ سے نکلا ہوں جب حضرت مسلم بن عقیل ؑ اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا اور میں نے ان دونوں کو دیکھا انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر بازار میں گھیٹا جا رہا ہے، وہ دونوں بیان کرتے ہیں ہم نے حضرت سیدنا امام حسین ؑ کے پاس آ کر انہیں اطلاع دی تو آپ بار بار اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، ہم نے آپ سے کہا اپنے بارے میں اللہ سے ڈریئے آپ نے فرمایا ان دونوں کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں، ہم نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب کیا ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے آپ سے کہا خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل کی مانند نہیں، اگر آپ کوفہ آتے تو لوگ بہت سرعت کے ساتھ آپ کے پاس آتے اور دوسروں نے بیان کیا کہ جب حضرت سیدنا امام حسین ؑ کے اصحاب نے حضرت مسلم بن عقیل ؑ کے قتل کا سنا تو اس موقع پر بنو عقیل بن ابی طالب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم اپنا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے یا ہم وہ مزہ چکھیں گے جو ہمارے بھائی نے چکھا ہے، پس حضرت سیدنا امام حسین ؑ چل پڑے اور جب آپ زرود مقام پر پہنچے تو آپ کو اس شخص کے قتل کی اطلاع ملی جسے آپ نے مکہ سے نکلنے کے بعد وادی ذوالرمتہ کی بلند جگہ پر پہنچ کر اپنا خط دے کر اہل کوفہ کے پاس بھیجا تھا اور آپ نے فرمایا ہمارے پیروکاروں نے ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے پس جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہتا ہے وہ واپس چلا جائے اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور نہ ہماری طرف سے اس پر کوئی ذمہ داری ہوگی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگ آپ کو چھوڑ کر دائیں بائیں منتشر ہو گئے اور آپ اپنے ان اصحاب میں باقی رہ گئے جو مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے اور آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ نے خیال کیا کہ جن اعراب نے آپ کی اتباع کی ہے انہوں نے صرف اس لیے آپ کی اتباع کی ہے کہ آپ اس شہر میں جائیں گے جس کے باشندے آپ کی اطاعت میں مستقیم ہوں گے پس آپ نے اپنے ساتھ ان کے چلنے کو پسند نہ کیا۔ سوائے اس کے کہ انہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ جب آپ ان کے سامنے حقیقت حال کی وضاحت کریں گے تو آپ کی مصاحبت وہی شخص کرے گا جو موت میں آپ کی ہمدردی کرنا چاہتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے جب سحر ہوئی تو آپ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ بکثرت پانی پی لیں پھر آپ چل پڑے حتیٰ کہ وادی عقبہ سے گزرے اور وہاں اتر پڑے۔ اور محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن سلیمان نے بحوالہ یزید الرشک ہم سے بیان کیا کہ حضرت سیدنا امام حسین ؓ کے ساتھ بالمشافہ بات کرنے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے بیابان میں خیمے لگے دیکھے میں نے پوچھا یہ کس کے خیمے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت سیدنا امام حسین ؓ کے خیمے ہیں، راوی بیان کرتا ہے میں آپ کے پاس آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیخ قرآن پڑھ رہا ہے اور اس کے رخساروں اور داڑھی پر اشک رواں ہیں، میں نے پوچھا اے پسر دختر رسول! آپ کو اس علاقے اور بیابان میں جہاں کوئی شخص موجود نہیں کس نے اتارا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ خطوط اہل کوفہ نے مجھے لکھے ہیں اور میں انہیں اپنا قاتل پاتا ہوں اور جب وہ ایسا کریں گے تو وہ خدا تعالیٰ کی ہر حرمت کی بے حرمتی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا جو ان کو ذلیل کرے گا اور وہ لوٹڈی کی اوڑھنی سے بھی ذلیل تر ہو جائیں گے۔

اور علی بن محمد نے حسن بن دینار سے بحوالہ معاویہ بن قرہ ہمیں بتایا کہ حضرت سیدنا امام حسین ؓ نے فرمایا قسم بخدا وہ مجھ پر زیادتی کریں گے جیسے بنی اسرائیل نے سبت کے بارے میں زیادتی کی تھی اور علی بن محمد نے حوالہ جعفر بن سلیمان ؓ لضمہعی ہم سے بیان کیا کہ حضرت سیدنا امام حسین ؓ نے بیان کیا کہ خدا کی قسم جب تک وہ میرے پیٹ سے اس کو تھڑے کو باہر نہ نکال لیں مجھے نہیں چھوڑیں گے اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا جو انہیں ذلیل کر دے گا حتیٰ کہ وہ لوٹڈی کی اوڑھنی سے بھی ذلیل تر ہو جائیں گے۔ پس آپ 10 محرم سن 61 ہجری کو نینوی کے مقام پر قتل ہو گئے اور یعقوب بن سفیان کیا ہے کہ ابو بکر الحمیدی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ شہاب بن خراش نے اپنی قوم کے ایک شخص کے حوالے سے ہم سے بیان کیا وہ بیان کرتا ہے میں اس فوج میں شامل تھا جسے ابن زیاد نے حضرت سیدنا امام حسین ؓ کی طرف بھیجا تھا، میں حضرت سیدنا امام حسین ؓ سے ملا تو میں نے آپ کو سیاہ سر اور سیاہ ریش پایا میں نے آپ سے کہا اے ابو عبد اللہ السلام علیک آپ نے وعلیک السلام فرمایا اور اس میں گنگناہٹ تھی۔ نیز فرمایا آج شب تم میں چوروں نے رات بسر کی ہے، شہاب کا بیان ہے میں نے یہ بات حضرت زید بن علی سے بیان کی تو آپ حیران رہ گئے اور ان میں بھی گنگناہٹ تھی، سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ حسینیوں میں گنگناہٹ تھی۔

ابو مخنف نے بحوالہ ابو خالد الکاہلی بیان کیا ہے کہ جب صبح کو سواروں نے حضرت سیدنا امام حسین ؑ پر حملہ کیا تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ تو ہی ہے غم ورنج میں میرے لیے قابل بھروسہ اور ہر سختی میری امید ہے اور تو ہر نازل ہونے والے امر میں میرے لیے سامان اور بھروسہ کے قابل ہے اور کتنے ہی غم ہیں جن میں دل کمزور ہو جاتا ہے اور حیلہ کم ہو جاتا ہے اور ان میں دوست مدد چھوڑ دیتا ہے اور دشمن خوش ہوتا ہے پس میں نے انہیں تیرے سامنے پیش کیا اور دوسرے سے بے نیاز ہو کر تیرے پاس ان کی ہر شکایت کی، پس تو نے انہیں دور کر دیا اور تو نے مجھے ان کے مقابلہ میں کفایت کی، پس تو میرے لیے ہر نعمت کا منتظم اور ہر نیکی کا مالک اور ہر غایت کا منتہا ہے اور ابو عبید القاسم بن سلام نے بیان کیا ہے کہ حجاج بن محمد نے ابو معشر سے اس کے بعض مشائخ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جب وہ کربلا میں اترے تو حضرت سیدنا امام حسین ؑ نے فرمایا، اس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کربلا، آپ نے فرمایا کرب اور بلا، اور عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا تو حضرت سیدنا امام حسین ؑ نے اسے کہا اے عمر مجھے تین باتوں میں سے ایک بات کے انتخاب کرنے کا اختیار دو، یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جیسے آیا ہوں ویسے ہی واپس چلا جاؤں اور اگر تو اس بات کو تسلیم نہ کرے تو مجھے یزید کے پاس لے جا اور میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دوں اور جو مناسب سمجھے میرے بارے میں فیصلہ کرے اور اگر تو یہ بات بھی تسلیم نہ کرے تو مجھے ترکوں کے پاس بھیج دے کہ میں ان سے جنگ کروں حتیٰ کہ مر جاؤں، اس نے یہ باتیں ابن زیاد کو پہنچا دیں اور اس نے آپ کو یزید کے پاس بھجوانے کا ارادہ کیا تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا جب تک یہ تمہارا فیصلہ نہ مانیں انہیں یزید کی طرف نہیں بھجوا یا جائے گا۔ پس اس نے حضرت سیدنا امام حسین ؑ کو یہ بات پہنچا دی تو حضرت سیدنا امام حسین ؑ نے کہا خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا اور عمر نے آپ سے جنگ کرنے میں دیر کر دی اور ابن زیاد نے شمر بن الجوشن کو بھیجا اور اسے کہا اگر عمر آگے بڑھے تو جنگ کرو گرنہ اسے قتل کر کے اس کی جگہ سنہال لینا میں نے امارت کو تمہارے سپرد کر دیا ہے اور عمر کے ساتھ اہل کوفہ کے تقریباً تیس سردار تھے انہوں نے اسے کہا، سپرد دختر رسول تمہارے سامنے تین باتیں پیش کر رہا ہے تم ان میں سے کوئی بات بھی قبول نہیں کرتے؟ پس وہ حضرت سیدنا امام حسین ؑ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے لگا۔

ابوزرعہ نے بیان کیا ہے کہ سعید بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا ہے کہ عباد بن العوام نے بحوالہ حصین ہم سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بیان کیا کہ میں نے حضرت سیدنا امام حسین ؓ کے قتل کی کیفیت کو دیکھا وہ بیان کرتا ہے کہ سعید بن عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سیدنا امام حسین ؓ کو دیکھا آپ دھاری دار جبہ پہنے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے جسے عمرو بن خالد الطہری کہا جاتا تھا آپ کو تیر مارا اور میں نے اس تیر کو آپ کے جبہ کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اور ابن جریری نے بیان کیا ہے کہ محمد بن عمر الرازی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ سعید بن سلیمان نے مجھ سے بیان کیا کہ عباد بن العوام نے ہم سے بیان کیا کہ اہل کوفہ نے حضرت سیدنا امام حسین ؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہیں اور آپ نے حضرت مسلم بن عقیل ؓ کو ان کے پاس بھیجا اور اس نے حضرت مسلم کا واقعہ اس کو اس طرح بیان کیا ہے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حصین نے بیان کیا ہے کہ بلال بن یساف نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن زیاد نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ واقعہ کے درمیانی علاقہ سے شام کے راستے تک اور شام سے بصرہ کے راستے تک حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں اور نہ کسی کو اندر آنے دیں اور نہ باہر جانے دیں۔

اور حضرت سیدنا امام حسین ؓ آئے تو آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں تھا حتیٰ کہ آپ نے اعراب کے پاس آ کر ان سے لوگوں کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ آپ نہ اندر داخل ہو سکتے ہیں اور نہ باہر جا سکتے ہیں، راوی بیان کرتا ہے آپ یزید بن معاویہ کی طرف چل پڑے تو کربلا کے مقام پر سوار آپ سے آ ملے اور آپ ان کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیتے ہوئے اتر پڑے، راوی بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر کو آپ کے پاس بھیجا اور آپ نے ان کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیا کہ وہ آپ کو امیر المؤمنین یزید کے پاس لے جائیں اور وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دیں گے انہوں نے آپ سے کہا ایسا نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ آپ ابن زیاد کے فیصلہ کو تسلیم کریں اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان میں حر بن یزید حنظلی ثم نہشلی بھی سواروں کا سالار تھا، جب اس نے حضرت سیدنا امام حسین ؓ کی بات سنی تو اس نے انہیں کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ کیا تم ان لوگوں کی باتوں کو قبول نہیں کرو گے جو وہ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں، خدا کی قسم اگر ترک اور دہلیم تم سے یہ مطالبہ کرتے تو ان کو واپس کرنا تمہارے لیے جائز نہ ہوتا مگر انہوں نے ابن زیاد کے فیصلے کے سوا اور فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا، پس اس نے اپنے گھوڑے کو چابک مارا اور حضرت سیدنا امام حسین ؓ کے پاس آ گیا اور انہوں نے خیال کیا کہ وہ ان کے ساتھ جنگ کرنے آیا ہے اور جب وہ ان کے نزدیک ہوا تو اس نے اپنی ڈھال کو پلٹ دیا

اور انہیں سلام کہا پھر اس نے ابن زیاد کے اصحاب پر حملہ کر دیا اور ان میں سے دو آدمیوں کو قتل کر دیا پھر خود قتل ہو گیا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ زہیر بن الہفین الجلی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملا اور وہ جا جی تھا، پس وہ آپ کے ساتھ آیا اور ابن ابی مخرمہ اور دو اور اشخاص عمرو بن العجاج اور معن السلمی اس کے پاس آئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اس شخص کے ساتھ گفتگو کرنے آئے جسے ابن زیاد نے آپ کے پاس بھیجا تھا اور آپ دھاری دار جبہ زیب تن کیے ہوئے تھے۔ جب آپ ان سے گفتگو کر چکے تو واپس لوٹے اور بنی تمیم کے ایک شخص نے جسے عمرو الطہری کہا جاتا تھا، نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تیر مارا اور میں نے اس تیر کو آپ کے کندھوں کے درمیان آپ کے جبہ کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھ رہا ہوں، پس جب انہوں نے آپ کی بات نہ مانی تو آپ اپنے میدان کارزار کی طرف واپس آ گئے اور میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ تقریباً ایک سو آدمی تھے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلب کے پانچ اور بنی ہاشم کے سولہ اور بنی سلیم کا ایک شخص جو ان کا حلیف تھا اور بنی کنانہ کا ایک شخص جو ان کا حلیف تھا اور ابن زیاد کا عم زاد شامل تھے۔

اور حصین نے بیان کیا ہے کہ سعید بن عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا ہم عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں نہا رہے تھے کہ اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اس سے سرگوشی کی اور اس نے اس سے کہا، ابن زیاد نے تمہاری طرف جویریہ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ اگر تو نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کی تو بہ تجھے قتل کر دے اور راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اٹھ کر اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر سوار ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار منگوا کر پہننے اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور لوگوں کے ساتھ ان کی طرف گیا اور انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرا بن زیاد کے پاس لا کر اس کے سامنے رکھا گیا اور وہ اپنی چھتری کو آپ کی ناک پر رکھ کر کہنے بلاشبہ ابو عبد اللہ سیاہ و سفید بالوں والے ہیں، راوی بیان کرتا ہے اور آپ کی بیویوں، بیٹوں اور اہل کو بھی لایا گیا، راوی بیان کرتا ہے اس نے سب سے اچھا کام کیا کہ ان کے لیے ایک فرود گاہ کا حکم دیا جو ایک الگ تھلگ جگہ پر تھی اور ان کی رسد جاری کر دی اور ان کے لیے لباس اور اخراجات کا حکم دیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ان میں سے دو لڑکوں نے جو حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما یا ابن ابی جعفر کی اولاد میں سے تھے، آک کر طی قبیلہ کے ایک شخص کی پناہ لی تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان دونوں کے سر لا کر ابن زیاد کے سامنے رکھ دیئے۔ ابن زیاد نے بھی اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور

اس کے حکم سے اس کے گھر کو منہدم کر دیا گیا، راوی بیان کرتا ہے مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے غلام نے بتایا کہ جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لا کر یزید کے سامنے رکھا گیا تو میں نے اسے روتے اور کہتے دیکھا کہ اگر ابن زیاد اور ان کے درمیان قرابت ہوتی تو ابن زیاد یہ نہ کرتا۔ حصین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو وہ دو یا تین ماہ ٹھہرے یوں معلوم ہوتا تھا کہ طلوع آفتاب کے وقت دیواریں خون سے لتھڑ جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ بلند ہو جاتا۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ لوذان نے مجھ سے بیان کیا کہ عکرمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کے ایک چچا نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ آپ نے اسے بتایا تو اس نے آپ سے کہا، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ واپس نہ لوٹے تو خدا کی قسم آپ کے آگے جو لوگ ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی آپ کا دفاع نہ کرے گا اور نہ آپ کے ساتھ مل کر جنگ کرے گا اور قسم بخدا آپ نیزوں اور تلواروں کے پاس جا رہے ہیں اور جن لوگوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے کاش وہ آپ کو جنگ کے اخراجات سے کفایت کرتے اور اشیاء کو آپ کے لیے درست کر دیتے پھر اس کے بعد آپ ان کے پاس آتے اور یہ ایک مشورہ ہے اور اس صورت میں آپ کو کچھ نہیں دیکھتا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا جو تو نے بیان کیا اور دیکھا مجھے پر مخفی نہیں لیکن اللہ اپنے امر میں مغلوب نہیں ہوتا پھر آپ کو فہ جانے کے لیے کوچ کر گئے اور خالد بن العاص نے کہا:

بہت سے خیر خواہ دھوکہ دیتے ہیں اور ہلاک کرتے ہیں اور غیب پر بدگمانی کرنے والا خیر خواہ کو پالیتا ہے اور اس سال عمرو بن سعید بن العاص نے لوگوں کو حج کروایا اور وہ یزید کی طرف سے مدینہ اور مکہ کا گورنر تھا اور یزید نے مدینہ کی امارت سے ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا اور عمرو بن سعید کو اس سال مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

61 ہجری سال کا آغاز ہوا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اقرباء اور اصحاب کے ساتھ مکہ اور عراق کے درمیان کوفہ کی طرف رواں دواں تھے اور مشہور قول کے مطابق جسے واقدی اور کئی مؤرخین نے صحیح قرار دیا ہے آپ اس سال کے محرم کی دس تاریخ کو قتل ہو گئے اور بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ اس سال کے صفر میں قتل ہوئے مگر پہلا قول اصح ہے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل

یہ بیان اس شان کے ائمہ سے ماخوذ ہے نہ کہ جس طرح اہل تشیع کا جھوٹا گمان ہے ابو مخنف نے عن ابی خباب عن عدی بن حرمہ عن عبداللہ بن سلیم والمذری بن المشعل الاسدیین نے بیان کیا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور جب شرف میں اترے تو آپ نے اپنے نوجوانوں سے بہ وقت سحر کہا کہ زیادہ سے زیادہ پانی جمع کر لو پھر وہ دن کے شروع میں روانہ ہو گئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تکبیر کہتے سنا اور آپ نے اسے کہا تم نے کس وجہ سے تکبیر کہی ہے؟ اس نے کہا میں نے نخیلہ کو دیکھا ہے، اسد قبیلہ کے دونوں آدمیوں نے اسے کہا اس جگہ سے کسی شخص نے نخیلہ کو نہیں دیکھا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، تم دونوں کی رائے میں اس نے کیا دیکھا ہے اور ان دونوں نے کہا یہ سوار آگئے ہیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہمارے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں کہ ہم اسے پس پشت رکھیں اور ایک جانب سے لوگوں کا سامنا کریں؟ ان دونوں نے کہا ہاں ذو جسم جگہ ہے پس آپ نے اس کی طرف جانے کے لیے بائیں جانب کو اختیار کیا اور اتر پڑے اور آپ کے حکم سے خیمے لگا دیے گئے اور حرب بن یزید تمیمی کے ساتھ ایک ہزار سوار آگئے اور وہ اس فوج کے ہراول تھے جسے ابن زیاد نے بھیجا تھا اور دوپہر کے وقت آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب عمامے باندھے ہوئے اور اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ پانی سے سیراب ہو جائیں اور اپنے گھوڑوں کو پانی پلائیں اور اپنے دشمنوں کے گھوڑوں کو بھی پانی پلائیں، ابو مخنف اور دیگر مؤرخین نے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ جب ظہر کا وقت ہوا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم سے حجاج بن مسرو نے اذان دی پھر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ایک تہبند، چادر اور دو جوتوں کے ساتھ باہر نکلے اور آپ نے اپنے اصحاب اور اپنے دشمنوں سے خطاب کیا اور یہاں آنے کے متعلق ان کے سامنے عذر پیش کیا کہ اہل کوفہ نے آپ کو لکھا ہے کہ ان کا کوئی امام نہیں ہے اور گر آپ ہمارے پاس آئیں تو ہم آپ کی بیعت کریں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ پھر نماز کھڑی ہو گئی تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حر سے فرمایا آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھانا چاہتے ہیں اس نے کہا نہیں، آپ نماز پڑھیے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے پس حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمے میں آگئے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کے پاس جمع ہو گئے اور حر اپنی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فوج کے پاس واپس چلا گیا اور سب اپنی اپنی جگہ تیار تھے اور جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں نماز پڑھائی پھر واپس چلے گئے اور آپ نے ان سے خطاب کیا اور انہیں سمع و اطاعت کرنے اور ان دشمن لے پالکوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دی جو تم میں ظلم کو رو رکھے ہوئے ہیں، حرنے آپ سے کہا، ہمیں معلوم نہیں یہ خط کیسے ہیں اور انہیں کس نے لکھا ہے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خطوط کے دو بھرے ہوئے تھیلے پیش کیے اور انہیں اس کے سامنے بکھیر دیا اور اس نے ان میں سے کچھ خطوط پڑھے، حرنے کہا، ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم آپ سے ملیں تو آپ سے الگ نہ ہوں حتیٰ کہ ہم آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے آئیں۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات سے موت زیادہ نزدیک ہے پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

سوار ہو جاؤ، پس وہ سوار ہو گئے اور عورتیں بھی سوار ہو گئیں اور جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو وہ لوگ آپ کے درمیان اور واپسی کے درمیان حائل ہو گئے، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حرنے سے فرمایا تیری ماں تجھے کھودے تو کیا چاہتا ہے، حرنے آپ سے کہا خدا کی قسم اگر عربوں میں سے آپ کے سوا کوئی اور شخص یہ بات کہتا اور وہ آپ جیسی حالت میں ہوتا تو میں اس سے قصاص لیتا اور اس کی ماں کو نہ چھوڑتا، لیکن ہمیں مقدور بھرا حسن رنگ میں آپ کی ماں کا ذکر کرنے کے سوا چارہ نہیں اور لوگوں نے باہم سوالات و جوابات کیے تو حرنے آپ سے کہا مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے الگ نہ ہوں حتیٰ کہ آپ کو فہ میں ابن زیاد کے پاس پیش کر دوں اور جب آپ کو اس بات کے ماننے سے انکار ہے تو ایسا راستہ اختیار کریں جو آپ کو نہ کوفہ لے جائے اور نہ مدینہ واپس لے جائے اور اگر آپ چاہیں تو میں ابن زیاد کو خط لکھ دیتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم لے آئے جس میں آپ کے معاملہ مبتلا ہونے کی بجائے میرے لیے عافیت کا سامان ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے العذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں طرف کو اختیار کر لیا اور حرنے نے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور آپ سے کہہ رہا تھا اے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میں آپ کو آپ کی جان کے بارے میں اللہ کا نام یاد دلاتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ قتل ہو جائیں گے اور اگر آپ سے جنگ کی گئی تو میرے خیال میں ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ لیکن میں اوس قبیلے

کے شخص کی طرح جس نے اپنے عمزاد سے کہا تھا، کہتا ہوں وہ اسے ملا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو جا رہا تھا اور اس نے کہا تو کہاں جا رہا ہے بلاشبہ تو قتل ہونے والا ہے؟ اس نے کہا:

میں ابھی باؤں گا اور جب نو جوان حق کی نیت کرے اور مسلمان ہو کر جہاد کرے تو موت اس کے لیے عار نہیں اور اپنی جان سے صالح مردوں کی ہمدردی کرے اور اس خوف کو چھوڑ دے کہ وہ زندہ رہے گا اور ذلیل ہوگا۔ ان اشعار کو ایک اور طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔

میں ابھی مرجاؤں گا اور جب نو جوان حق کی نیت کرے اور وہ مجرم نہ ہو تو موت اس کے لیے عار نہیں، پس اگر تو مر گیا تو میں پشیمان نہ ہوں گا اور اگر تو زندہ رہا تو درد مند نہ ہوں گا تیرے لیے یہی موت کافی ہے کہ تو ذلیل و خوار ہو۔ جب حرنے آپ سے یہ اشعار سنے تو آپ سے ایک طرف ہو گیا اور اپنے اصحاب کے ساتھ آپ سے ایک طرف ہو کر چلنے لگا پس وہ عذیب البجانات تک پہنچ گئے اور جب چار آدمیوں نے سفر کیا جو کوفہ سے اپنی سواریوں پر دو گام چلتے ہوئے اور نافع بن ہلال کے گھوڑے کو جسے الکامل کہا جاتا تھا کو تل بنا کر آئے، وہ کوفہ سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے راہنما جسے الطرماح بن عدی کہا جاتا تھا، گھوڑے پر سوار تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اے میری ناقہ! میری ڈانٹ سے خوف نہ کر اور بہترین سوار کے ساتھ اور بہترین سفر میں طلوع فجر سے قبل تیز تیز چل یہاں تک کہ تو کریم الاصل بزرگ شریف اور کشادہ سینے والے شخص کے پاس جا ترے جسے اللہ تعالیٰ بہترین کام کے لیے لایا ہے وہاں وہ اسے ہمیشہ زندہ رکھے۔

حرنے چاہا کہ وہ ان کے درمیان اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو جائے مگر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے اس بات سے روکا اور جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے پوچھا مجھے اپنے پچھلے لوگوں کے متعلق بتاؤ تو ان چاروں میں سے ایک شخص مجمع بن عبداللہ عامری نے آپ سے کہا سردار ان قوم آپ کی عداوت پر متحد ہیں اس لیے کہ انہیں بڑی رشوت دی گئی ہے اور ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیا ہے، اس سے ان کی محبت اور خیر خواہی کو حاصل کیا گیا ہے پس وہ سب آپ کے عداوت پر متحد ہیں اور بقیہ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور کل ان کی تلواریں آپ کے خلاف سوئی گئی ہوں گی آپ نے فرمایا کیا تمہیں میرے ایلچی کے متعلق کوئی علم ہے؟ انہوں نے پوچھا آپ کا ایلچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا قیس بن مسہر الصید اوی انہوں نے کہا ہاں پس ابن نمیر نے

اسے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھجوا دیا ہے اور ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے باپ پر لعنت کرتے تو اس نے آپ کی اور آپ کے باپ کی تعریف کی اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی مدد کرنے کی دعوت دی اور انہیں آپ کی آمد کی اطلاع دی تو ابن زیاد کے حکم سے اسے محل کی چوٹی سے پھینک دیا گیا اور وہ مر گیا، حضرت سیدنا امام حسین ؑ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آپ نے یہ آیت فمَنہم من قضیٰ نحبہ و منہم من ینتظر پڑھی یعنی ان میں سے کچھ فوت ہو گئے ہیں اور کچھ منتظر ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ جنت ان کا وہ ٹھکانہ بنا دے اور ہمیں اور انہیں اپنی رحمت کے ٹھکانے اور اپنے ثواب کی جمع شدہ مرغوب اشیاء میں اکٹھا کر دے، پھر الطرح ماح بن عدی نے حضرت سیدنا امام حسین ؑ سے کہا دیکھئے آپ کے ساتھ کیا ہے؟ میں آپ کے ساتھ اس چھوٹے سے گروہ کے سوا کسی کو نہیں دیکھ رہا اور جن لوگوں کو میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا دیکھ رہا ہوں وہ آپ کے ساتھیوں کے ہم پلہ ہیں اور یہ کیسے ہو گا جب کہ کوفہ کا بیرونی علاقہ گھوڑوں اور فوجوں سے بھرا ہوا ہے جو ضرور آپ کا قصد کریں گے۔ میں آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ کے بس میں ہے تو ایک بالشت بھی ان کے طرف نہ بڑھیں اور ایسا ہی کیجیے اور اگر آپ نے کسی شہر میں اترنے کا ارادہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو غسان و خمیر کے بادشاہوں اور نعمان بن المند ر اور اسود احمر سے بچائے گا۔ قسم بخدا اگر کبھی ہمیں ذلت نے آ لیا تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ حتیٰ کہ آپ کو پستی میں اتاروں گا پھر آپ طی کے باجا اور سلمی کے مردوں کی طرف پیغام بھیجنا پھر جو معلوم ہوا اس کے مطابق ہمارے ساتھ قیام کرنا۔ میں دس ہزار طائیوں کا سردار ہوں جو آپ کے آگے اپنی تلواروں سے شمشیر زنی کریں گے، خدا کی قسم وہ کبھی آپ تک نہ پہنچ سکیں گے اور ان کی آنکھ دیکھ لے گی، حضرت سیدنا امام حسین ؑ نے اسے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ مگر آپ جس بات کے درپے تھے اس سے رجوع نہ کیا تو الطرح ماح نے آپ کو الوداع کہا اور حضرت سیدنا امام حسین ؑ چلتے بنے اور جب رات ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق پانی جمع کر لیں۔ پھر آپ رات کو چلے اور اپنے سفر میں آپ کو اونگھ آگئی حتیٰ کہ آپ کا سر جھٹکے کھانے لگا اور آپ انا للہ وانا الیہ راجعون اور الحمد للہ رب العالمین کہتے ہوئے بیدار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا میں نے گھوڑے پر ایک سوار دیکھا ہے جو کہہ رہا ہے کہ لوگ چل رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف چل رہی ہیں پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ ہماری جانہیں جن کی موت کی خبر ہمیں دی گئی ہے۔ جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے اپنے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اصحاب کو نماز پڑھائی اور جلدی سے سوار ہو گئے پھر اپنے سفر میں بائیں طرف ہو گئے یہاں تک کہ نینوا پہنچ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار کمان کندھے پر رکھے کوفہ سے آیا ہے اور اس نے حرب بن یزید کو سلام کیا ہے اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کہا اور اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا ہے جس کا مضمون یہ ہے:

وہ سفر میں عراق تک کسی بستی اور قلعہ میں اترے بغیر برابر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے ایلچی اور اس کی فوجیں اس کے پاس آ جائیں اور یہ 2 محرم 61 ہجری جمعرات کا روز تھا۔ اور جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد چار ہزار فوج کے ساتھ آیا اور ابن زیاد نے اسے ان لوگوں کے ساتھ دیلم کی طرف بھیجا تھا، اور وہ کوفہ کے باہر خیمہ زن ہو گیا۔ اور جب انہیں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا تو اس نے اسے کہا ان کی طرف روانہ ہو جا اور جب تو ان سے فارغ ہو جائے تو دیلم کی طرف چلے جانا، عمر بن سعد نے اس سے اس بات کی معافی چاہی تو ابن زیاد نے اسے کہا اگر تو چاہے تو میں تجھے معاف کر دیتا ہوں اور ان شہروں کی حکومت سے تجھے معزول کر دیتا ہوں جن پر میں نے تجھے حاکم بنایا ہے، اس نے کہا: ذرا مجھے اپنے معاملے میں غور و فکر کر لینے دو اور وہ جس شخص سے بھی مشورہ کرتا وہ اسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے روکتا۔ حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے بچنا تو اپنے رب کی نافرمانی کرے گا اور اپنی قرابت کو قطع کرے گا خدا کی قسم اگر تو ساری زمین کی حکومت سے بے دخل ہو جائے تو یہ بات خون سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی نسبت تجھے زیادہ محبوب ہونی چاہیے۔ اس نے کہا میں ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

پھر عبید اللہ بن زیاد نے اسے عزل و قتل کی دھمکی دی تو وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا اور اس مقام پر آپ سے جنگ کی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، پھر اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایلچی بھیجے کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا اہل کوفہ نے مجھے خط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں، پس اب جب انہوں نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں مکہ واپس چلا جاتا ہوں اور تم کو چھوڑ دیتا ہوں، جب عمر بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے گا اور اس نے یہ بات ابن زیاد کو بھی لکھ بھیجی، ابن زیاد نے اسے جواب دیا کہ ان کے اوپر اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ جیسا کہ پرہیزگار، پاکباز مظلوم امیر المؤمنین

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو پیشکش کرو کہ وہ امیر المؤمنین یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں تو یہی ہماری رائے ہے، اور عمر بن سعد کے اصحاب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو پانی سے روکنے لگے اور ان کے ایک دستے کا سالار عمرو بن الحجاج تھا آپ نے ان کے لیے پیاس کی بددعا کی تو وہ شدت پیاس سے مر گیا۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے مطالبہ کیا کہ وہ دونوں فوجوں کے درمیان آپ سے ملاقات کرے اور دونوں میں سے ہر ایک تقریباً بیس سواروں کے ساتھ آیا اور دونوں نے طویل گفتگو کی حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ دونوں نے کیا بات کی ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ آپ اس کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام چلے جاتے ہیں اور دونوں فوجوں کو مقابل میں کھڑا چھوڑ دیتے ہیں، عمر نے کہا اس صورت میں ابن زیاد میرے گھر کو منہدم کر دے گا، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسے تیرے لیے اس سے بھی خوبصورت رنگ میں تعمیر کر دوں گا، اس نے کہا وہ میری جاگیر کو ضبط کر لے گا، آپ نے فرمایا میں تجھے اپنے حجازی مال سے اس جاگیر سے بھی بہتر عطا کروں گا، راوی بیان کرتا ہے عمر بن سعد نے اس بات کو پسند نہ کیا اور بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ یا تو وہ یزید کے پاس چلے جاتے ہیں یا وہ حجاز واپس چلے جاتے ہیں یا کسی سرحد پر جا کر ترکوں سے جنگ کرتے ہیں، عمر نے عبید اللہ کی طرف یہ باتیں لکھ بھیجیں تو اس نے کہا بہت اچھا میں انہیں قبول کرتا ہوں، پس شمر بن ذی الجوشن اٹھا اور کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ آپ کے اصحاب تمہارے حکم کو قبول کریں پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے اطلاع ملی ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ابن سعد دونوں کی فوجوں کے درمیان بیٹھ کر رات کا اکثر حصہ باہم گفتگو کرتے رہے ہیں، ابن زیاد نے اسے کہا: تمہاری رائے بہت اچھی ہے۔

اور ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن جندب نے بحوالہ عقبہ بن سمعان مجھ سے بیان کیا کہ میں مکہ سے قتل کے وقت تک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اور قسم بخدا آپ نے میدان کارزار میں جو بات بھی کی ہے میں نے اسے سنا ہے اور آپ نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آپ یزید کے پاس جاتے ہیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور نہ ہی آپ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ آپ کسی سرحد کی طرف چلے جاتے ہیں بلکہ آپ نے دو باتوں میں سے ایک کا مطالبہ کیا ہے کہ یا تو وہ جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس چلے جاتے ہیں اور یہ وہ آپ کو وسیع و عریض زمین میں

جانے کے لیے چھوڑ دیں تاکہ وہ دیکھیں کہ لوگوں کی امارت ان کے پاس آتی ہے۔ پھر عبید اللہ نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیجا اور کہا اگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب میرے حکم کو قبول کر لیں تو فنبہا وگرنہ عمر بن سعد کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دو اور اگر وہ اس سے گریز کرے تو اسے قتل کر دینا پھر تم ہی لوگوں کے امیر ہو گے اور اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے میں سستی کرنے پر عمر بن سعد کو دھمکی آمیز خط لکھا اور اس نے اسے حکم دیا کہ اگر وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس نہ لایا تو وہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرے گا، بلاشبہ وہ مخالفین ہیں عبید اللہ بن ابی الجحلی نے اپنی پھوپھی ام البنین بنت حرام کے بیٹوں کے لیے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تھے امان طلب کی اور وہ عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان تھے، ابن زیاد نے انہیں پروانہ امان لکھ دیا اور عبید اللہ بن الجحلی نے اپنے غلام کرمان کے ہاتھ اسے بھیج دیا اور جب اس نے انہیں یہ پروانہ امان پہنچا دیا تو انہوں نے کہا ہم ابن سمیہ کی امان کے خواہاں نہیں اور ہم ابن سمیہ کے امان سے بہتر امان کی امید رکھتے ہیں اور جب شمر بن ذی الجوشن عبد اللہ بن زیاد کا خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا تو عمر نے کہا اللہ تیرے گھر کو تباہ کرے اور جو تو لایا ہے اس کا برا کرے۔ خدا کی قسم میں تجھے وہ شخص خیال کرتا ہوں جس نے اسے ان تین امور سے برگشتہ کر دیا ہے جن کا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا تھا اور میں نے انہیں اس کے سامنے پیش کیا تھا۔ شمر نے اسے کہا مجھے بتاؤ تم کیا کرنے والے ہو کیا تو ان سے جنگ کرے گا یا مجھے اور ان کو چھوڑ دے گا۔ عمر نے اسے کہا نہیں تجھے عظمت حاصل نہ ہو میں اس کام کو سنبھال لوں گا اور اس نے اسے پیادوں کا سالار بنا دیا اور اس نے 9 محرم بروز جمعرات شام کو ان پر تیزی سے حملہ کیا اور شمر بن ذی الجوشن نے کھڑے ہو کر کہا: میرے بھانجے کہاں ہیں؟ تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان رضی اللہ عنہم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا تم امان میں ہو۔ انہوں نے کہا اگر تو ہمیں اور پسر رسول کو امان دے تو فنبہا وگرنہ ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔

راوی بیان کرتا ہے: پھر عمر بن سعد نے فوج میں اعلان کیا اے اللہ کے سوار و سوار ہو جاؤ اور خوش خبری ہو، پس وہ سوار ہو گئے اور اسی دن کی نماز عصر کے بعد ان کی طرف دھیرے دھیرے بڑھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے کے آگے اپنی تلوار کو گود میں رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کو اونگھ آگئی اور آپ کے سر کو جھٹکا لگا اور ہمشیرہ نے شور سنا تو قریب ہو کر آپ کو جگایا تو آپ اپنے سر کو پہلی حالت پر واپس لائے اور فرمایا میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے مجھے فرمایا تو بلاشبہ شام کو ہمارے پاس آئے گا تو اس نے اپنے چہرے پر تھپڑ مارا اور کہنے لگی ہائے میری ہلاکت آپ نے فرمایا اے ہمشیرہ آپ کے لیے ہلاکت نہیں پر سکون ہو جائیے۔ آپ پر رحمان رحم فرمائے گا اور آپ کے بھائی عباس بن علی نے آپ سے کہا اے میرے بھائی لوگ آپ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا ان کے پاس جاؤ اور پوچھو ان کی کیا مرضی ہے وہ تقریباً بیس سو اوروں کے ساتھ ان کے پاس گئے اور پوچھا تمہیں کیا ہے انہوں نے کہا امیر کا حکم آیا ہے یا تو تم ان کا حکم مان لو یا ہم تم سے جنگ کریں گے۔ عباس نے کہا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو میں جا کر ابو عبد اللہ کو بتاتا ہوں۔ آپ واپس آ گئے اور آپ کے اصحاب کھڑے رہے اور وہ آپس کی گفتگو میں الٹ پھیر کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی کہتے تم کس قدر برے لوگ ہو۔ تم اپنے نبی ذریت اور اپنے زمانے کے بہترین لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر عباس بن علی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس سے ان کی طرف واپس گئے اور انہیں کہنے لگے ابو عبد اللہ تمہیں کہتے ہیں کہ اس شام کو واپس چلے جاؤ تا کہ وہ آج شب اپنے معاملے میں سوچ بچار کر سکیں۔ عمر بن سعد نے شمر بن ذی الجوشن سے کہا تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا تم امیر ہو اور رائے بھی تمہاری ہی ہے۔ عمرو بن العجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا سبحان اللہ خدا کی قسم اگر دیلم کا کوئی شخص تم سے اس بات کا مطالبہ کرنا تو اس کا قبول کرنا ضروری ہوتا اور قیس بن اشعث نے کہا جو بات انہوں نے آپ سے پوچھی ہے اس کا جواب دو اور میری زندگی کی قسم کل صبح کو وہ تم سے ضرور جنگ کریں گے۔ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا اور جب عباس واپس آئے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا واپس جا کر انہیں آج شام تک کے لیے واپس کر دو۔

آپ رضی اللہ عنہ کا عبادت الہی کے لیے ایک رات کا طلب کرنا

تا کہ ہم اس شب کو اپنے رب کی نماز پڑھ لیں اور اس سے دعا و استغفار کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اس کی نماز اور اس کی کتاب کی تلاوت اور دعا و استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس شب اپنے اہل کو وصیت کی اور رات کے پہلے حصے میں اپنے اصحاب سے خطاب کیا اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور فصیح و بلیغ عبارت میں اس کے رسول پر درود پڑھا اور اپنے اصحاب سے فرمایا جو شخص آج شب اپنے اہل کے پاس واپس جانا پسند کرتا ہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔ بلاشبہ دشمن کو صرف میں مطلوب ہوں مالک بن نصر نے کہا مجھ پر قرض ہے اور میرے عیال بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا آج کی رات نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے پس تم ایسے پازیب بنا لو

اور تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے۔ پھر تم اس رات کی تاریکی میں سطح زمین پر اپنے اپنے ممالک اور شہروں میں چلے جاؤ بلاشبہ دشمن کو میں ہی مطلوب ہوں۔ کاش وہ دوسروں کی تلاش سے غافل ہو کر مجھے تکلیف دیتے چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کشائش کر دے۔ آپ کے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجوں نے آپ سے کہا آپ کے بعد ہماری کوئی زندگی نہیں اور آپ کے بارے میں اللہ ہمیں وہ کچھ نہ دکھائے جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنی عقیل تمہارے بھائی مسلم کے ساتھ جو کچھ ہو اوہ تمہارے لیے کافی ہے چلے جاؤ۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ اس نے کہا لوگ کیا کہیں گے ہم نے اپنے شیخ اور سردار اور اپنے بہترین چچاؤں کے بیٹوں کو چھوڑ دیا ہے اور ہم نے دنیاوی زندگی کی رغبت میں ان کے ساتھ ایک تیر نہیں چلایا اور نہ ان کے ساتھ نیزہ مارا ہے اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی ہے خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اہل کو آپ پر قربان کر دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں حتیٰ کہ آپ کے گھاٹ پر آ جائیں گے۔ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ زندگی خراب کر دے۔ اور اسی قسم کی بات مسلم بن عوجہ اسدی نے کی اور سعید بن عبد اللہ حنفی نے بھی ایسی ہی بات کی کہ خدا کی قسم ہم آپ کو تنہا نہ چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں آپ کی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میں آپ کی حفاظت میں ایک ہزار بار قتل ہوں گا اور اللہ تعالیٰ اس قتل کے ذریعے آپ سے اور آپ کے اہل بیت کے ان جوانوں سے مصیبت کو دور کر دے گا تو اس بات کو پسند کر لوں گا حالاں کہ یہ صرف ایک ہی قتل ہے اور آپ کے اصحاب کی جماعت نے بھی گفتگو کی جو ایک طریق سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہوں گے اور ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں گی، اور ہم آپ کو اپنے سینوں، اپنی پیشانیوں، اپنے ہاتھوں اور اپنے بدنوں سے بچائیں گے اور جب ہم قتل ہو جائیں گے تو ہم اس حق کو جو ہم پر لازم ہے پورا کر دیں گے اور آپ کے بھائی عباس نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی موت کا دن نہ دکھاوے اور ہمیں آپ کے بعد زندگی کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کے اصحاب نے اس پر موافقت کی۔

ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ حارث بن کعب اور ابوالضحاک نے بحوالہ علی بن الحسین زین العابدین مجھ سے بیان کیا کہ جس شب کی صبح کو میرے باپ قتل ہوئے اس کی شام کو بیٹھا ہوا تھا اور جب میرے باپ اپنے خیمے میں الگ ہو جاتے اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہوتے تو میری پھوپھی حضرت زینب میری تیمارداری کرتیں اور آپ کے

پاس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا غلام حوی بھی تھا جو آپ کی تلوار کو درست کر رہا تھا اور میرا باپ کہہ رہا تھا: اے زمانے! تیرے دوست ہونے پر افسوس ہے، تیری کتنی ہی چاشتیں اور شامیں ہیں اور کتنے ہی ساتھی یا مقتول کے طالب ہیں اور زمانہ عوض پر قناعت نہیں کرتا اور معاملہ خدائے جلیل کے سپرد اور ہرزندہ اس راستے پر چلنے والا ہے۔ آپ نے ان اشعار کو دو تین بار دہرایا حتیٰ کہ میں نے انہیں یاد کر لیا اور میں آپ کے مقصد کو سمجھ گیا، پس آنسوؤں نے میرا گلا گھونٹ دیا اور میں انہیں دہرانے لگا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مصیبت نازل ہو چکی ہے اور میری پھوپھی ننگے سر کھڑی ہو گئیں حتیٰ کہ آپ کے پاس پہنچ کر کہنے لگیں ہائے اس کا کھو دینا، کاش موت آج میری زندگی ختم کر دیتی، میری ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں۔ اے گزشتہ کے جانشین اور باقی رہنے والے کے فریادرس، آپ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا اور فرمایا اے میری بہن شیطان آپ کے حلم کو ختم نہ کر دے وہ کہنے لگیں اے ابو عبد اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کر دیا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غش کھا کر گر پڑیں، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر بہن کے چہرے پر پانی ڈالا اور فرمایا اے میری بہن اللہ سے ڈرا اور صبر کر اور اللہ کی تسلی سے تسلی حاصل کر اور جان لے کہ اہل زمین مرجائیں گے اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہیں گے اور اس خدا کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور وہ انہیں اپنی قوت اور غلبے سے مارے گا اور انہیں دوبارہ واپس لائے گا اور وہ اس اکیلے کی عبادت کریں گے اور وہ اکیلا یکتا ہے اور جان لے میرا باپ مجھ سے بہتر تھا اور میری ماں مجھ سے بہتر تھی اور میرا بھائی مجھ سے بہتر تھا اور میرے لیے اور ان کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ ہے پھر آپ نے ان پر تنگی کی کہ ان کے مرنے کے بعد ان باتوں میں سے کچھ نہ کرنا پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں میرے پاس واپس بھیج دیا پھر آپ اپنے اصحاب کے پاس چلے گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں کو ایک دوسرے کے نزدیک کر لیں کہ ایک دوسرے کی رسائیاں ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں اور ایک طرف کے سوا دشمن کے لیے اپنے پاس آنے کا کوئی راہ نہ رہنے دیں اور خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے پوری رات نماز پڑھتے، استغفار کرتے، دعا کرتے اور تضرع کرتے گزاری اور ان کے دشمن کے محافظوں کے گھوڑے ان کے پیچھے چکر لگاتے رہے جن کا لیڈر عزرة بن قیس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اُمّی تھا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ لایحسبن الذین کفروا انما نملیٰ لهم خیر لانفسہم انما نملیٰ لهم لیزدادوا اثماً و لهم عذاب مہین ، ما کان اللہ لیزر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کی آیت پڑھ رہے تھے اور ابن زیاد کے اصحاب میں سے جو سوار حفاظت کر رہے تھے ان میں سے ایک شخص نے اس آیت کو سنا تو وہ کہنے لگا رب کعبہ کی قسم ہم پاک ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ سے ممتاز کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اسے پہچان لیا اور میں نے زید بن خضر سے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے اس نے کہا نہیں میں نے کہا یہ ابو حرب السبعی عبد اللہ بن شمر ہے اور وہ بڑا ہنس مکھ تمسخر کرنے والا معزز شجاع اور دلیر تھا اور سعید بن قیس نے کئی دفعہ اسے اپنے خیمے میں قید کر دیا تو زید بن حسین نے اسے کہا اے فاسق تو کب سے پاکیزہ لوگوں کے ہم پلہ ہوا ہے۔ اس نے پوچھا تو ہلاک ہو تو کون ہے اُس نے کہا میں زید بن حسین ہوں اس نے کہا ان اللہ اے دشمن خدا کی قسم تو ہلاک ہو گیا ہے وہ کیوں تیرے قتل کا خواہاں ہے میں نے اس سے کہا اے ابو حرب کیا ہو سکتا ہے کہ تو اپنے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کرے۔ قسم بخدا ہم ہی پاکیزہ لوگ ہیں اور بلاشبہ تم لوگ خبیث ہو۔ اُس نے کہا ہاں اور میں اس کا گواہ ہوں۔ اس نے کہا تیرا برا ہو کیا تجھے تیری معرفت فائدہ نہیں دیتی۔

راوی بیان کرتا ہے جو دستہ ہماری حفاظت کر رہا ہے اس کے امیر عزرة بن قیس نے اسے ڈانٹا تو وہ ہمارے پاس سے واپس چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ اردو جلد ہشتم صفحہ 205 تا 230)

چنانچہ یہی مضمون شیعوں کی مشہور اور مستند کتاب جلاء العیون سے بھی پڑھیے۔ یہاں بھی بہ وجہ اجتناب طوالت صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

بیان توجہ سیدنا امام حسین بہ عراق اور جو کچھ اہل کفر و نفاق سے ظلم گزرے

شیخ مفید و سید ابن طاووس و شیخ بن نماد و سید محمد ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس قصہ جاں سوز واقعہ ہائلہ غم اندوز کو جس نے جان قدسیان ملکوت کو مجروح و دل ہائے مقربان بارگاہ جبروت کو مجروح کر دیا ہے اس طرح تحریر کیا ہے کہ جب سید الشہداء تیسری شعبان ۶۰ھ کو مخالفوں کے خوف سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے، بقیہ ماہ شعبان و رمضان و شوال و ذی قعدہ اسی مقام متبرک میں بہ عبادت الہی قیام کیا اس مدت میں شعیان اہل حجاز و بصرہ و جمیع بلاد امام حسین کے پاس جمع ہوئے جب ماہ ذی الحجہ آیا، امام حسین احرام حج بندھا چوں کہ زید پلید نے ایک گروہ کوچ کے بہانے سے بھیجا تھا کہ

حضرت کو پکڑ کے اس شتی پاس لے جائیں یا قتل کریں، اس وجہ سے احرام حج کو حضرت نے عمرہ سے بدل دیا، اور اعمال عمرہ بجالا کے جب فارغ ہوئے اس وقت متوجہ عراق ہوئے اور چند حدیث معتبر میں امام جعفر صادق سے منقول ہے چوں کہ حضرات جانتے تھے کہ اعمال و مناسک حج بجالانے کی وہ اشقیاء اجازت نہ دیں گے، اس وجہ سے احرام عمرہ منفردہ باندھا اور اعمال عمرہ کے تمام کر کے ساتویں ذوالحجہ کو مکہ سے چل دیئے اور اسی روز حضرت مسلم شہید ہوئے اور روایت کی ہے کہ جب سیدنا نے قصد توجہ عراق کیا ایک خطبہ ادا فرمایا اور بعد از حمد و ثنائے الہی درود جناب رسول خدا و اہل بیت اطہار ارشاد فرمایا کہ جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا اور پناہ قوت نہیں ہے مگر خدا سے بدرستیکہ موت کو مثل طوق جمیع فرزند ان آدم کے کردنوں پر لازم کر دیا ہے اور کس قدر خواہان و مشتاق لقائے اسلاف ہوئے ہیں منانداشتیاق یعقوب، یوسف اور خداوند عالم نے میرے ذن کے لیے ایک بقعہ شریف اختیار کیا ہے کہ میں جلد اس جگہ پہنچوں گا اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد میرے اعضا صحرائے کربلا میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور جو روز اس امر کے لیے مقعد ہوا ہے اس روز سے چارہ نہیں ہے اور ہم اہل بیت بہ قضائے الہی راضی ہیں اور اس کی بلا پر صابر رہتے ہیں کہ ہم کو اسکے عوض بہترین جزائے صابراں عطا فرمائے اور بہت جلد وہ اعضائے پارہ پارہ خطیرہ قدس میں جناب رسول خدا کے پاس جمع ہوں گے اور خداوند عالم ان کی آنکھیں روشن کرے گا اور اپنے وعدوں کی تعمیل کرے گا جس کسی کو آرزوئے شہادت ہو اور میری نصرت میں جان دے کے بہ سعادت ابدی فائز ہونا منظور ہو وہ میرے ہمراہ رہے کہ کل کے روز میں ان شاء اللہ روانہ ہوں گا۔ ایضاً

زرہ بن صالح سے روایت کی ہے کہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانگی سفر عراق سے تین روز پہلے پہنچا اور عرض کیا مروم کوفہ کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بنی امیہ کی جانب ہیں، پس امام حسین نے بہ جانب آسمان اشارہ کیا نگاہ میں نے دیکھا، دروازے آسمان کے کھل گئے اور اس قدر افواج ملائکہ آسمان سے نیچے آئیں کہ ان کی تعداد بغیر خدا کے دوسرا نہیں جانتا، امام حسین نے فرمایا اگر آرزوئے شہادت و شوق ملاقات حضرت رسالت و رضا بقضائے جناب احدیت کا ارادہ نہ ہوتا تو بے شک ہمراہ ان لشکروں کے اعداد و کفار سے جہاد کرنا اور لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اور میرے اہل بیت و اصحاب وہاں شہید ہوں گے اور میرے فرزندوں میں سے سوائے زین العابدین کے اور کوئی نہ بچے گا، ایضاً، بسند معتبر جناب صادق سے روایت کی ہے کہ جس رات کو امام حسین نے عزم کیا کہ صبح کو متوجہ

کوفہ ہوں، محمد بن حنفیہ خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اسے برادر جو کچھ اہل کوفہ نے مکر و عذر آپ کے پدر و برادر کے ساتھ کیا آپ جانتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ سے بھی ویسا ہی سلوک نہ کریں اگر آپ مکہ میں اقامت فرمائیں، عزیز و مکرم رہے گا اور کوئی مکہ میں آپ کا معترض نہ ہو سکے گا حضرت نے فرمایا میں ڈرتا ہوں، یزید مکہ میں مجھے شہید کرے مجھے منظور نہیں کہ حرمت کعبہ کی میری وجہ سے ضائع ہو جائے محمد بن حنفیہ نے عرض کی، اچھا آپ یمن کی طرف یا جنگل میں تشریف لے جائیے کہ آپ پر کوئی ظفریاب نہ ہو سکے، سیدنا امام حسین نے جواب دیا اس مقدمہ میں فکر کروں گا جب صبح ہوئی حضرت نے حکم دیا اونٹوں پر اسباب بار کریں جب یہ خبر محمد بن حنفیہ کو پہنچی چتہ بانہ آئے اور مہار ناقہ برادر بزرگوار سے لپٹ گئے اور کہا اے برادر آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس مقدمہ میں فکر کروں گا، اس قدر کیوں جلدی آپ متوجہ سفر ہو گئے، حضرت نے فرمایا جب تم کل چلے گئے جناب رسول خدا خواب میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا، اے حسین سفر کرو کہ خدا چاہتا ہے کہ تم کو اپنی راہ میں کشتہ دیکھے محمد بن حنفیہ نے کہا: انا لله و انا الیہ راجعون، جب کہ آپ اس قصد سے جاتے ہیں، عورتوں کو اپنے ہمراہ کیوں لے جاتے ہیں، امام حسین نے فرمایا: خدا کو منظور ہے کہ انہیں اسیر دیکھے، پس محمد بن حنفیہ بادل بریاں خدمت حسین میں حاضر ہوئے اور میں مخالفت جناب رسول خدا نہ کروں گا، پس ابن عباس روتے ہوئے اور فریاد و فغاں کرتے ہوئے رخصت ہوئے، احادیث معتبرہ میں امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جب امام حسین بارادہ سفر عراق مکہ سے باہر تشریف لیے جاتے تھے عبداللہ بن زبیر استقبال امام حسین کو آیا اور بظاہر اس سفر سے منع کرتے تھے، حضرت نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے حرمت حرم و کعبہ برطرف ہو جائے جس قدر میں حرم سے دور جا کر قتل ہوں، اسی قدر زیادہ خوشی ہے اور اگر نہر فرات کے کنارے دفن ہوں اس سے بہتر ہے کہ نزدیک کعبہ دفن ہوں، حضرت نے باعجاز عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر دی کہ وہ مکہ میں مارا جائے گا اور ہتک حرمت کعبہ اسکی وجہ سے ہوگا، مگر وہ نہ سمجھتا تھا یا تجاہل کرتا تھا، آخر جو حضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ حجاج نے کعبہ کو اس کے سامنے خراب کیا،

امام محمد باقر سے منقول ہے کہ جب سید الشہد امکہ سے متوجہ عراق ہوئے ایک نامہ محمد بن حنفیہ و جمیع بنی ہاشم کو لکھا ہو تو مکہ جسے آرزوئے شہادت ہو میرے ہمراہ آئے اور جو شخص میرے ہمراہ نہ آئے گا، فتح و فیروزی نہ پائے گا۔

والسلام

امام زین العابدین سے منقول ہے جب امام حسین متوجہ سفر عراق ہوئے، عبداللہ بن عمر سوار ہوئے، بہ سرعت تمام سید الشہداء پاس آیا اور پوچھا: یا ابن رسول اللہ! آپ کہاں جاتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: بہ جانب عراق جاتا ہوں۔ ابن عمر نے کہا: نہ جائیے، بلکہ اپنے جد بزرگ وار کے حرم میں تشریف واپس لے جائے ہر چند وہ مبالغہ کرتا تھا، سیدنا قبول نہ فرماتے تھے، پس ابن عمر نے کہا، یا حضرت ایک موضع جسم اطہر اپنا جسے رسول خدا چومتے تھے مجھے دکھا دیجئے، پس حضرت نے موضع ناف مبارک دکھایا اور اپنے تین مرتبہ اس موضع مبارک کا بوسہ لیا، اور باگریہ وزاری کہا میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ اس سفر میں قتل ہوں گے اور بہ روایت دیگر حضرت نے فرمایا مگر تو نہیں جانتا کہ جو بقدری دنیا کی جو خدا کے نزدیک ہے حضرت یحییٰ بن زکریا کا سر مبارک واسطے ایک زن زنا کار کے زنان بنی اسرائیل سے ہدیہ بھیجا مگر تو نہیں جانتا کہ طلوع آفتاب سے تا غروب آفتاب ستر پینمبر شہید کئے اور اپنے بازاروں میں اسی طرح مشغول خرید و فروخت تھے کہ گویا کچھ نہیں کیا ہے، اور خدا نے ان پر عذاب نازل کرنے میں تعجیل نہ کی بعد اس کے ان کو دنیا و عقبیٰ میں بہ شدائد عقوبات مبتلا کیا، پس اے پسر عمر! خدا سے ڈر اور میری ترک نصرت نہ کر، شیخ مفید وغیرہ نے فرزوق شاعر سے روایت کی ہے اس نے کہا میں ۶۰ھ میں اپنی ماں کو حج کے لیے لے گیا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ امام حسین مع اسلحہ جنگ مکہ سے باہر تشریف لیے جاتے ہیں جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین ہیں ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حق تعالیٰ آپ کے مقاصد بر لائے میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں آپ نے جلدی کیوں کی کہ قبل ادائے مناسک حج مکہ سے باہر تشریف لائے، امام حسین نے فرمایا: اگر جلدی نہ کرتا منافقین مجھے پکڑ لیتے، پس حضرت نے احوال اہل عراق ان سے دریافت کئے، میں نے عرض کیا: ان کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بجانب نبی امیہ ہیں اور جو خدا چاہتا ہے کرتا ہے قضائے خدا سے چارہ نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا، سچ کہتا ہے تمام امور خلاق قبضہ قدرت خداوند عالم میں ہیں اور ہر روز ہر ساعت امور خلاق میں خدا کی تدبیر و تقدیر ہے اگر قضائے خدا نازل ہو اسی طرح مجھے منظور ہے پس میں خدا کی اس کی نعمتوں پر حمد کرونگا، اور اس سے نصرت و یاری طلب کرونگا اور اس کے لشکر پر توفیق چاہوں گا اور اگر قضائے الہی خلاف امید جاری ہو جس کی نیت حق ہے اور سیرت اس کی پرہیزگاری پر ثابت ہے وہ بلا ہائے دنیا سے کچھ پروا نہیں رکھتا میں نے عرض کیا آپ حق فرماتے ہیں خدا آپ کو آپ کے مطلب تک پہنچائے اور جس امر سے آپ پرہیز کرتے ہیں اس سے باز رکھے پس چند مسائل

حج حضرت سے میں نے دریافت کئے اور سیدنا امام حسین کو الوداع کر کے روانہ ہوا پس عمرو بن سعید بن العاص نے اپنے برادر یحییٰ کو بھیجا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو سفر کرنے سے منع کرے جب وہ حضرت کی خدمت میں پہنچا حضرت نے قبول نہ کیا اور ان سب کو حضرت نے نزاع سے مخالفت فرمائی اور قبل اس کے کہ جدال و قتال کی نوبت پہنچے وہ سب سے باز رہے۔

مقام تنعمیم:

پس امام حسین مکہ سے روانہ ہوئے جب مقام تنعمیم پہنچے ایک قافلہ یمن آتا تھا اور ہدایا حاکم یمن نے یزید کو بھیجے تھے امام حسین نے ان کے بار برداروں کو کہہ دوں گا اور احسان نے اس کے ساتھ کروں گا اور جسے منظور نہ ہو اس پر جبر بھی نہ کروں گا، بعضوں نے اونٹ اصحاب آنحضرت کو بکرایہ دیئے اور بعض نے مفارقت اختیار کی بہ روایت شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ جب خبر روانگی آنحضرت بجانب عراق عبداللہ پسر جعفر طیار چچا زاد بھائی کو پہنچی اپنے دونوں بیٹوں عون و محمد کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور ایک عریضہ لکھا اور بہت التماس کی کہ اس سفر میں تعجیل نہ کریں اور لکھا کہ اب پشت و پناہ مومنان شیعان پیشوا و مقتدائے ہدایت یافتگان آپ ہی آپ ہی ہیں، اور جب بھی آپ ہم سے چلے جائیں گے اس وقت اہل بیت آپ کے ہلاک ہو جائیں گے، اپنے بیٹوں کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور خود بھی عقب سے آتا ہوں جب حضرت عبداللہ اپنے بیٹوں کو روانہ کر چکے، عمرو بن سعید حاکم مدینہ پاس چلے گئے، اور اس سے کہا ایک خط امام حسین کے نام اپنی طرف سے تم لکھ دو اور اپنی امان دے کے التماس معاونت کرو عمرو نے ایک خط امام حسین کی خدمت میں لکھا اور اپنے برادر یحییٰ کے ہمراہ روانہ کیا اور عبداللہ بھی ہمراہ یحییٰ ہوئے جب امام حسین کی خدمت میں پہنچے، ہر چند مبالغہ مراجعت امام حسین میں کیا کچھ مفید نہ ہوا، حضرت نے فرمایا میں نے خواب میں رسول خدا کو دیکھا ہے تو حضرت نے مجھے حکم دیا ہے میں ان کے فرمان سے درگزر نہیں کر سکتا، پوچھا آپ نے کیا خواب دیکھا ہے حضرت نے فرمایا میں بیان نہ کروں گا، اس کا اثر بہت جلد خود ہی ظاہر ہو جائے گا جب حضرت عبداللہ معاودت امام حسین سے ناامید ہوئے، اپنے فرزندوں کو ہمراہ کر دیا، خود بادیدہ اشک بار و فگار واپس گئے۔

مقام ثعلبیہ:

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت امام مقام ثعلبیہ میں پہنچے، بشر بن غالب نے آکر کہا: یا

ابن رسول! مجھ سے تفسیر اس آیت کی بیان کیجیے: یوم ندعو کل اناس بامامہم، یعنی جس روز ہم نے ہر جماعت مردم کو ان کے امام کے نشان ساتھ بلائیں گے۔

امام حسین نے جواب دیا: ایک امام وہ ہے کہ اس نے لوگوں کو ہدایت کی اور انہوں نے اس کی ہدایت قبول کی اور ایک امام وہ جس نے لوگوں کو حالب ضلالت دعوت دی انہوں نے اس کی متابعت کی ہر جماعت کو اس کے امام و پیشوا کے ہمراہ طلب کریں گے، مطعیان ہدایت یافتہ کو بہ جانب بہشت اور گم راہوں کو بہ جانب جہنم لے جائیں گے، جس طرح خدا نے فرمایا ہے: فریق فی الجنة و فریق فی السعیر۔ یعنی ایک گروہ آتش فروختہ جہنم میں ہے۔ اور بروایت دیگر امام حسین نے بشر سے احوال اہل کوفہ دریافت کیا، بشر نے بھی مثل ان لوگوں کے بیان کیا کہ ان کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بہ جانب بنی امیہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: یفعل اللہ ما یشاء یحکم ما یرید۔ کلینی نے بہ سند معتبر روایت کی ہے جب امام حسین منزل ثعلبیہ پر پہنچے ایک شخص حضرت امام حسین کی خدمت میں آیا اور سلام کیا، حضرت نے فرمایا کہاں رہتے ہو، اس نے کہا کوفہ میں رہتا ہوں، حضرت نے فرمایا اگر مدینہ میں آتے تو میں تم کو اپنے مکان میں اثر و نشان جبرئیل کے دکھاتا کہ کس طرف سے وہ ہمارے گھر میں داخل ہوتے تھے اور کیوں کر ہمارے جد کو وحی پہنچاتے تھے، آیا چشمہ آب حیوان علم و عرفان ہمارے گھر ہے یا اور کسی کے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ علوم الہی کو جانیں اور ہم جانیں۔

مقام غدیب:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سید الشہداء علیہم السلام کنارے چشمہ غدیب پہنچے وہاں قیام کیا اور قیلوہ فرما کے خواب سے گریاں بیدار ہوئے، پس حضرت علی اکبر نے پوچھا آپ کا سبب گر یہ کیا ہے حضرت نے فرمایا اے فرزند گرامی یہ ساعت وہ ہے کہ اس ساعت کا خواب دروغ نہیں ہوتا اس وقت میں نے خواب دیکھا کہ ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ تم جلدی کرتے ہو اور موت تمہیں بجانب بہشت لیے جاتی ہے، حضرت علی اکبر نے عرض کی اے پدر بزرگوار کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند گرامی میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی طرف سب کی بازگشت ہے کہ ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر ہیں، حضرت علی اکبر نے عرض کی پھر ہمیں قتل ہو جانے سے کیا ڈر اور خوف ہے پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند گرامی خدا

تجھے جزائے خیر عطا کرے۔

مقام ہیمیہ:

پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مقام غدیب سے کوچ کر کے مقام ہیمیہ میں نزول فرمایا، اور اس منزل میں ایک شخص کوئی جس نے کو ابو ہرہ کہتے تھے سلام کر کے کہا: یا ابن رسول آپ حرم خدا اور اپنے جد رسول خدا کے حرم سے کیوں چلے آئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ نبی امیہ نے میرا مال لے لیا میں نے صبر کیا، میری ہتک حرمت و آبرو کی اس پر بھی میں نے صبر کیا جب انہوں نے چاہا مجھے قتل کریں اس وقت میں نے ترک وطن کیا۔

(جلاء العیون اردو صفحہ 205 تا 210)

محمد بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ جب ولید حاکم مدینہ نے سنا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ متوجہ عراق ہوئے ایک خط ابن زیاد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ متوجہ عراق ہوئے ہیں اور وہ فرزند فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا معترض نہ ہونا اور کچھ صدمہ انہیں نہ پہنچانا کہ جب تک دنیا باقی ہے دوست دشمن تجھ پر لعنت کریں گے، جب یہ خط ابن زیاد پاس پہنچا، مطلق تا شیر اس بے پیر کو نہ ہوئی۔

بنی امیہ نے میری منزلت گھٹائی، میں نے صبر سے کام لیا، میرا مال لے لیا اس پر بھی میں نے صبر کیا، مگر اب میری جان کے پیچھے پڑ گئے تو میں جان بچانے کی خاطر نکل کھڑا ہوا۔ (کشف الحقائق صفحہ 177)

ان بنی امیہ قد افندو مالی فصبرت و شمو عرضی فصبرت فطلبو دمی فہربت۔

(خلاصۃ المصاب صفحہ 56)

ترجمہ: اے شخص! بنی امیہ نے ہمارا مال غصب کیا ہم نے صبر کیا حتیٰ کہ بے حرمتی ہماری کی ہم نے صبر کیا اب چاہا ظالموں میں حرم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجھے قتل کریں اب میں آوارہ وطن ہوا ہوں۔

واقدی، ابو معشر اور المدائنی کے قول کے مطابق اس سال سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان کو فتح کیا اور آپ طبرستان سے جنگ کرنے والے پہلے شخص ہیں اور سیف کا خیال ہے کہ انہوں نے سیدنا سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ سے پہلے اس شرط پر مصالحت کر لی تھی کہ انہوں نے جو مال خرچ کیا ہے وہ اس پر اس سے جنگ نہیں کریں گے۔
واللہ اعلم

اور المدائنی نے بیان کیا ہے کہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ایک فوج کے ساتھ، جس میں سیدنا حسن، سیدنا حسین

ؓ چاروں عبادلہ اور سیدنا خذیفہ بن الیمان ؓ اور بہت سے صحابہ شامل تھے، روانہ ہوئے اور مختلف شہروں سے بہت سے اموال پر مصالحت کرتے گزرے، حتیٰ کہ متعلقہ شہر میں پہنچ گئے، انہوں نے آپ سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کو نماز خوف کی ضرورت ہوئی، سیدنا سعید ؓ نے سیدنا خذیفہ ؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف کیسے پڑھی؟ سو انہوں نے ان کو بتایا تو انہوں نے ان کے بتانے کے مطابق نماز پڑھی، پھر اس قلعے کے باشندوں نے آپ سے امان طلب کی تو آپ نے ان کو اس شرط پر امان دی کہ آپ ان میں سے صرف ایک شخص کو قتل نہیں کریں گے، پس انہوں نے قلعے کو فتح کر لیا اور ایک شخص کے سوا، سب کو قتل کر دیا اور قلعے میں جو کچھ تھا اس پر قبضہ کر لیا اور بنی نہد کے ایک آدمی کو ایک مقفل ٹوکری ملی تو اس نے سیدنا سعید ؓ کو اس کے پاس بلایا، انہوں نے اسے کھولا تو دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک لپٹا ہوا سیاہ چیتھڑا پڑا ہوا ہے انہوں نے اسے کھولا تو اس کے اندر ایک زرد چیتھڑا دیکھا جس میں سرخ و سیاہ اور سرخ سوئیاں تھیں، شاعر نے ان دونوں سے بنی نہد کو ہجو کرتے ہوئے کہا:

شرفاء قیدیوں کو غنیمت میں حاصل کر کے واپس لوٹے اور بنو نہد ٹوکری میں دو سوئیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے وہ سرخ سیاہ اور سرخ سوئیاں تھیں، جنہیں انہوں نے غنیمت خیال کیا، پس تیرے لیے یہ غلطی ہی کافی ہے۔

سیدنا مسلم بن عقیل ؓ کی کوفہ آمد

جب یہ خبر یزید خبیث کو پہنچی تو اس نے گورنر کوفہ سیدنا نعمان بن بشیر ؓ کو معزول کر کے اس کی جگہ عبد اللہ بن زیاد کو گورنر کوفہ بنا کر بھیجا اور ابن زیاد کو لکھا جب تو کوفہ آئے سیدنا مسلم بن عقیل ؓ کو طلب کرنا اگر تو ان پر قابو پائے انہیں قتل کر دینا یا انہیں کوفہ جلا وطن کر دینا ابن زیاد کے وقت سیاہ عمامہ باندھے کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں کے اشراف کی جس جماعت کے پاس سے گزرتا انہیں السلام علیکم کہتا وہ سلام کا جواب دیتے اور ساتھ ہی مرحبا مرحبا اے پسر رسول اللہ ﷺ کہتے۔ ان کا گمان تھا یہ سیدنا امام حسین ؓ ہیں کیوں کہ آپ کی آمد کے سخت منتظر تھے اور وہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سیدنا امام حسین ؓ ان کے پاس جلد تشریف لانے والے ہیں کوفیوں کا ابن زیاد کے پاس کافی اجتماع ہو گیا اس کے ساتھیوں میں سے انہیں کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، بھیڑ مت کرو یہ امیر عبد اللہ بن زیاد ہے جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو ان کو شدید رنج و غم چھا گیا عبد اللہ بن زیاد کوفہ کے قیصر عمارت میں اتر پڑا اور لوگ یہ سن کر وہاں سے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے اس کے بعد اس نے سیدنا مسلم بن عقیل ؓ کی تلاش شروع کر دی سیدنا مسلم بن عقیل ؓ نے یہ سن کر

اپنی رہائش تبدیل کر کے اپنے آپ کو چھپا لیا مگر ابن زیاد نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا بہت جلد پتہ لگا لیا مگر حالات کی نزاکت کے باعث ان پر ہاتھ نہ ڈالنے میں جلد بازی نہ کی معلوم ہوتا ہے کہ وہ یعنی ابن زیاد کو فہ والوں کو لڑ کر زیر نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اپنی حکمت عملی سے کام لے کر اہل کوفہ پر اعزاز و اکرام اور عام احسانات کرنا چاہتا تھا اور اہل کوفہ بھی جو کچھ کر رہے تھے خفیہ اور پوشیدہ ہی کر رہے تھے اعلانیہ ابھی کوئی کشمکش شروع نہیں ہوئی تھی چنانچہ جس شخص کے مکان میں سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چھپے ہوئے تھے ابن زیاد نے پتہ چل جانے کے باوجود ان سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ ایک معزز سردار شریک بن آور جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہی کے پاس آ کر بیمار پڑ گیا ابن زیاد اس کی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے آیا کتابوں میں لکھا ہے صاحب خانہ اور شریک بن آور نے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ چھپ کر بیٹھ جائیں جب ابن زیاد آئے تو اسے قتل کر دیں اگرچہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا ابن زیاد کے غلام کو ان کے اشاروں کناروں سے شبہ ہو گیا وہ ابن زیاد کو اٹھا کر جلد باہر لے گئے اس نے ابن زیاد سے کہا آپ کو معلوم نہیں میں محسوس کر چکا ہوں آپ کے قتل کی سازش تھی اس بات نے ابن زیاد کو غضب ناک کر دیا اور اس کا غصہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ میزبان سیدنا ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ اس سے ملنے کے لیے گئے کیوں کہ ابن زیاد نے ان کو بلا بھیجا تھا تو ابن زیاد نے نہایت سختی سے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں باز پرس کی انہوں نے انکار کرنا چاہا مگر بات چل نہ سکی کیوں کہ ابن زیاد کے پاس موقع گواہ موجود تھا جس نے مسلم بن عقیل کو ہانی کے گھر ٹھہرتے ہوئے دیکھا تھا ہانی بن عروہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ میرے مکان میں رہائش پذیر ہیں ابن زیاد نے کہا تو اسے فوراً میرے سامنے حاضر کرو، اس پر دونوں طرف سے تکرار ہوئی قصہ مختصر یہ کہ ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بری طرح مارا پینا اور کمرہ میں بند کر دیا۔

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی یورش اور شیعان کوفہ کی غداری

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ہانی بن عروہ کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کی جب خبر ہوئی تو انہوں نے قلعہ اور دارالامارت کا دھاوا بولنے اور حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا جہاں ابن زیاد تھا سیدنا ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ بھی بہ حالت مجروح اس جگہ مقید تھے سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنے حامیوں کو جمع کرنے کے لیے با آواز بلند پکارا آپ کی پکار کو سن کر چار ہزار نوجوان جمع ہو گئے اور فوجی تربیت کے بعد قلعہ کی طرف مارچ کر دیا گیا۔ یہ مجمع نعرے مارتا ہوا جب گورنر ہاؤس

پہنچا تو ابن زیاد بہت سٹ پٹایا کیوں کہ اس کے مقابلہ کے لیے کوئی فورس نہیں تھی بڑی مشکل سے سو دو سو آدمی اس کے پاس موجود تھے جن کو اس نے یرغمال بنایا ہوا تھا اس نے پوچھا کسی تدبیر سے اس مجمع میں انتشار پیدا کیا جائے اس نے یہ تدبیر کی کہ جو لوگ اس کے پاس موجود تھے کیوں کہ وہ کوفہ کے سردار تھے جن کو آج کل کی زبان میں چوہدری کہتے ہیں اس نے ان سرداروں کو اس طرح استعمال کیا انہیں کہا تم مکان کی چھت پر جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو سمجھا کر واپس کر دو ورنہ تمہاری گردن اڑادی جائے گی چناں چہ ان سرداروں نے ایسا ہی کیا اور یہ بھی کہا کہ اے لوگو ہم پر رحم کرو اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ ورنہ ابن زیاد ہم کو قتل کر دے گا اہل کوفہ نے جب اپنے اپنے سرداروں کی تقاریر سنی کہ وہ سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے حتیٰ کہ رات کی تاریکی اور اندھیرا تھا اور سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اکیلے اور تنہا رہ گئے کوئی واپسی کے لیے راستہ تک بتانے والا نہ تھا، گھومتے پھرتے ایک مکان کے دروازے پر جا پہنچے وہاں ایک عورت نظر آئی سوال جواب کے بعد اس نے آپ کے ساتھ ہم دردی کی جب اس نے آپ کا نام سنا وہ اپنے گھر میں لے گئی اس طرح آپ کو رات کے وقت کچھ دیر کے لیے پناہ مل گئی جب اس کے لڑکے کو خبر ہوئی تو اس خبیث نے صبح کے وقت آپ کی مخبری کر دی۔ حالاں کہ یہ لڑکا بھی ان ہی لوگوں میں سے تھا جنہوں نے کل قلعہ پر حملہ کیا تھا چناں چہ اس مکان پر ابن زیاد نے آپ کو گرفتار کرنے کے لیے پچاس سپاہی بھیجے جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہرگز ہرگز گرفتار نہیں ہوں گا چناں چہ جو سپاہی بھی دروازہ سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا آپ اس پر حملہ کر دیتے کافی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا لیکن ایک آدمی کب تک پچاس ساٹھ آدمیوں کا مقابلہ کرتا اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو چکے تھے مگر پھر بھی اپنا ارادہ نہ بدلا سرکاری فوجی بھی آپ رضی اللہ عنہ کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو امان دیتے ہیں چوں کہ آپ بھی شدید زخمی ہو چکے تھے اس لیے ہاتھ روک لیا پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا گرفتار کرنے والے دستہ کے سردار محمد بن اسعش نے حسب وعدہ اس سے کہا ہم ان کو امان دے کر لائے ہیں مگر ابن زیاد نے اس سے انکار کر دیا اس بد بخت ابن زیاد نے آپ رضی اللہ عنہ کو نازیبا کلمات کہے جب آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا اس بد بخت پر خون سوار تھا اور یہ مجھے ہر صورت قتل کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اجازت دے کہ میں کسی کو وصیت کر سکوں جو کہ وہ میری وصیتوں کی تعمیل کرے ابن زیاد نے اس کو اجازت دے دی، سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس قرابت کی وجہ سے جو میرے اور تیرے درمیان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے میری وصیت قبول کر اس نے ابن زیاد کے خوف سے آپ کی یہ بات ماننے سے انکار کیا ابن زیاد نے کہا عمر بن سعد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بات سن اور وصیت کو قبول کر کیوں کہ اس وقت ان تمام لوگوں میں تو ہی اس کا حق دار اور قریبی ہے اس کے بعد اس نے سیدنا مسلم بن عقیل کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تین وصیتیں

میری وصیتوں میں پہلی وصیت یہ ہے اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں تجھ پر لازم ہے قتل کے بعد میری تلوار اور زر فروخت کر کے میرا قرض اتار دینا، دوسری وصیت یہ ہے کہ میں سیدنا امام حسین کو یہاں آنے کی دعوت دے چکا ہوں جس قدر جلد ہو سکے کسی شخص کو روانہ کر کے اس کی اطلاع دے دینا کہ کوئیوں نے بے وفائی کی ہے اور مجھے اور ہانی اور عبداللہ یقطر جس کو آپ نے بطور قاصد بھیجا تھا ان سب کو قتل کر دیا خدا را آپ ہرگز ہرگز کو فہ تشریف نہ لانا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے قتل ہونے کے بعد میری لاش کو دفن کر دینا اس کے بعد زیاد کے حکم سے آپ کو بہت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

بنی ہاشم اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کا آپ کا ساتھ دینے سے انکار

انتہائی تعجب کی بات ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ آپ کے بھائیوں میں سے سوائے چار پانچ کے کسی نے بھی نہیں دیا اور آپ کے موقف کی بنی ہاشم میں سے کسی نے تائید نہ کی باوجود کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے تمام بھائیوں اور بنی ہاشم کو آپ کے ساتھ چلنے کی دعوت دی حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بہادر فرزند محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ جو کہ آپ کی اولاد پاک میں سیدنا امام حسین اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے افضل جانے جاتے تھے۔

كان محمد ابن الحنفية احد رجال الدهر في العلم و الزهد و العبادة و الشجاعة و هو افضل ولد علي بن ابي طالب ع بعد الحسن و الحسين۔

(عمدة الطالب في انساب آل ابي طالب صفحہ 352)

علاوہ ازیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کی بہادری کے واقعات مشہور ہیں آپ سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہی جنگوں میں بھیجتے رہے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں بھیجتے اور کسی لڑائی میں ان کو عملی طور شامل نہیں کیا سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما،

سیدنا علیؑ کی آنکھیں ہیں اور میں ان کا ہاتھ ہوں کہ انسان بوقت مشکل اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سیدنا امام حسینؑ نے جب لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور آپ کے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں خود سیدنا امام حسینؑ سے عدم خروج کی درخواست کر چکا ہوں اور میں اچھی طرح سمجھتا ہوں آپ کا سفر عراق خطرہ سے خالی نہیں کہ میں خود کیسے جاسکتا ہوں جب کہ میں اس کو درست نہیں سمجھتا ان لوگوں نے جو سیدنا امام حسینؑ کا پیغام لے کر آئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں آپؑ نکلیں سیدنا امام حسینؑ کو اور ان کے ساتھیوں کو ہم آپ کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ان حالات میں لڑائی اور جنگ کو مناسب نہیں سمجھتا نہ میں اپنے لیے اور نہ ہی کسی کے لیے لڑنا چاہتا ہوں یاد رہے! اس وقت خاندان بنی ہاشم کے علاوہ صرف سیدنا علیؑ کے پندرہ سولہ صاحب زادے موجود تھے اور ان میں ایک بھی بزدل نہ تھا مگر افسوس ہے کہ ان میں سوائے پانچ اور چھ کے اور بقول ملا باقر مجلسی نو کے علاوہ کسی نے آپ کا ساتھ نہ دیا اس سے بھی زیادہ تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد جب مدینہ طیبہ کے قریب واقعہ حرا پیش آیا اس وقت بھی بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی ان لوگوں کی حمایت نہیں کی جو لوگ سیدنا امام حسینؑ پر یزیدی ظلم و ستم سن کر ٹپ گئے اور یزید اور انکی حکومت کے خلاف اعلان جہاد کر دیا جب کہ ان کا اولین فرض تھا کہ خود پیش پیش ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے مگر ایسا نہ ہوا۔

سیدنا امام حسینؑ کی عراق کی طرف روانگی اور آپ کے خاندان کے اہم افراد اور

اصحاب رسول کی آپ کو روکنے کی کوشش

سیدنا امام حسینؑ کو سیدنا مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر

سیدنا امام حسینؑ کو سیدنا مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی خبر ملی سیدنا امام حسینؑ برابر بڑھتے چلے گئے یہاں تک مقام ثعلبہ میں پہنچ گئے یہاں پہنچ کر کوفہ سے آنے والے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی ان سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ سیدنا مسلمؑ شہید ہو گئے یہ پہلا موقع تھا کہ سیدنا امام حسینؑ نے اپنی رائے پر نظر ثانی کا مشورہ دیا اور طے پایا واپس چلے جانا چاہیے کیوں کہ آپ کو کوفہ والوں پر اعتماد کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی آگے بڑھنا محض اپنے آپ

کو ہلاکت میں ڈالنا ہے مگر سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ کے بیٹے بھتیجے اور بھائی واپسی پر راضی نہ ہوئے کیوں کہ انہوں نے اس بات پر اصرار اور ضد کی کہ جب تک ہم اپنے باپ بھائی اور چچا کا بدلہ نہیں لیں گے واپس نہیں جائیں گے انہوں نے کہا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو واپس جانا ہو تو چلا جائے ہم تو آگے ہی جائیں گے، ان کے اس رویہ نے معاملہ کو پیچیدہ کر دیا اور نہ کیا بعید تھا کہ تاریخ میں واقعہ کربلا کا وجود ہی نہ ہوتا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان نوجوانوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے تھے کیوں کہ وہ آپ کی مدد کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور یہ کہ ان کا باپ بھائی اور چچا سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آپ ہی کے کام میں شہید کر دیئے گئے ہوں چناں چہ سفر جاری رکھنے کا فیصلہ بحال کرنا پڑا اور کچھ دیر تذبذب کے بعد پھر سے اپنی راہ میں یہ قافلہ گامزن اور رواں دواں ہو گیا اور یاد رہے کہ کوئی جو آپ کے ساتھ مل رہے تھے انہوں نے کہا حضور آپ آپ ہیں اور مسلم۔ آپ کے کوفہ پہنچنے پر حالات آپ کے حق میں بہت بہتر ہو جائیں کوئی یہ نہ کہے کہ کوئی لوگ کیسے آگئے۔ مستند اور معتبر کتب تواریخ میں موجود کم و بیش ساٹھ اہل کوفہ جو کوفیوں کے خطوط لے کر مکہ معظمہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئے تھے آپ کے ساتھ چل رہے تھے بلکہ ان لوگوں نے سیدنا امام حسین کو کوفہ جانے پر ابھارا جس طرح کے اس سے قبل عراقی لوگ سیدنا امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی چرب زبانی سے مدینہ طیبہ سے عراق لے آئے تھے تاریخ گواہ ہے کہ بہت سے عظیم بزرگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہی آیا ہے چناں چہ آپ کا سفر جاری رہا۔

اس جگہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

چناں چہ جلاء العیون صفحہ 421 پر آپ کا یہ خطبہ

خبر بمارسید کہ مسلم بن عقیل وہابی و عبد اللہ یقطر را شہید کردند شیعیان مادست از یاری ما برداشتہ اند ہر کہ خواہد از ما جدا شود برا و حریفی نیست۔

ترجمہ: پس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ یقطر کو شہید کر دیا گیا اور ہمارے شیعوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا پس جو کوئی چاہے چلا جائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

بعینہ ہی عبارت منتهی الآمال کے صفحہ 238 پر موجود ہے۔ علاوہ ازیں شیعوں کی کثیر کتابوں میں موجود ہے۔

(تاریخ التواریخ ذکر سید الشہداء جلد ششم جز دوم صفحہ 148)

اما بعد فانہ فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ و عبد اللہ بن یقطر و قد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الا نصراف فلینصرف فی غیر حرج و لیس علیہ زمام۔ (الارشاد شیخ مفید جلد دوم صفحہ 77)

چنانچہ آپ کا یہ خطاب سن کر بہت سے لوگ وہیں سے واپس ہو گئے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے باقی ماندہ ساتھیوں کے ساتھ منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے، یہاں تک کہ مقام شراف سے آگے بڑھ کر ایک لشکر نظر آیا جسے دیکھ کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہاں کوئی ایسی جگہ قریب ہے جہاں ہم پشت سے محفوظ ہو جائیں اور مقابلہ سامنے سے ہو؟ ایک ساتھی جو واقف کار تھے انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں، رکوہ ذی جسم اس مقصد کے لیے بہت موزوں ہیں۔ چنانچہ تیزی سے بڑھ کر اپنے اس مقام پر قبضہ کر لیا، بعد میں حرب بن یزید اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا اور آپ کے بالکل محاذ اور برابر میں پڑاؤ ڈال دیا، حر کے ساتھ ایک ہزار پر مشتمل لشکر تھا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حر اور ان کے ساتھی اور گھوڑے سخت پیاسے تھے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء نے آپ کے حکم سے ان کو پانی پلایا۔

لشکر حر سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطاب

اس لشکر کو دیکھنے کے بعد کوفیوں کی غداری میں کوئی شبہہ باقی نہ رہا کیوں کہ لشکر حر میں بہت سے وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے جب آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کے مقابلے میں دشمن کے کیمپ میں موجود ہیں تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور تقریر کی جس میں ان میں ان کے وعدے اور خطوط یاد دلانے اور فرمایا اور اگر تم اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہے تو مجھے واپس جانے دیا جائے لیکن ظاہر ہے وہ کیا جواب دیتے، اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ لشکر میں اذان ہوئی تو آپ نے حرب بن یزید سے دریافت کیا کہ کیا تم نماز الگ پڑھو گے یا ہمارے ساتھ تو حر نے کہا کہ حضور آپ جماعت کروائیں میں اور میرا لشکر آپ کی امامت میں نماز ادا کریں گے چنانچہ تمام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی پھر نماز عصر بھی اس طرح ادا کی گئی نماز عصر کے بعد آپ نے پھر تقریر فرمائی اور انہیں باتوں کا اعادہ کیا جو آپ پہلے فرما چکے نیز آپ نے اپنے حقوق یاد دلانے حر نے کہا کہ اللہ کی قسم کہ ہمیں خطوط کا علم ہے نہ بھیجنے والوں کا پتہ ہے کہ وہ کون ہیں اس پر آپ نے خطوط لکھنے والوں کے نام لے کر انہیں ان کے خطوط اور وعدے یاد کروائے مگر وہ خاموش رہے۔

اس جگہ سے آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا

آپ نے جب یہ حالات دیکھے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ کہ واپس جانا ہے مگر حر کے حکم سے آپ کو روک لیا (جب آپ کے حالات دیکھے کہ مجھے واپس نہیں جانے دیا جاتا تو آپ نے شام کا راستہ اختیار کیا تاکہ یزید کے پاس جا کر خود مسئلہ حل کر لوں)

سلك طريق الشام سائراً نحو يزيد بن معاوية لعلمه عليه السلام بانه على مابه

ارق به من ابن زياد و اصحابه۔ (تلخیص الثانی ابو جعفر طوسی الجزء الرابع صفحہ 185)

آپ کے ساتھیوں نے آپ کو یہ مشورہ دیا ان سے لڑ پڑیں مگر آپ نے منع فرما دیا حر نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ جائے اور نہ ہی حجاز کی طرف اتنے عرصے میں صورتحال سے ابن زیاد کو آگاہ کرتا ممکن ہے کوئی مصالحت کا راستہ نکل آئے اس بات کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے منظور فرمایا، ایسے راستے پر چلنا شروع کیا جو نہ سیدھا کوفہ جاتا تھا نہ کوفہ سے بہت زیادہ ہٹا ہوا تھا چنانچہ چلتے چلتے آپ ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی کا چشمہ تھا یہاں پر اتر پڑے اور ٹھہر گئے آپ نے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے چار آدمی آرہے ہیں جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حمایتیوں میں تھے انہیں دیکھ کر حر نے کہا چوں کہ یہ آپ کے ساتھی نہیں ہیں اس لیے مجھے حق پہنچا کہ میں ان کو آپ کے پاس آنے دوں یا روک لوں مگر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اگر ان کو روکا تو ہماری تمہاری جنگ ہوگی یہ سن کر حر نے کوئی مداخلت نہ کی اور چاروں آدمی آگئے یہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے واقعی حر آپ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اور کاش کہ جو اس کے بعد میں کیا وہ اب کرتا تو شاید واقعہ کربلا کی تاریخ کا نام و نشان نہ ہوتا مگر ہوا وہ جو اللہ کو منظور تھا آپ نے ان سے بھی کوفہ کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے اہل کوفہ کے حالات وہی بیان کئے تھے جو آپ پہلے سن چکے تھے۔ نیز انہوں نے بتایا کہ اس لشکر کے پیچھے ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو رہا ہے جو کہ غالباً آپ کے مقابلے کے لیے آئے گا اور انہوں نے ایک محفوظ مقام کا مشورہ دیا کہ اگر آپ وہاں تشریف لے جائیں تو آپ جنگ سے بچ سکیں گے نیز ہم پوری طرح آپ کی حفاظت بھی کر سکیں گے مگر آپ نے یہ کہہ کر منظور نہ کیا یہ معاہدہ کے خلاف تھا جو میرا حر بن یزید سے ہو چکا اس جگہ سے آپ طلحہ بنی مقابل میں پہنچے تھوڑی دیر آرام فرما کر یہاں سے بھی روانہ ہو کر نینوی کے مقام پر قیام فرمایا اس جگہ حر کے پاس ابن زیاد کا قاصد پہنچا اس نے ابن زیاد کا خط حر کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حوالے کیا جس میں لکھا تھا کہ میرا خط پہنچتے ہی تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کسی ایسی جگہ محاصرہ کر لو جہاں نہ تو کوئی جائے پناہ ہو اور نہ ہی پانی کا چشمہ اور میرا یہ قاصد مسلسل تیری نگرانی کرے گا تو نے میرے حکم کی تعمیل کرنا ہے یا نہیں؟ چنانچہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط سنایا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دو تین مقامات کا ذکر کیا مگر کرنے ابن زیاد کے خوف سے اسی نینویٰ مقام کو پسند کیا یہ حالات دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے پھر مشورہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے جنگ ہو کر رہے گی کیوں نہ ہو کہ ابھی ان کے ساتھی لڑائی کی جائے یوں مقابل فوج کی تعداد ابھی کم ہے اور مزید زیادہ ہونے کا خطرہ ہے مگر چوں کہ کسی طرح بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے آپ نے بھی اس بات کو پسند نہ کیا کہ ہماری طرف سے لڑائی کا آغاز ہو چنانچہ نینویٰ سے بھی آپ نے کوچ کیا۔

کربلا میں ورود اور ابن زیاد کے دوسرے لشکر کی آمد

چنانچہ آپ مقام کربلا میں پہنچے جو دریائے فرات سے کچھ فاصلہ پر واقعہ ہے تو کرنے آپ کو آگے بڑھنے سے روکا اور آپ کو رکنا پڑا اور یہی وہ بدنصیب اور منحوس مقام ہے جس کی زمین اس جنتی نو جوانوں کے سردار کا مقتل ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پہلی یا دوسری محرم 41ھ کو کربلا میں پہنچے تھے اور دوسرے ہی دن ابن زیاد کا دوسرا لشکر جن کی تعداد چار ہزار تھی عمرو بن سعد کی مدد کو پہنچا، اس لشکر کی تعداد کل پانچ ہزار تھی، مگر غیر معیاری غیر معتبر واعظانہ کتابوں میں جو بہت زیادہ بیان کی گئی ہیں یا سنی و شیعہ ذاکر بیان کرتے ہیں وہ سراسر غلط ہیں، اس کا کسی معتبر کتاب میں کوئی ثبوت نہیں۔

عمرو بن سعد کا قابل عبرت کردار

یہ عمرو بن سعد سیدنا سعد بن ابی وقاص کا بیٹا ہے جو اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کا بہت بڑا فاتح جرنیل اور سپہ سالار اعظم تھا سید الانبیاء کا رشتہ میں ماموں اور احد کے دن سید الانبیاء کا اس قدر دشمنوں سے دفاع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اور ایک حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد میرا ماموں ہے اور میرے ماموں جیسا کسی کا ماموں نہیں اگر ہو تو دکھاؤ نیز آپ ان خوش قسمت دس صحابہ رضوان اللہ جمعین میں سے ہیں جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت مژدہ اور خوشی کی خبر دی مگر جب دنیا کی محبت لالچ نے ابن سعد کو اس قدر گمراہ کر دیا دنیا کی محبت میں یہ سب کچھ بھول گئے اس لیے حدیث میں ارشاد ہوا کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سوائے اللہ سب ملعون ہے تاہم جب ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو سیدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھیجنا چاہا تو اولاً عمر بن سعد نے انکار کر دیا ایک طرف سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کا مقام اور مرتبہ اس کے پیش نظر تھا دوسری وجہ اس کی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے خاندانی قرابت بھی ملتی تھی اس لیے اس نے لیت و لعل سے کام لینا چاہا مگر ابن زیاد کے ڈرانے دھمکانے اور کچھ حکومت کا لالچ دے کر وعدہ کیا آخر عمر بن سعد اس کام کے لیے تیار ہو گیا ایک تاریخی روایت یہ بھی کہ اس کے بیٹے نے کہا اے ابا جان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کے بدلے ساری دنیا کی حکومت مل جائے تو تب بھی یہ گوارہ نہیں کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن سعد بہت بڑی کشمکش میں تھا کہتے ہیں کہ رات بھر اس اضطراب اور کشمکش میں رہا بار بار شعر پڑھتا:

اترك ملك الرى والرى رغبتى

اوارجع مذموماً بقتل حسين

ترجمہ: کیا میں رے کی حکومت جانے دوں حالاں کہ اس سے مجھے محبت ہے یا پھر حسین کے قتل کی برائی اپنے سر لے لوں۔

لیکن رے کی حکومت کی محبت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت پر غالب آگئی اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے جانا منظور کر لیا مگر پھر بھی وہ آپ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح معاملہ سلجھ جائے چنانچہ میدان کربلا میں آ کر پہلا کام یہ کیا اس نے چاہا کہ کسی طرح سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا وجہ بنی آپ یہاں تشریف لائے اپنے لشکر میں ایک شخص جس کا نام عروہ بن قیس تھا اس کو بلا کر حکم دیا کہ بہ طور قاصد وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جائے چوں کہ وہ ان بد بختوں میں تھا جنہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھے تھے اس نے یہ قاصد قبول نہ کی ابن سعد جس کسی کو بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا چاہتا تو بہ وجہ شرم کوئی جانے کو تیار نہ ہوتا کیوں کہ ان میں اکثریت انہیں لوگوں کی تھی جنہوں نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے تھے۔

لحمہ فکر یہ اور قابل غور یہ بات ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والے سب کے سب کوئی تھے۔

شیعوں کی معتبر کتاب خلاصۃ المصابی کے صفحہ 212 پر موجود ہے:

لیس فیہم شامی ولا حجازی بل جمیعہم من اہل الکوفۃ۔

ترجمہ: ان میں نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی بلکہ سب کے سب کوئی تھے۔

اس میں لکھا ہے: اکثر وہ ہی بے حیا تھے جنہوں نے نامہائے پردغا جناب امام حسین ؑ کو لکھے تھے کہ سیدنا جلد آئیے کہ فوج کثیر آب کی مدد کو موجود ہے۔ (ناخ التواریخ جزدوم جلد ششم حالات سیدالشہداء صفحہ 183)

ہمہ گان کوئی بودند و حجازی و شامی ما ایشاں نمود۔

تمام کے تمام کوئی تھے حجازی اور شامی ان میں کوئی نہ تھا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ عمرو بن سعد کے لشکر کی تعداد چار پانچ ہزار تھی جن غیر معیاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی تعداد 24 ہزار تھی اور کوئی لکھتا ہے چالیس ہزار تھی بلکہ اسی نوے ہزار تک بعض واعظ کی کتابوں میں درج ہے اور کئی بے علم واعظ اور ذاکر اس قسم کی خرافات بیان کرتے ہیں جب ثابت ہو گیا کہ وہ سب کے سب کوئی تھے تو اس وقت کوفہ کی اتنی آبادی بھی نہیں تھی کیوں کہ یہاں پر سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق ؓ نے فوجی چھاؤنی قائم کی تھی جو آہستہ آہستہ بعد میں قصبہ اور شہر کی صورت اختیار کر گئی یہ کس طرح تصور کیا جاسکتا ہے کہ دس بارہ سال کی مدت میں اتنا بڑا شہر بن گیا ہو جس کی آبادی میں سے ایک لاکھ کے قریب فوج تیار ہو گئی ولہذا ایسی روایات جن میں پانچ ہزار سے زیادہ تعداد بیان کی گئی ہو وہ سب کی سب روافض کا جھوٹ اور پراپیگنڈہ ہے جس میں کوئی صداقت نہیں کہیں محققین اور مورخین اس کو پانچ ہزار ماننے کے لیے بھی تیار نہیں بندہ کے نزدیک یہ روایات جن میں چار پانچ بیان کی گئی ہے قابل تسلیم ہو سکتی ہے کیوں کہ مورخین ایک ہزار فوج حر بن یزید کی ہمراہی میں ہے لکھتے ہیں۔

اور ملا باقر مجلسی خود جلاء العیون اردو ترجمہ صفحہ 220 پر لکھتا ہے کہ ابن سعد کے ساتھ چار ہزار کوفیوں کی فوج آگئی اگر کوئی اعتراض کرے سیدنا مسلم بن عقیل ؓ جب کوفہ تشریف لائے تو اٹھارہ ہزار کوفیوں نے ان کی بیعت کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگی مگر محققین علماء اور مورخین نے اس کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اس میں بھی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا مسلم بن عقیل ؓ نے دارالعمارت اور قلعہ پر پہلے بولا تو اس وقت ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ چار ہزار کے لگ بھگ کوئی تھے اہل کوفہ سے سیدنا امام حسین ؑ کو جو خطوط لکھے ان کی تعداد بھی ڈیڑھ دو ہزار سے زیادہ نہ تھی جب کہ ان میں بھی زیادہ تر جعلی اور بناوٹی تھے اور اس گروہ کو اس جعل سازی میں بڑی مہارت ہے اس سے قبل سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین ؓ کے خلاف جو خطوط تحریر کئے گئے تھے ان کا بھی یہی حال تھا کیوں کہ ان ظالم سبائہوں نے سیدنا علی ؑ اور سیدنا ام المومنین ؑ کی طرف سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خطوط لکھ کر شائع کروائے تھے یہی وجہ ہے جب سیدنا علیؑ نے سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورینؓ کی طرف وکالت اور حمایت کی تو سبائیوں نے کہا تھا اگر آپ نے سیدنا عثمان کی ہی حمایت کرنا تھی تو ہمیں آپ نے خط کیوں لکھے جس کے جواب میں سیدنا علیؑ نے فرمایا تھا کہ میں نے کوئی خط آپ لوگوں کو نہیں لکھا یہ سن کر وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور اس واقعہ پر بھی یہ عین ہی وہی کارروائی عمل میں لائی گئی آدم برسر مطلب جب ابن سعد کے لشکر میں سے کوئی بھی سیدنا امام حسینؑ کے سامنے جانے کو تیار نہ ہوتا تھا تو ان میں ایک شخص جس کا نام کثیر ابن عبداللہ جو کہ بڑا بے باک بہادر اور بڑا بے حیا تھا نے کہا جو پیغام سیدنا امام حسینؑ کو دینا چاہتے ہو مجھے حکم دو میں جا کر پہنچا دیتا ہوں اگر حکم کرو تو میں ابھی ان کا سر اتار کر پیش کر دیتا ہوں ابن سعد نے اسے کہا تو ان کے پاس جا کر سیدنا سے یہ پوچھ کر آ کہ آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں چناں چہ وہ آپ کی طرف متوجہ ہوا آپ کے ساتھیوں نے جب اس کو آتے دیکھا اور اس سے خطرہ محسوس کیا مطالبہ کیا اپنے ہتھیار کھول کر پھینک دیئے اور خالی ہاتھ آگے آئے، اس نے آپ کے ساتھیوں کے اس رویہ اور مطالبہ کو اپنی توہین سمجھا تو غصہ سے واپس چلا گیا اس کے بعد ابن سعد نے ایک اور آدمی جس کا نام قرہ بن قیس کو سیدنا امام حسینؑ کے پاس بھیجا اور اس نے ابن سعد کا پیغام آپ تک پہنچایا یہ پیغام سن کر عمرو بن سعد خود آپ کے قریب آیا آپ کو سلام کیا براہ راست آپ کے آنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خود بہ خود یہاں نہیں آیا بلکہ کوفہ والوں نے مسلسل خط اور آدمی بھیج کر مجھے آنے کے لیے مجبور کیا اور آپ نے کوفیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ ان کے خطوط ہیں یاد رہے بطور سند سیدنا امام حسینؑ کوفیوں کے خطوط کو تھیلے میں ڈال کر آپ کے ساتھ لے گئے تھے یہ سن کر ابن سعد نے کہا کہ سیدنا بے شک آپ یزید خبیث کے مقابلے میں خدمت کے حق دار ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں آپ کے خاندان میں حکومت / خلافت آئے آپ کے والد گرامی اور برادر اکبر کے حالات آپ کے سامنے گزر چکے ہیں لہذا میری گزارش ہے آپ حکومت اور خلافت کا خیال چھوڑ دیں ورنہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے اس پر سیدنا امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان تینوں میں سے جسے چاہو میرے لیے منظور کر لو۔

اول یہ کہ میرا راستہ چھوڑ دو میں واپس چلا جاؤں۔

دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو وہاں کفار کے ساتھ لڑنا ہوا اپنی زندگی گزار دوں۔

سوم یہ کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، میں خود جا کر براہ راست اس سے اپنا معاملہ طے کر لوں جس طرح میرے برادر اکبر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ سے طے کیا تھا۔

شیعہ کتب کے حوالے ملاحظہ کیجیے!

پہلا حوالہ:

و قد روی انه عليه السلام قال لعمر بن سعد اختار و امنی اما الرجوع الی
المکان الذی اقبلت منه او ان اضع یدی علی ید یزید فهو ابن عمی یری فی
رایه و اما ان تسیرو الی ثغر من ثغور المسلمین فاکون رجلاً من اہله لی ما له
و علی ما علیہ۔ (تلخیص الثانی جز 4 مصنف ابو جعفر طوسی صفحہ 186)

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے کہا میری طرف سے تین چیزوں (باتوں) میں کوئی ایک قبول کر لو
یا مجھے واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں یا میں خود یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ
میں ہاتھ دے دوں چوں کہ وہ میرا چچا زاد ہے میرے بارے جو مناسب ہوگا کرے گا یا مجھے اسلامی
سرحدوں کی طرف چلے جانے دو۔

دوسرا حوالہ:

ان یاتی الی امیر المومنین یزید فیضع یدہ فی یدہ فیری فیما بینہ و بینہ رایہ و
فی هذا لك رضی و لامة صلاح۔ (علامہ الوری باعلام الہدی، ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی صفحہ 241)

تیسرا حوالہ:

هذا حسین قد اعطانی عهداً ان یرجع الی المکان الذی هو منه اتی او یسیر
الی ثغر من الثغور فیکون رجلاً من المسلمین له مالہم و علیہ ما علیہم او یاتی
امیر المومنین یزید فیضع یدہ۔ (الارشاد شیخ مفید صفحہ 89 جلد دوم)

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے کہا میری طرف سے تین چیزوں (باتوں) میں کوئی ایک قبول کر لو
یا مجھے واپس جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں یا میں خود یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں ہاتھ دے دوں چوں کہ وہ میرا چچا زاد ہے میرے بارے جو مناسب ہوگا کرے گا یا مجھے اسلامی سرحدوں کی طرف چلے جانے دو۔

(پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کی طرف سے اردو ہشتم کی کتاب میں عنوان ”شہید کربلا“ کے عنوان کے صفحہ 102 مطبوعہ 2004ء)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری تینوں شرطوں میں آپ جسے چاہیں قبول کر لیں۔

1 مجھے واپس مکے جانے دیں تاکہ باقی عمر یاد خدا میں بسر کروں۔

2 مجھے سرحد کی طرف جانے دیں تاکہ کفار سے جہاد کرتا ہوں شہید ہو جاؤں۔

3 مجھے یزید کے پاس دمشق جانے دیں کہ میں براہ راست اس معاملہ کو طے کر لوں۔

سنی کتابوں کے حوالے:

حوالہ اول:

فانطلق یسیر نحو یزید بن معاویة، فتلقته الخیول بکر بلاء فنزل ینا شدہم اللہ و الاسلام، قال: و کان بعث الیہ ابن زیاد عمر بن سعد و شمر ذی الجوشن و حصین بن نمیر، فنا شدہم اللہ و الاسلام ان یسیروہ الی امیر المؤمنین یزید فیضع یدہ، فی یدہ، فقالوا لہ: لا الا ان تنزل علی حکم ابن زیاد۔

(البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 118)

حوالہ دوم:

خالد بن عبد اللہ عن الجریری عن رجل ان الحسین لما ارهقه السلاح قال الا تقبلون منی ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم یقبل من المشرکین؟ کان اذ جنح احد ہم قبل منه قالوا: لا، قال: فدعونی ارجع، قالوا: لا، قال: فدعونی اتی امیر المؤمنین۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 4 صفحہ 366)

حوالہ سوم:

انہ قال اختار و منی خصالا ثلاثاً اما ان ارجح الی المكان الذی اقبلت منه و اما ان اضع یدی فی ید یزید ابن معاویة فیری فیما بینی و بینہ رایہ و اما ان تسیر

ونی الی ای ثغر من ثغور المسلمین۔

(تاریخ طبری المعروف بتاریخ الامم والملوک جلد 4 صفحہ 313 امام جعفر محمد بن جریر طبری)

حوالہ چہارم:

اوان نسیره الی ای ثغر من الثغور شئنا، فیکون رجلا من المسلمین له مالهم

او ان یاتی امیرالمومنین یزید، فیضح یدہ فی یدہ، فیری فیہ رایہ، وفی هذا

لکم رضی، ولامۃ صلاح۔

(تجارب الامم الجزء الثانی صفحہ 44 ابی علی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ المتونی 421)

حوالہ پنجم:

فخذ له اهل الكوفة كما هو شانهم مع ابيه من قبله فلما رهنه السلاح عرض

عليهم الاستسلام و الرجوع و المضى الی یزید فیضع یدہ فی یدہ فابوا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 158 امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی متونی 111)

امام حسین نے ان سے صلح کی درخواست کی اور کہا یا تو مکہ لوٹنے دو یا پھر یزید کے پاس جانے دو تا کہ اس کی

بیعت کی جاسکے لیکن فوج نے سب باتوں سے انکار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

رہی یہ روایت عقبہ بن شمعان اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ

انتہائی اور علیحدگی میں ہوئی وہ کیسے سن سکتا تھا اور اس لیے بھی صحیح نہیں اس روایت کے مطابق وہ کہتا ہے کہ میں قدم بہ

قدم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شروع سے آخر تک۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ شہید کیوں نہیں ہوا

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ وہ گرفتار ہوا اور کہنے لگا میں تو غلام ہوں میرا کوئی قصور نہیں ہے تو شخص کے کہنے سے کس طرح

اتنی کثیر اور مشہور روایات رد کی جاسکتی ہیں۔

ابن زیاد کی بد بختی کی انتہا

اس کے باوجود اس نے کسی کی پروا نہیں کی اور وہی کیا جو اس کے دل میں آیا۔ چنانچہ طبری میں درج ہے، یزید

نے ابن زیاد کو لکھا:

و انه قد بلغنی ان الحسین بن علی قد توجه نحو العراق فضع المناظرۃ و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

المسالح و احترس علی الظن و خذ علی التهمة غیر الا تقتل الامن قاتلك و اکتب الی۔ (تاریخ طبری صفحہ 286 ج 4)

ترجمہ: مجھے خبر ملی ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف آرہے ہیں ہوشیار رہنا اور خوب نظر رکھنا اور کسی تہمت کی بنا پر اس کو گرفتار کر لینا اور خبردار نہ قتل کرنا یا لڑنا مگر اس سے جو تم سے قتال یا لڑائی کریں۔ پہلا حوالہ:

فکتب مروان الی ابن زیاد اما بعد فان الحسين بن علی قد توجه الیک، و هو الحسن بن فاطمه، و فاطمه بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و تاللہ ما احد یسلمہ اللہ احب الینا من الحسین، فایاک ان تھیج علی نفسک و الا یسدہ شی۔ (البدایہ والنہایہ جلد 8 صفحہ 115)

ترجمہ: اور مروان نے بھی ابن زیاد کو لکھا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور وہ حسین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ کی صاحب زادے ہیں اللہ کی قسم جس کسی کو اللہ چھوڑ دے وہ ہمیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے نفس پر اس چیز کو برانکشتہ کرنے سے بچ۔ دوسرا حوالہ:

روایت کردہ است کہ چوں ولید والی مدینہ منورہ شنید کہ سیدنا امام حسین متوجہ عراق است نامہ بسپر زیاد نوشت کہ شنیدم کہ حسین متوجہ عراق شد و او فرزند فاطمہ است ز نہار متعرض اور مشو و آسیبی باو مرسان کہ تا دنیا باقی باشد مورد لعنت دوست و دشمن خواہی شد۔

ترجمہ: روایت ہے مدینہ منورہ کے گورنر ولید نے جب سنا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی جانب متوجہ ہیں اس نے ابن زیاد کو خط لکھا میں نے سنا ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عراق آرہے ہیں یاد رکھنا وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں اور ہرگز ہرگز اس کے درپے نہ ہونا اور اس کو کسی قسم کی اذیت تکلیف یا نقصان نہ پہنچانا ورنہ جب تک دنیا باقی ہے دوست دشمن کی لعنت کا مورد ہوگا۔ (جلاء العیون صفحہ 417, 18)

اس موضوع کے بارے میں سنی و شیعہ کتابوں کی فہرست پیش کی جاسکتی ہے لیکن ضرورت نہیں۔

سوال: یہ اس کے باوجود ان خبیثوں اور حرامیوں نے آپ کو شہید کیوں کیا؟

جواب: ان کا مطالبہ یہ تھا کہ سیدنا امام حسین پہلے گرفتاری دیں ابن زیاد کی بیعت کریں تاکہ ہم اس کو گرفتار کر کے یزید کے پاس لے جائیں مگر سیدنا امام حسین نے اس ذلت اور رسوائی کو برداشت اور قبول نہ کیا اور اس میں آپ بالکل حق بہ جانب تھے آپ نے فرمایا اس ذلت اور رسوائی کی زندگی سے موت ہی بہتر ہے آپ کا یہ موقف بالکل درست اور صحیح تھا۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ میں ان تاریخی حوالہ جات کو نہیں مانتا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر وہ اسی بنا پر نہیں مانتا اور کہتا ہے یہ حوالہ جات غلط ہیں یہ بات درست نہیں اس کو دلائل سے اس کی تردید کرنا ہوگی اور اگر ویسے ہی تاریخ کو تاریخی روایات کو تسلیم نہ کرے تو کوئی ہرج نہیں کیوں کہ تاریخ آخر تاریخ ہی ہے اس کو قرآن و حدیث کی طرح ماننا ضروری نہیں تاریخی واقعات اخبار کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

الحاصل حرب بن ابن سعد آپ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ ٹال مٹول کرتا رہا سنی شیعہ ہر دو فریق کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے نیز محرم کی 10 ویں رات سیدنا امام حسین اور ابن سعد کی تنہائی میں ملاقات ہوئی جس میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز بھی دی کہ صرف ہم دونوں یزید کے پاس چلے جاتے ہیں اور اپنے اپنے لشکر کو یہی چھوڑ دینے یا رہنے دیتے ہیں مگر اس تجویز کو ابن سعد نے اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے کے بہانے قبول نہ کیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی کی پابندی

آپ کا پانی بند کیا گیا اول تو یہ روایت صحیح نہیں اگر اس کو درست مان بھی لیا جائے تو یہ دسویں محرم کی رات کا واقعہ ہو سکتا ہے محرم کی سات تاریخ کو پانی بند ہونا یہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے نیز دسویں رات کو سیدنا عباس بن علی علمبردار رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ پچاس یا ساٹھ آدمیوں کو لے کر نہر فرات سے مشکیں پانی سے بھر کر لائے تھے۔

حضرت برادر عباس را طلبید وی سوار و پیست پیادہ با او ہم راہ کرد مشک بہ ایشاں داد کہ از فرات آب پرکشند

بزودی اصحاب حضرت مشک ہار پر آب کردند و معاودت نمودند آسیبی بہ ایشاں نرسید۔ (جلاء العیون صفحہ 429)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور تین سوار اور بتیس پیادے ان کے ہمراہ کر کے

بیس مشکیں ان کو دیں اور فرات سے بھر لائیں جب فرات پر پہنچے عمرو بن حجاج نے پوچھا کون ہو؟ بلال بن نافع نے اصحاب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: میں تمہارے پسر عم ہوں پانی پینے آیا ہوں۔ اس نے کہا: تم پی لو۔ بلال بن نافع نے کہا: تم پروائے:، میں کس طرح پانی پیوں حالاں کہ اہل بیت نبوت و دیگر جگر گوشہ رسالت رات سے پیاسے ہیں اس شقی نے کہا یہ سچ ہے جو مجھے حکم ملا اس کی میں تعمیل کروں گا۔ یہ سن کر بلال نے اپنے ساتھیوں کو آزدی جلدی پانی بھر لو حجاج نے اپنے لشکر سے کہا: پانی نہ بھرنے دو قریب تھا، آتش ضرب مشتعل ہو مگر اصحاب امام حسین رضی اللہ عنہ نے جلدی سے مشکیں بھر لیں اور روانہ ہوئے کوئی آسیب و گزند نہ پہنچا۔ (جلاء العیون اردو جلد دوم صفحہ 223)

باشد علی اکبر اباسی سوار و بیست پیادہ فرستاد کہ چند مشک آب بانہایت خوف و بیم آوردند پس اہل بیت و اصحاب خود را فرمود از این آب بیاشامید کہ آخر توشہ شماست وضو بسازید و غسل کنید و جامہ ہای خود را پو شید کہ کفنہای شما خواهد بود۔ (جلاء العیون فارسی صفحہ 433)

ترجمہ: علی اکبر کو تیس سوار اور بیس پیادا بھیجا کہ وہ چند مشک آب بانہایت خوف و اضطراب بھر لائیں آپ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب سے فرمایا کہ پانی پیو یہ آخری توشہ تمہارا ہے اور وضو غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ کہ وہ تمہارے کفن ہوں گے لہذا پانی بند ہونے کی روایات صحیح نہیں ہیں پانی آپ کے خیموں میں موجود تھا تب ہی تو دسویں تاریخ کو نماز فجر کے غسل اور وضو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کیا نیز یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے کواں بھی کھودا تھا اور وہ واقعہ جو جاہل و اعظ بیان کرتے ہیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر مشتمل ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ شرائط پر ابن سعد اور ابن زیاد کا رد عمل

چنانچہ ابن سعد چاہتا تھا کہ آپ کی اس تجویز کو تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کو یزید کے پاس جانے کی اجازت دے دی جائے اس لیے اس نے یہ شرائط لکھ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیں نیز یہ بھی بہت اچھا ہے کہ ہم اس معاملہ سے بچ جائیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس جانے دیا جائے تمام کتب تواریخ نیز سنی شیعہ کی مذہبی کتب میں موجود ہے کہ یہ خط ابن سعد پڑھ کر ابن زیاد بھی خوش ہوا اور اس نے بھی اس تجویز کو پسند کیا مگر شمر لعین نے شرارت کی اور کہا اگر تو نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے پاس جانے دیا کہ وہ مقام حاصل کر لیں گے جو تم کسی کو بھی حاصل نہیں ہوایہ

سن کر ابن زیاد نے فوراً رخ بدلہ اور ابن سعد کو سخت ترین الفاظ پر مشتمل خط لکھا کہ میرا یہ حکم پہنچتے ہی جس قدر ہو سکے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر سختی کر اور اسے اس بات پر آمادہ اور مجبور کر کہ وہ پہلے میری بیعت کرے پھر ہم دیکھیں گے آگے کیا کرنا ہے اور یہ خط اس نے ثمر لعین کے حوالے کیا اور ساتھ ہی انہیں کہا کہ اگر عمرو بن سعد میرے اس حکم کی روح گردانی کرے تو فوراً اسے گرفتار یا قتل کر دیں اور لشکر کی کمان تو خود اپنے ہاتھ میں لے لینا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اب بالکل کسی قسم کی مہلت نہ دینا چناں چہ ثمر لعین جب خط لے کر ابن سعد کے پاس پہنچا ابن سعد خط پڑھ کر بہت پریشان ہوا اور شمر کو برا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں یہ سب تیری ہی خباثت اور شرارت ہے ورنہ اچھا بھلا معاملہ طے ہو چکا تھا وہ خط لے کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابن زیاد کا یہ نیا حکم ہے آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے سوچنے کا موقع دیا جائے، جب اس بات کا علم ثمر لعین کو ہوا اس نے کہا: اب سوچنے کا کوئی موقع نہ دیا ابن زیاد کی بیعت کرو یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ چناں چہ تھوڑی دیر کے بعد حملہ کرنے کی غرض سے فوج کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپ سے کہہ بھیجا کم از کم آج رات جنگ ٹال دی جائے چناں چہ یہ تجویز مان لی گئی آپ اور آپ کے سارے ساتھیوں نے رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے گزاری نیز اس رات آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ رات کی تاریکی اور اندھیرا چھا گیا میں آپ سب کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ سب رات اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں سے نکل جائیں میں بارضا و رغبت اور خوشی سے آپ سب کو اجازت دیتا ہوں کیوں کہ دشمن کو صرف میرے ساتھ ہی کام ہے، وہ مجھے ہی قتل یا گرفتار کرنا چاہتا ہے آپ کسی کا تعاقب نہیں ہوگا کہتے ہیں یہ فرما کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے چراغ بجھا دیا مگر ساتھیوں نے آپ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا کتابوں میں لکھا ہے اس کے تھوڑی دیر بعد طرمح بن عدی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ آپ اکیلے میرے ساتھ چلیں میں آپ کو بچالوں گا مگر آپ نے یہ کہہ کر اس کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا کہ میں نے ابھی ابھی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر سب چلے جاؤ تو اب میں ان کو چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں۔

جنگ اور شہادت

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا ابن زیاد کی پیش کردہ شرائط پر صلح ہرگز نہیں کروں گا چناں چہ صبح ہوتے ہی نماز فجر کے بعد آپ اور آپ کے ساتھیوں نے غسل کیا اور نورہ وغیرہ استعمال فرمایا خوشبو لگائی اور لڑائی کے لیے تیار ہو

گئے آپ نے لشکر کو فوجی تربیت سے مرتب کر کے میدان میں اتار دیا بعد از ادھر سے عمر بن سعد کا لشکر بھی سامنے آ گیا۔

میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا آخری خطاب

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور قرآن پاک لے کر اپنے آگے رکھا اور اعلان کیا اے لوگو میں تمہیں جو نصیحت کرتا ہوں اس کو خاموشی سے سنو اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے لوگو تم میری مانو اور مجھ سے انصاف کرو تم اس سے بڑے سعادت مند بن جاؤ گے۔ اے لوگو تم میری بات غور سے سنو عجلت اور جلدی نہ کرو جب تک جو مجھ پر واجب ہے میں تم کو سمجھا نہیں لوں اور میں اپنے آنے کا سبب تم سے نہ بیان کر لوں بس اگر تم میرے عذر کو قبول کر لو گے اور میری بات کی تصدیق کرو گے تو تمہاری اس میں سعادت مندی ہے اگر تم عذر قبول نہیں کرنا چاہتے تو تم لوگ جمع ہو جاؤ اور اپنے سب ساتھیوں کو جمع کرو تا کہ تم میں کوئی امر پوشیدہ نہ رہے اس کے بعد پوری تیاری سے میرے مقابلے میں آؤ اور کوئی رعایت اور لحاظ نہ کرو بے شک میرا اللہ تعالیٰ حامی اور ناصر ہے آپ کی ہمشیرہ نے جب یہ آواز سنی تو وہ رونے لگی ایک اپنے بھائی عباس اور لڑکے علی کو ان کو چپ کرانے کے لیے بھیجا اور فرمایا اللہ تعالیٰ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے کیوں کہ انہوں نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ بچے اور عورتیں ساتھ نہ لے جاؤ واقعی اس بارے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی جب وہ خاموش ہو گئی تو آپ نے حمد و ثناء کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا بعد ازاں ظہران سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا اما بعد تم میرے نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں اور سوچو کیا میرا قتل کرنا اور آبروریزی کرنا جائز ہے کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور اس کے چچا زاد بھائی اور افضل ترین مومنین کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء رضی اللہ عنہم میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی ہے؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں سردار جو انان جنت ہو اور اہلسنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (الکامل صفحہ 515 جلد سوم، ابن خلدون صفحہ 101)

اصل عبارت یہ ہے:

قال لی ولا خی انتما سید اشباب اهل الجنة و قرۃ عین اهل السنة۔

پس جو میں نے تم سے کہا اس کی تصدیق کرو میں تم لوگو میرے کہنے سے مشکوک ہو یا میرے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہونے پر شک کرتے ہو تو اللہ کی قسم آج خدا کی زمین پر میرے سوا کوئی نواسہ رسول نہیں ہے اور بتاؤ میں نے تم میں سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کسی کو قتل کیا جس کا بدلہ تم مجھ سے لینا چاہتے ہو یا میں نے کسی کا مال غصب کیا ہو جس کا معاوضہ مانگتے ہو کو فیوں کے لشکر میں کسی نے اس کا جواب نہیں دیا تو آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی:

الم تکتبو الی فی القدوم علیکم۔ (ابن خلدون جلد دوم صفحہ 102)

سیدنا نداد درداد کہ امی شیث بن ربیع، وای حجاز بن ابجر، وای قیس بن اشعث، وای یزید بن حارث مگر شمان بود کہ برای بر شما آیا کسی از شمارا کشته ام کہ خون اور از من طلب کنید یا مالی راز شمان تباہ کرده ام یا کسی را بجر حتی آسیب زده ام تا قصا از من جوید، ہیج کسید نار اپا سخ نگفت۔

(تاریخ ابن خلدون صفحہ 440، منہی الآمال صفحہ 250)

یا شیث بن ربیع و یا حجاز بن ابجر و یا قیس بن الاشعث و یا یزید ابن الحارث الم تکتبوا الی ان قد اینعت الثمار و خضر الجنات و انما تقدم علی جند لك مجند۔ (تاریخ التواریخ جلد ششم صفحہ 234، الارشاد جلد دوم صفحہ 101)

ترجمہ: اے شیث بن ربیع! اے حجاز بن ابجر! اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث! کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے اور میوہ جات تیار ہو گئے اور صحرا سرسبز ہو گیا اور لشکر ہائے دوستان مہیا ہو گئے بہت جلد تشریف لائے کہ ہم سب آپ کی نصرت و یاری کریں۔ (ترجمہ جلاء العیون اردو جلد دوم صفحہ 234)

الارشاد کے صفحہ 101 جلد دوم پر یعنی یہی عبارت ہے۔

حربن یزید نے جب دیکھا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ معقول شرائط کو رد کر دیا گیا اور قوم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکی ہے اس نے ابن سعد سے کہا کہ کیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شرائط منظور نہیں ہیں ابن سعد نے کہا اگر میرا اختیار ہوتا میں قبول کر لیتا لیکن تیرا امیر تسلیم کرنے سے انکاری ہے تو حر کا بدن کانپ اٹھا کسی نے اس سے کہا یہ کیا حال تو اس نے کہا کہ میں اپنی آخرت برباد نہیں کر سکتا خواہ میرے جسم کی بوٹی بوٹی کیوں نہ کر دی جائے یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور تیزی سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حضور مجھے معاف فرما دیجئے میں ہی وہ بد قسمت ہوں کہ میں آپ کو نہ یزید کے پاس جانے دیا اور نہ ہی واپس اور آپ کا راستہ روک کر یہاں تک پہنچا یا میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کی تمام درخواستیں رد کر دی جائیں گی ورنہ ہرگز ایسا نہ کرتا بہر حال یہ

سب میری غلطی ہے اب میں اپنی جان دے کر آپ کو اور آپ کے اب کو راضی کرنا چاہتا ہوں قصہ مختصر ابن سعد نے جنگ کی ابتداء کی۔ ابن سعد کی حیثیت حملہ آور کی تھی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مدافیانہ حیثیت میں لڑ رہے تھے اور دوپہر تک ان کی مداخلت کامیاب رہی مگر بہتر پانچ ہزار کا مقابلہ کہاں تک کرتے دشمنوں نے عام یلغار شروع کر دی اور عرض سے پہلے پہلے یہ سب جانثار سیدنا حسین پر فدا ہو گئے چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی بڑی بے جگری بہادری اور شجاعت کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنے سے کئی گنا زیادہ کو قتل اور جہنم رسید کئے الحاصل اپنی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

باقی رہا واقعہ کربلا کی تفصیل تو اس میں بہت زیادہ روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حتیٰ اور یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں کون سی بات سچی اور کون سی جھوٹی ہے۔ چنانچہ ایک شیعہ فاضل لکھتا ہے:

اس اہم مسئلہ پر جہاں تک غور کیا جاتا ہے بہ ظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مردان اہل بیت اور انصار امام سب میدان کارزار میں کام آچکے تھے۔ سید الساجدین حالت بیماری میں خیمہ کے اندر تھے۔ حسن ثنی رضی اللہ عنہما یا وہ لوگ جو درجہ شہادت پر فائز نہ ہوئے ان سے کوئی واقعہ مروی نہیں۔ اگر ہے تو شاذ، فوج مخالف کے جو لوگ کوفہ میں آئے انہوں نے جس طرح ان خبروں کو مشہور کر دیا ویسے ہی شہرت پذیر ہو گئیں۔ چنانچہ یہ حادثہ نہایت عظیم الشان تھا جس واسطے بہت جلد اس کا اعلان و اشتہار ہو گیا۔ جس شخص نے جیسا سنا دوسرے اور دوسروں نے تیسرے سے بیان کر دیا۔ بیان واقعات میں سے کسی راوی سے سہو ہوا کسی کے طرز بیان نے واقعہ کی اصلیت کو افراط تفریط مسخ کر دیا۔ کسی کو راوی کا اصل مدعا سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی کسی واقعہ کو پر اثر بنانے کے لیے مبالغہ سے کام لیا۔ کسی نے شدت احتیاط سے واقعہ نفس الامری کو نامعتبر سمجھا اور اس میں اپنے خیال کے مطابق کمی کر دی اور ایسا ہونا کچھ تعجب خیز بھی نہیں کیوں کہ مشاہدہ خود اس کا شاہد ہے اگر کسی جگہ کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس کے متعلق طرح طرح کے مختلف اور متضاد افواہیں موجود ہو جاتیں ہیں۔ زید کچھ کہتا ہے، بکر کچھ کہتا ہے اور اس کے پاس اس علاوہ صد ہا باتیں طبعزاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی اس وقت تک یہ سب واقعات سینہ بہ سینہ منتقل

ہوتے چلے آئے اور تغیر الفاظ کے ساتھ مفہوم میں ہی تغیر پیدا کرتے رہے جس معلق کو جو خبر جس ذریعہ سے مل گئی اس نے وہی لکھ دی۔ رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہو گئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہو گیا۔ حمید ابن مسلم ازدی جو عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے غالباً خدمت نگاری میں مامور تھا اکثر واقعات کا راوی ہے مگر اس کے اقوال بھی نہایت اختلاف کے ساتھ مشہور ہیں۔ ابو مخنف لوط ابن یحییٰ ازدی نے جو ان دنوں کوفہ میں موجود تھے۔ مؤرخانہ حیثیت سے اپنی کتاب مقتل میں تمام حالات کو سلسلہ وار لکھا مگر وہ کر بلا میں خود موجود نہ تھے۔ اس لیے یہ سب واقعات انہوں نے سماعی لکھے ہیں۔ لہذا مقتل ابو مخنف پر بھی پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخہ پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں۔ اور ان سے بھی صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف ان واقعات کے جامع نہیں بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کر دیا ہے۔

مختصر یہ کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلاف سے پر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً

اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بندر ہونا

مخالف کالاکھوں کی تعداد میں ہونا

جناب زینب کے صاحب زادہ کا نو اور دس برس کی عمر میں شہادت پانا

فاطمہ الکبریٰ علیہا السلام کا عقد

روز عاشورہ

قاسم ابن حسن کے ساتھ ہونا

عباس علم دار کا اس قدر جسیم اور بلند قامت ہونا کہ باوجود سواری اسپ دور کا بہ آپ کے پاؤں زمین تک

پہنچتے تھے

جناب سید الشہد علیہم السلام کے موقع پر کی خواہر گرامی

جناب زینب بنت امیر المومنین علیہم السلام کا سرو پا برہنہ خیمہ سے نکل کر مجمع عام میں چلے آنا

شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا
آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا
نعش مطہر کا زد و کوب سم اسپاں کیا جانا
سراوقات اہل بیت رضی اللہ عنہم کی غارت گری اور نبی زاد یوں کی چادریں تک چھین لینا
شمر کا سینہ بنت حسین کے منہ پر طمانچہ مارنا
سیکنہ کی عمر تین کی ہونا

روانگی اہل بیت کے وقت جناب زینب کی پشت پر درے لگائے جانا
اہل بیت رسالت کو بے مقنع و چادر ننگے اونٹوں پر سوار کرنا
سید الساجدین کو طوق و زنجیر پہنا کر سار بانی کی خدمت دیا جانا
علاوہ کوفہ و دمشق کے اثنائے راہ میں جاہل حرم کو نہایت ذلت و خواری سے تشہیر کرنا
مجلس دمشق میں عرصہ دراز تک نبی زاد یوں کا قید رہنا

ہندہ زوجہ یزید کا قید خانہ میں آنا یا اس کا اہل بیت کی رو بکاری کے وقت محل سرائے شاہی سے سردر بار نکل آنا
سیکنہ کا قید خانہ ہی میں رحلت پانا

سید الساجدین کا سر ہائے شہدائے کرام بعین 20 صفر کربلا میں واپس آ جانا اور چالیسویں روز لاشہ ہائے
شہدا کو سپرد خاک کرنا

وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ حالاں کہ ان میں سے بعض سرے سے ہی غلط،
بعض مشکوک، بعض ضعیف، بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں۔

(مجاہد اعظم: علامہ محقق سید شاہ حسین امر وہی صفحہ 225 تا 227)

شہادت کا مختصر تذکرہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کیلئے اور تنہا رہ جانے کے بعد جس بہادری و جواں مردی کے ساتھ حملہ آور ہوئے ان جملوں
کی شان دیکھنے والا آپ کے ساتھیوں میں کوئی نہ تھا، مگر ابن سعد اور شمر بے ایمان ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم

نے آج تک ایسا بہادر اور دلیر انسان نہیں دیکھا اس غم داستان اور دل و دماغ کو ہلا دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جس طرف دشمن کی فوج کا رخ کرتے تو فوجوں کی فوجیں آپ کے سامنے بھاگ جاتی اس کی وجہ ایک تو آپ کی شجاعت بہادری ہے دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپ مقابلہ کرنے والے آپ کی شان عظمت عزت و حرمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو سمجھتے تھے اور ہر ایک آپ کے سامنے آنے سے اس لیے شرماتا تھا کہ ان ہی خبیثوں نے آپ کو خط لکھ کر بلایا تھا اور تیسری وجہ آپ کے مقام مرتبے اور عزت حرمت کی وجہ ہر ایک آپ کے فضل سے بچنا چاہتا تھا آخر کار شمر لعین نے بہت سارے اپنے جیسے بے ایمانوں کو اور ساتھ لے کر چاروں طرف سے آپ پر حملہ کیا ایک بد بخت نے تلوار کا ایسا وار کیا آپ کا بایاں ہاتھ مبارک کٹ کر الگ گر پڑا اس پر آپ نے جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا دایاں ہاتھ مبارک بھی اس قدر مجروح اور زخمی ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے یہ منظر آپ کی ہمشیرہ صاحبہ سیدنا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں جب سنان بن انس نخعی ملعون کے ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے آپ کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابن سعد سے فرمایا کیا تیرے ہوتے ہوئے ابو عبد اللہ یعنی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے جائیں گے وہ بد بخت سن کر رونے لگا اور آپ کی طرف منہ پھیر لیا چنانچہ سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا جو آپ کے شکم مبارک سے پار ہو گیا آپ یہ زخم کھا کر گرے اور آپ کی روح مبارک آپ کے جسم پاک سے پرواز کر گئی۔ انا لله و انا عليه راجعون۔

بہ وقت شہادت آپ کی عمر مبارک

آپ کی عمر مبارک کے بارے میں مختلف اقوال میں زیادہ تر اٹھاون سال بیان کی جاتی ہے آپ کی شہادت سنہ 41ھ جمعہ المبارک کے دن ایک روایت کے مطابق بدھ اور دوسری روایت کے مطابق ہفتہ کے دن اور زیادہ تر دس محرم جمعہ کے دن ہوئی بعد زوال مقام کر بلا میں ہوئی۔

اس جنگ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے زیادہ تر مشہور بہتر کی روایت ہے بعض روایات مواقع اڑھائی سو کے لگ بھگ تھیں جن میں اٹھارہ افراد آپ کے خاندان کے تھے سات افراد اولاد عقیل سے سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ جو سب سے پہلے کوفہ میں شہید کئے گئے جعفر رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن پسران عقیل و محمد عبد اللہ پسران مسلم جعفر پسر محمد بن عقیل و محمد پسر سعید بن عقیل رضی اللہ عنہما اور بعضوں میں عون محمد

پسران عقیل رضی اللہ عنہ بھی لکھے ہیں اور سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تین شخص محمد وعون و عبد اللہ پسران عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور نو افراد فرزند ان جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا سید الشہد اسیدنا عباس، سیدنا عمر، عثمان، جعفر، ابراہیم، عبد اللہ، اصغر، محمد اصغر، ابوبکر اور محمد بن عباس بن علی اور سیدنا علی کے صاحب زادے ابوبکر رضی اللہ عنہ شہید ہونے کا کتابوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے چار اشخاص ابوبکر عبد اللہ قاسم و عمر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے علی اکبر جن کے بارے میں لکھا ہے ان ولادت کر بلا میں ہوئی اور ان کو غسل دینے کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی گود میں دیا گیا۔ دشمن کی طرف سے تیر آیا جو ان کے حلق میں پیوست ہو گیا اور آپ کی گود میں شہید ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق ابراہیم بن حسین، محمد، حنظلہ اور علی جعفر، عمرو زید رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ یہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی اولاد سے 22 شخص شہید ہوئے، امام محمد باقر سے روایت ہے۔ سترہ شخص فرزند ان فاطمہ بن اسد اللہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس شہید بلا شاہ گلوں قبا
بے کس دست غربت پہ لاکھوں سلام
در درج نجف مہر برج شرف
رنگ روئے شہادت پہ لاکھوں سلام



سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

یا آل بیت الوحی لولا انکم
فی الکون لم یظهر علیہ جمال
من این یوجد فی الانام کجدکم
و نظیرہ فی العالمین محال

آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحب زادی اور سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ بڑی عقل مند اور تمام اوصاف حمیدہ سے متصف بڑی فصیحہ و بلیغہ اور سخاوت کی کان اور منبع تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 5ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس کے علاوہ ان کی ولادت کے بارے میں اور بھی قول ہیں۔

آپ کی شادی آپ کے چچا زاد سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ذوالجناحین سے ہوئی۔ آپ کے ہاں علی و عون و عباس و محمد اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ کی اولاد پاک کثرت سے پائی جاتی ہے۔ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک اور بالا جماع اہل بیت میں سے ہیں۔ آپ کی ذریت اور اولاد بھی اہل بیت میں شمار ہوتی ہے۔ آپ اپنے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پیش آنے والے تمام واقعات اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے اور مصائب و آلام کو بے مثال جرات اور شجاعت سے برداشت کیا اور صبر و حلم اور بردباری کی مثال عورتوں کی دنیا میں آج تک بلکہ قیامت تک نہیں مل سکے گی۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کو ساری اولاد سے محبوب ترین تھی اور طیبہ طاہرہ اولاد کی والدہ سیدۃ نساء اہل الجنہ ہیں اور آپ کی خالہ سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیاں ہیں اور آپ کی ہمشیرہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا اہل بیت کی عورتوں میں بڑی فضیلت اور کرم کی مالک تھیں۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سید الانبیاء کو اطلاع کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بڑی صاحب زادی زینب کا نام پر آپ کا نام رکھا اور مہاجرین و انصار صحابہ نے ان کی ولادت پر

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین اور سیدہ زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما نبی پاک کی اہل بیت پاک کے ستون اور اہم افراد ہیں اور سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب اور پیاری تھیں تو سیدہ زینب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی، ان کی نگرانی میں پروان چڑھیں، اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتونِ جنت کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب اپنی بڑی بہن سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ستاتی تو آپ اپنی صاحبِ زادی سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا سے تسکین حاصل کرتیں۔

آپ روحانی تعلیم و تربیت کے علاوہ خانہ داری کے مختلف شعبوں میں بھی بے مثال مہارت رکھتی تھیں۔ اس کی تعلیم اور سلیقہ بھی آپ نے اپنی مادر گرامی سے سیکھا تھا۔ شادی سے قبل جب تک آپ اپنے میکے گھر رہیں تو گھر کا سارا انتظام آپ کے سپرد رہا اور آپ اپنے بھائی بہنوں کے آرام و آسائش کا بے حد خیال فرماتی تھیں، شادی کے بعد آپ اپنے سسرال اور شوہر کے گھر گئیں تو خانہ داری کے فرائض انجام دینے میں آپ کو کوئی دقت محسوس نہ ہوئی بلکہ آسانی اور عمدگی کے ساتھ گھر کا سارا انتظام سرانجام دینے لگیں۔ آپ کی سلیقہ کاری میں یہ عادت کریمہ بھی تھی کہ فضول اور بے کار کوئی چیز گھر میں نہ رکھتی تھیں۔ کھانا ضرورت کے مطابق تیار فرماتیں اور کھانا تیار کرنے کے اوقات کا بھی خاص خیال رکھتیں۔ گھر کے تمام افراد نیز آئے ہوئے مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بعد خود کھاتیں۔ اگر کھانا وغیرہ بچا رہتا تو فوراً ضرورت مند اور غربا میں تقسیم فرمادیتیں۔ آپ کو اپنے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت و الفت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بلا کے سفر میں ان کے اپنے خاوند سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کے باوجود اپنے بھائی کا ساتھ نہ چھوڑا اور اس مشکل ترین اور دشوار گزار سفر میں جس ہمت، حوصلے اور صبر کا آپ نے ثبوت دیا زمانہ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

جناب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تنے اونچے درجے کی ولیہ اور مستجابۃ الدعوات ہیں کہ آپ نے کوفہ میں لوگوں کو روتے پٹیتے دیکھ کر جو کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلے وہ من و عن پورے ہوئے۔ یعنی جو بددعا اہل کوفہ کے متعلق آپ کی زبان سے نکلی وہ لفظ بہ لفظ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، جس کا اثر اب تک محرم کے مہینہ میں دیکھنے میں آتا ہے۔ آپ کے بددعا یہ کلمات قاتلین امام حسین کے بارے میں جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے ملاحظہ فرمائیے!

اتبعون اخی اجل واللہ فابکوا فانکم احرى بالبکاء فابکوا کثیراً و اضحکوا قليلاً۔ (الحجاج طبری صفحہ 30، حیات امام حسین بن علی صفحہ الجزء الثالث صفحہ 343 ودیگر کتب)

قارئین کرام! پورے غور و فکر سے آپ کے یہ فرمودات پڑھیے اور پھر محرم کی محافل و مجالس اور جلوسوں کا مشاہدہ کیجیے اور دیکھئے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا فرمان اور دعا کو اللہ تعالیٰ کس قدر قبولیت کا شرف بخشا ہے۔

جناب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تدفین کہاں اور کس جگہ ہوئی؟

اس موضوع پر لکھنے والے علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے آپ کی قبر مبارک دمشق (ملک شام) میں ہے، پھر اس میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ شام میں آپ کی قبر کیسے بنی جب کہ آپ دیگر مستورات کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں آگئی تھیں تو پھر دوبارہ شام میں کیوں اور کس لیے تشریف لے گئیں؟ بعض کا قول ہے کیوں کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی جس کا نام ام محمد تھا یزید کے نکاح میں تھیں اور یہ آپ کی صاحب زادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور بیوی سے تھی تو اس رشتہ کی وجہ سے یزید سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے انتہائی حسن سلوک سے پیش آیا اور حسن اخلاص سے متاثر ہو کر سیدہ زینب وہیں رہ پڑیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔

دوسرا قول یہ ہے چوں کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے یزید کے ساتھ اچھے مراسم تھے اور گاہے بہ گاہے اس کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سیدہ زینب کو ساتھ لے کر شام گئے اور وہیں آپ اچانک بیمار ہو گئیں، حتیٰ کہ فوت ہو گئیں اس لیے آپ دمشق میں مدفون ہوئیں اور بھی ایک دو قول اس کے بارے میں کتب شیعہ میں لکھے ہوئے ہیں، جن میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی سخت توہین پائی جاتی ہے اس لیے ان کو درج کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

اور ایک قول کے مطابق آپ کی قبر مبارک مصر کے دار الحکومت القاہرہ میں ہے۔ یہ روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا۔ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جناب سیدہ کو ساتھ لے کر مصر میں چلے گئے تھے، کیوں کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو مصر میں جائیداد دی تھی اس لیے اپنی جائیداد کے پاس تشریف لے گئے، چوں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں وہ بیمار ہوئیں اور وفات پا گئیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔ لیکن راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق آپ کی قبر انور مدینہ طیبہ جنت البقیع میں ہے۔ چنانچہ دلائل ملاحظہ کیجیے:

از جملہ آناں زینب کبریٰ علیہا السلام دختر سیدنا امیر المومنین است کہ کنیتش ام کلثوم بوده و قبرش در نزدیکی قبر شوہرش
عبداللہ بن جعفر ظیار رضی اللہ عنہما است۔

(کتاب زینب کبریٰ از ولادت تا شہادت، مؤلف آیت اللہ علامہ سید محمد کاظم قزوینی، ایران)

ترجمہ خلاصہ: جناب سیدہ زینب کبریٰ صاحب زادی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ام کلثوم تھی، ان کی قبر
مبارک جنت البقیع میں معروف مشہور ہے۔

اور اہل سنت کی کتاب نساء اہل البیت تالیف ڈاکٹر احمد خلیل کے صفحہ 678 میں یوں لکھا ہے:

ان الصحیح بان زینب بن علی رضی اللہ عنہما قد توفیت و دفنت فی
المدينة المنورة۔ و اللہ اعلم۔

اور اس کے صفحہ 679 پر یوں ہے:

ان زینب رضی اللہ عنہا ظلت فی المدینہ المنورہ و احبت ان تدفن فی البقیع
الی جوار نساء اہل البیت النبوی الطاہرہ۔ و اللہ اعلم۔

مزید اس کی تفصیل شیعوں کی کتاب ”علی کی بیٹی“ مؤلف ڈاکٹر علی قائمی ترجمہ و اضافہ جات محمد حسین زیدی کے

صفحہ 494 تا 499 کا مطالعہ کیجیے!

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مستورات اہل بیت کو قیدی بنایا جانا اور ان کی چادریں اتارنا اور طرح
طرح سے ان کی بے حرمتی کرنے والی تمام روایات غلط اور بے سرو پا ہیں۔ چنانچہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان
بدایونی اپنی تصنیف نسب نامہ صحابہ و اہل بیت کے صفحہ 102 پر تحریر فرماتے ہیں:

بلکہ تاریخ دان حضرات پر مخفی نہیں کہ بعد شہادت امام حسین بقیہ اہل بیت کو قیدی بنانا، جیل میں رکھنا یہ بھی
محض بناوٹی ہے جو رونے رلانے کے لیے گھڑا گیا ہے بلکہ ان کی توہین آمیز جو بھی روایت ہوگی وہ سب
کی سب بے بنیاد و افرض و خوارج اور بے ادب لوگوں یہود و نصاریٰ کی افترا کردہ ہے جو کہ محض اسلام
دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

نام و نسب

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نواسی ہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی سگی اور حقیقی بہن ہیں۔ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تربیت حاصل کی اور پاک ماحول اور پاک گھر میں پرورش پائی۔ آپ کی ولادت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت سے خاندان نبوت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی خالہ کے نام پر اُم کلثوم رضی اللہ عنہا رکھا اور خود اُن کو تہدیک یعنی گڑھتی دی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو تقریباً آپ کی عمر مبارک پانچ سال تھی اور اسی سال اُن کی والدہ محترمہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال شریف ہوا تو آپ نے اپنے والد گرامی خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی پرورش پائی، علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اخلاق حسنہ کی تربیت حاصل کی۔ علاوہ ازیں سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کی نگرانی فرماتے رہے۔ نیز آپ نے اپنی حقیقی بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے 17 سال بعد ذوالقعدہ کے مہینے میں ہوا۔ اور چالیس ہزار درہم آپ نے حق مہر ادا کیا۔ اس سے سیدنا عمر فاروق اعظم کی سعادت اور شان مزید بلند و برتر ہو گئی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسے سر اور سیدہ خاتون جنت کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ عقد نکاح کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ مہاجرین اولین بیٹھے ہوئے ہیں جن میں سیدنا علی المرتضیٰ، امام مظلوم سیدنا عثمان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام تشریف رکھتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ مجھے مبارک باد دیں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کس بات کی؟ تو آپ نے

فرمایا: میں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا ہے۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت اور سر ہونے کا شرف مجھے پہلے ہی حاصل ہے، چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل سبب و نسب منقطع یوم القيامة ما خلا سببی و نسبی۔
اس لیے میں نے چاہا یہ شرف بھی مجھے حاصل ہو جائے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا خلفائے راشدین کی بیویوں سے سوائے اپنی والدہ محترمہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بہترین زوجہ ہیں۔ سیدہ ام کلثوم اپنی والدہ محترمہ اور اپنی نانی محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح فضل و جود اور اچھے اخلاق کی مالک تھیں آپ کی زندگی مبارک کا ایک بہترین اور بے مثل واقعہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

سیدنا عمر فاروق کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں بسا اوقات رات کو چوکیدار کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گزر رہا دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے۔ جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے اُن صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔ امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت اور حاجت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے؟ اُن صاحب نے کہا بھائی جاؤ اپنا کام کرو۔ آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ اُن صاحب نے کہا یہ میری بیوی کی آواز ہے۔ جس کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے اور ولادت کا وقت قریب ہے۔ دردِ زہ ہو رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی دوسری عورت بھی اُس کے پاس موجود ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی نہیں۔ آپ وہاں سے اٹھے اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور اپنی بیوی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ایک بڑے ثواب کی چیز تمہارے مقدر میں آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک گاؤں کی رہنے والی بے چاری تنہا ہے اور اس کو دردِ زہ ہو رہا ہے۔ تو سیدہ ام کلثوم نے فرمایا کہ ہاں ہاں آپ کی اجازت ہو تو میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوتی کہ یہ بھی آخر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبِ زادی اور لختِ جگر تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ضرورت پڑتی ہے وہ تمام اشیاء اپنے ساتھ لے لو۔ اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور کھانے پکانے وغیرہ کا سامان بھی ساتھ لے لو تو وہ لے کر چلی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود پیچھے پیچھے ہو لیے۔ وہاں پہنچ کر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اندر خیمہ میں چلی گئیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود آگ جلا کر اُس ہانڈی کو چولہے پر رکھ کر اُس میں کچھ دانے دال وغیرہ اور گھی ڈال کر پکانے لگے اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی تو اندر سے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے آواز دے کر عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی خوش خبری اور بشارت دیجیے۔ امیر المؤمنین کا لفظ جب اُن صاحب کا کان میں پڑا تو وہ گھبرائے۔ آپ نے فرمایا: گھبرانے کی بات نہیں، یہ میرا فرض تھا جو میں نے نبھایا۔ پھر وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ کر فرمایا: اُم کلثوم! اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے فرمایا: لو تم بھی کھاؤ۔ تمہیں جو رات بھر تکلیف اور بیزاری رہی اُس کی میں معذرت چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ اپنی اہلیہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور آتے وقت اُس بدو سے فرمایا کہ صبح کو میرے پاس آنا، میں تمہارے لیے مستقل معاش کا بندوبست یا انتظام کر دوں گا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیویوں میں سے کم عمر اور سب سے زیادہ عزت و عظمت والی اور عالمہ فاضلہ اور بڑی عقل و دانش کی مالک تھیں۔ بخاری شریف میں موجود ہے کہ ایک دفعہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سی مال غنیمت کی چادریں پیش کی گئیں تو آپ نے وہ چادریں مدینہ طیبہ کی عورتوں میں تقسیم کر دیں اور اُن میں اعلیٰ قسم کی ایک چادر باقی رہ گئی۔ وہ صحابہ کرام جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجیے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چادر کی زیادہ حق دار حضرت اُم سلیط ہیں۔ اور فرمایا: اُم سلیط انصار کی اُن عورتوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اُحد کے دن اُم سلیط مشک اٹھا کر غازیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

ایک دفعہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اعلیٰ قسم کی ایک چادر خریدنے کی فرمائش کی اور فرمانے لگیں مجھے بھی ایسی چادر لادو جیسی حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنی بیوی کو لاکر دی اور اسی طرح حضرت زبیر بن عوام نے اور طلحہ نے بھی اپنی اپنی بیویوں کو بہترین چادریں لاکر دی ہیں۔ تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا

تھے یہ کافی نہیں کہ لوگ کہیں کہ ام کلثوم بنت علیؑ اور بنت فاطمہؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی اور زوجہ عمر فاروقؓ ہیں تو سیدہ ام کلثومؓ کا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں: میں اپنے اللہ کی اس نعمت پر راضی اور شکر گزار ہوں۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد سیدہ ام کلثومؓ کا عقد نکاح حضرت عون بن جعفر بن ابی طالبؓ سے ہوا اور ان کے وصال کے بعد سیدہ ام کلثومؓ کا عقد نکاح حضرت محمد بن جعفر بن ابی طالبؓ سے ہوا۔

سیدہ ام کلثوم سے حضرت علیؑ کی محبت و الفت اور اعتماد کا حال

جب سیدنا حضرت علیؑ خلیفہ بنے تو آپ نے حالات کے پیش نظر حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے مدینہ طیبہ سے باہر جانے پر کی پابندی عائد کر دی۔ لیکن وہ کسی طرح موقع پا کر مکہ پاک کی طرف چلے گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰؑ کو اطلاع ملی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین عبداللہ بن عمرؓ کا مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ چلا جانا حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ سے بھی زیادہ آپ کی حکومت کے لیے خطرناک ہے۔ تو سیدنا علی المرتضیٰؑ یہ سن کر بہت گھبرائے اور فوراً کچھ لوگوں کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی گرفتاری کے لیے روانہ کرنے ہی والے تھے کہ سیدہ ام کلثومؓ کو پتا چلا تو آپ فوراً اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰؑ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے والد گرامی! سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی گرفتاری کا خیال چھوڑ دیجیے، وہ ایک درویش طبع انسان اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے سختی سے پابندی کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے انسان ہیں اور میں اس بات کی ضمانت دیتی ہوں کہ عبداللہ بن عمرؓ سے آپ کو کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ تو سیدنا علی المرتضیٰؑ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور عبداللہ بن عمرؓ کی گرفتاری کا ارادہ ترک کر دیا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کا سیدہ ام کلثومؓ سے ایک صاحب زاہ زید نامی پیدا ہوا۔ یہ زید بن عمرؓ بھی اپنے والد سیدنا عمر فاروقؓ اور نانا جان سیدنا علی المرتضیٰؑ کی طرح بہت بہادر اور دلیر تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت زید بن عمرؓ حضرت معاویہؓ سے ملنے کے لیے ان کے پاس گئے تو حضرت معاویہؓ نے ان کو اپنے پاس احترام سے بٹھایا۔ اس وقت جو لوگ حضرت امیر معاویہؓ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ان سب پر حضرت زید بن عمرؓ کا رعب اور دبدبہ چھا گیا۔ آپ انتہائی خوب صورت اور نیک سیرت تھے۔ ان لوگوں میں بسر بن ارطاة

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

العامری القریشی نے بہ طور طنز اور مذاق آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ابو تراب کا بیٹا ہے یہ سن کر حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور دونوں میں تکرار ہونے لگی۔ یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا اُس کے سر پر دے مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس کو پکڑ کر زمین پر دے مارا، نیز اُس کے سینے پر بیٹھ کر فرمانے لگے: اے معاویہ! اسے کسی نے نہیں بتایا کہ انا ابن الخلیفتین۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے بسر! کیا تو نہیں جانتا کہ یہ علی اور عمر رضی اللہ عنہما کا بیٹا ہے، اس کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، تو نے اس کے سامنے علی کی توہین کی تو وہ کیوں کر برداشت کر سکتا تھا، یہ ابن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے، یہ کس طرح صبر کرتا۔ اس کے بعد حضرت زید بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کی مجلس سے اٹھ کر چل دیئے اور فرمانے لگے کہ میں اب آپ کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُس کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا اور فرمایا انہیں کہیں کہ معاویہ تجھے قسم دیتا ہے کہ واپس آ جاؤ، اگر آپ نہ آئے تو میں خود آپ کے پاس چلا آؤں گا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے وہ قسم نہ دیتا تو میں کبھی بھی واپس اُس کے پاس نہ جاتا۔

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کو اپنے پاس بٹھایا اور اُن کے سر اور منہ کو چوما اور کہنے لگے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احسانات کو کیسے فراموش کر سکتا ہوں۔ انہوں نے مجھے سے بہتر اور افضل اصحاب رسول کے ہوتے ہوئے مجھے ملک شام کا حاکم اور امیر بنایا اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ اُس کے نقش قدم پر چلوں جو کہ انتہائی دشوار اور مشکل ہے۔ پھر حضرت معاویہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان میں سے ہر ایک کو چار چار ہزار درہم دیئے۔ آپ کے ساتھ چالیس لوگ تھے۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور بسر بن ارطاہ میں صلح کرا دی۔

سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب

سیدنا زید بن عمر رضی اللہ عنہما کے وصال کا سبب یہ ہے کہ آپ نے سنا بنی عدی بن کعب میں لڑائی جھگڑا ہو گیا ہے تو آپ بہ غرض صلح وہاں تشریف لے گئے، چوں کہ رات کا وقت تھا تو اندھیرے کی وجہ سے آپ کے سر مبارک پر کوئی چیز لگی جس سے آپ شدید زخمی ہوئے اور اُن زخموں کی وجہ سے جوانی میں ہی آپ وصال فرما گئے۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال

آپ کا اور آپ کے صاحب زادے زید بن عمر رضی اللہ عنہما کا وصال ایک ہی دن میں ہوا، کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ جوانی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔

و قال عبد الله بن عمر لآخيها الحسن تقدم فصل على اختك و ابن اختك فقال الحسن رضی اللہ عنہ لابن عمر بل تقدم انت فصل على أمك و اخيك و تقدم عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ و جعل زيدا مما يليه ثم جعل أم كلثوم وراء ثم صلى عليهما و كبر اربعاً و خلفه الحسن و الحسين رضی اللہ عنہما۔

(نساء اہل بیت صفحہ 711)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آگے بڑھو اپنی بہن اور بھانجے پر نماز پڑھو۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا بلکہ تم آگے بڑھ کر اپنی ماں اور اپنے بھائی کا جنازہ پڑھاؤ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت زید کو اپنے سامنے قریب رکھا اور اس کے پیچھے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جنازہ رکھا گیا پھر دونوں پر اکٹھی نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔



سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نسب و لقب

آپ ہاشمی اور مطلبی ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ہیں۔ آپ کا لقب ذوالجناحین بھی ہے یعنی دو پروں والا اور طیار بھی یعنی اڑنے والے۔ آپ اکتیس لوگوں کے بعد ایمان لائے یعنی بتیسویں مومن ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے ہیں۔ صورت اور سیرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر اور دوسرے بہت صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے اکتالیس سال عمر پائی۔ 8ھ غزوہ موتہ میں اس طرح شہید ہوئے کہ آپ کے جسم شریف کے سامنے والے حصے میں 90 زخم تھے تلواروں نیزوں کے۔ آپ کی شہادت کی خبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نماز جنازہ اور دعا مغفرت فرمائی۔

آپ جلیل القدر شہید اور عظیم الشان مجاہد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: جعفر بن ابی طالب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی الہاشمی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں، پہلی ملک حبشہ کی طرف، پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف۔ مدینہ منورہ آپ اس وقت آئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح فرما چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آج دو خوشیاں ملی ہیں ایک خیبر کے فتح ہونے کی اور دوسری جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی اور میں نہیں بتا سکتا کہ ان دونوں میں سے کون سی خوشی اور فرحت زیادہ بڑی ہے۔

و عن ابی ہریرۃ، قال کان جعفر یحب المساکین و یجلس الیہم و یحدثہم و یحدثونہ و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یکنیہ بابی المساکین۔
رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جناب جعفر فقرا سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے

درمیان بیٹھتے تھے ان سے باتیں کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کی کنیت ابوالساکین رکھی تھی۔

و عنہ، قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رایت جعفر یطیر فی الجنة مع الملائكة۔ رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: انہیں سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جناب جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے دیکھا۔

جب حضور ﷺ کے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے حکم اور اجازت سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے کیوں کہ مکہ معظمہ میں اب مسلمانوں پر بہت ہی زیادہ سختیاں ہونے لگی تھیں جب قریش مکہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے بہت سارے تحفے اور ہدیے دے کر ایک وفد بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ مسلمانوں کے بارے میں ان کو آگاہ کریں اور کہیں کہ کیوں کہ ہمارے اور تمہارے تعلقات بہت اچھے ہیں اور تجارتی معاہدہ بھی آپ کے ساتھ ہے انہوں نے آ کر یہ ساری باتیں نجاشی بادشاہ سے کہہ سنائیں اور مطالبہ کیا کہ ہمارے کچھ لوگ باغی ہو کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر ایک نئے دین کے تابع ہو گئے ہیں جو سب سے انوکھا اور نرالا ہے لہذا ان کو ہمارے حوالے کیا جائے بادشاہ نے کہا کہ پہلے میں تحقیق کر لوں پھر تمہاری درخواست پر غور و خوض کیا جائے گا، چنانچہ نجاشی بادشاہ نے حکم دیا کہ مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو بلا یا جائے، جب مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو آپس میں کہنے لگے کہ عیسائی بادشاہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ حاضر ہونے والے اس کو سجدہ کرتے ہیں، سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو ایسا ہرگز نہیں کریں گے، جو ہوتا ہے ہو جائے ہم تو اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات سے سرمو انحراف نہیں کریں گے اور فرمایا میں بات کروں گا، تم میری تائید اور اطاعت کرنا چنانچہ مسلمانوں کا یہ قدسی گروہ اور جماعت نجاشی کے پاس تشریف لائی تو انہوں نے ان کے دستور کے مطابق سجدہ نہ کیا بادشاہ کے درباریوں نے اس پر ناراض ہو کر مسلمانوں سے سوال کیا کہ تم نے بادشاہ کو سجدہ (دستور کے مطابق) نہیں کیا تو مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور نہ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جب نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں سے کہا وہ کون سا مذہب ہے جو تم نے ساری دنیا سے الگ تھلگ اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے سیدنا جعفر بن ابی طالب نے آگے بڑھ کر نجاشی کے سامنے اس طرح تقریر فرمائی:

در بارِ نجاشی میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر

اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بت پرست تھے، مردہ خور تھے، بدکار اور قطع رحمی کرنے والے اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے تھے، ہم میں جو طاقت ور ہوتا وہ کم زور کا حق دبا لیتا تھا، اپنے پڑوسیوں سے بدسلوکی کرنے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے حسب و نسب صداقت امانت سے ہم سب اچھی طرح واقف تھے اس نے ہم کو بت پرستی سے روکا اور توحید کا راستہ دکھایا، راست گفتاری، امانت اور صلہ رحمی کا حکم دیا، ہمسایوں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تعلیم دی، زنا اور بدکاری سے منع فرمایا، جھوٹ بولنے اور بیسیوں کا مال کھانے سے منع کیا، قتل و غارت سے باز رکھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے سختی سے منع کیا اور ہمیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اس کی فرماں برداری کی اس لیے ہماری قوم ہم سے ناراض ہو گئی اور ہم کو انواع و اقسام کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں، یہاں تک کہ ہمیں قتل کرنے کے درپے ہو گئے، ہم مجبور ہو کر اپنے وطن سے ہجرت کر آئے اور آپ کے ملک میں پناہ گزین ہو گئے، ہم کو یقین ہے کہ آپ کے ملک میں ہم کو آرام اور چین ملے گا۔

جب وفد قریش نے بادشاہ کو متاثر ہوتے دیکھا تو کہنے لگے کہ ان کا عقیدہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ لوگوں سے مختلف ہے تو بادشاہ نے کہا کہ تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ چوں کہ سورۃ مریم اس وقت تک نازل ہو چکی تھی تو سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کا وہ حصہ تلاوت فرمایا جس میں سیدنا عیسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کا ذکر ہے۔ تو نجاشی بادشاہ نے اپنے پادریوں اور راہبوں سے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ مجھے تو اس میں سوائے سچائی کے اور کچھ نظر نہیں آتا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک وہ اللہ کے وہی رسول ہیں جن کی بشارت سیدنا عیسیٰ رضی اللہ عنہ روح اللہ نے انجیل میں دی۔ چنانچہ نجاشی نے کہا کہ تمہارا عقیدہ اے مسلمانو! بالکل درست ہے، انجیل کا بھی یہی مفہوم ہے جو تم نے پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ نجاشی نے قریش کے وفد کو ان کے تحفے تحائف کے ساتھ واپس کر دیا، چنانچہ وہ ناکام ہو کر مکے واپس آ گئے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول لجعفر بن ابی طالب

اشبہت خلقی و خلقی۔ (موسوۃ آل بیت النبی الاطہار صفحہ ۱۲۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو خلق اور خلق کے لحاظ سے میری طرح ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس حدیث سے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت اور شان ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ ساری کائنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ کوئی خلق میں اور نہ ہی خلق (پیدائش) میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اللہ تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرما رہے ہیں: تیرا خلق بھی میرے خلق کی طرح ہے۔
عن عبد اللہ بن جعفر، قال: ما سالت علیا شیئا بحق جعفر الا اعطانیہ۔

(سیر اعلام النبلاء جلد سوم صفحہ ۱۳۲)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی اپنے والد سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی چیز مانگی تو آپ ضرور دے دیتے۔

نیز سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کتنے ہی غصہ میں کیوں نہ ہوتے مگر جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ آپ کو دیا جاتا تو فوراً ان کا غصہ کافور ہو جاتا یعنی جاتا رہتا۔

عن ابن عباس، بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم جالس و اسماء بنت عمیس قریبہ اذ قال یا اسماء هذا جعفر مع جبریل و میکائیل مر فاخبرنی انه لقی المشرکین یوم کذا و کذا فسلم، فردی علیہ السلام و قال: انه لقی المشرکین، فاصابه فی مقادیمہ ثلاث و سبعون فاخذ اللواء بیدہ الیمنی فقطعت ثم اخذ بالیسری فقطعت قال: فعوضنی اللہ من یدی جناحین اطیر بہما مع جبریل و میکائیل فی الجنة آکل من ثمارہما۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 144)

سیدنا عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، حضرت اسماء بنت عمیس آپ کے قریب تھیں، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسماء بنت عمیس! یہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے جنگ موتہ کے بارے میں وہاں اس طرح اور اس طرح ہوا۔ حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے فرمایا: جنگ موتہ کی صورت حال بیان کی، جعفر رضی اللہ عنہ کو جنگ موتہ میں 73 زخم آئے، انہوں نے جھنڈا دائیں ہاتھ میں پکڑا، جب دایاں ہاتھ کٹ گیا تو پھر بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا، حتیٰ کہ وہ بھی کٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے دو پر عطا کئے جن سے میں جنت میں اڑ رہا ہوں اور میں جنتی میوے کھا رہا ہوں۔

جنگ موتہ کا واقعہ

سنہ 8ھ کو سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں سے لڑنے کے لیے روانہ فرمایا۔ کیوں کہ انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد سیدنا حارث بن عمیر ازدی کو شہید کر دیا تھا جس کا انتقام لینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر روانہ فرمایا اور فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ تھام لیں، اگر جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر یہ علم اور جھنڈا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پکڑ لیں، چنانچہ جب یہ لشکر مقام موتہ پر پہنچا تو رومیوں کا بہت بڑا لشکر مقابلے کے لیے سامنے آیا، جس کی تعداد پہلے ایک لاکھ تھی اور پھر ان کی مدد کے لیے مزید ایک لاکھ رومیوں کا لشکر پہنچ گیا، یہ صورت حال دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا تو بعض نے یہ رائے دی اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینی چاہیے، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مدد کے لیے کوئی مزید کمک روانہ فرمائیں، مگر سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ جس مقصد کے لیے ہم اللہ کی راہ میں نکلے ہیں وہ شہادت ہے اور ہمیں اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ زبردست لڑائی ہوئی جس میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، فوراً آگے بڑھ کر پرچم اسلام سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے تھام لیا، بڑی بہادری سے لڑے، مگر آخر کار سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

کتابوں میں لکھا ہے آپ کے جسم مبارک پر تیر تلوار اور نیزوں کے نوے سے زیادہ زخم آئے اور وہ سب کے سب آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک کی طرف تھے۔ بعد ازاں جھنڈا سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا وہ بھی بہت بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو اب غازیان اسلام صحابہ کرام نے باہم مشورہ کر کے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سپہ سالار اور جرنیل مقرر کر لیا یاد رہے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں بحیثیت سپاہی شامل ہوئے تھے تو جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جرنیل بن گئے تو آپ نے عجیب حکمت عملی سے لشکر اسلام کو کافروں کے لشکر سے لڑایا، بہ نفس نفیس اس قتال میں حصہ لیا یعنی ایک طرف تو آپ پورے لشکر اسلام کی کمان کر رہے تھے اور دوسری طرف خود اپنی تلوار سے کفار کو مولیٰ گاجر کی طرح کاٹ رہے تھے۔

بہت سی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں لڑتے لڑتے یکے بعد دیگرے نو تلواں ٹوٹیں بہر حال آپ

نے اس حکمت عملی سے جنگ کی کہ لشکر اسلام جن کی کل تعداد تین ہزار تھی جب کہ کافروں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تھی آپ کی جنگی مہارت اور قابلیت سے مسلمانوں کا بہت ہی کم نقصان ہوا جب کہ ہزاروں کی تعداد میں کافر مارے گئے، تو سید الانبیاء ﷺ نے مدینہ طیبہ منبر شریف پر کھڑے ہو کر اس جنگ کا پورا نقشہ بیان کر دیا، اس لیے ہی اس کو غزوہ موتہ کہا جاتا ہے کیوں کہ غزوہ وہ ہوتا ہے جس میں رسول ﷺ بہ نفس نفیس شامل ہوں تو اگر چہ غزوہ موتہ میں حضور ﷺ بہ ظاہر شامل نہ تھے مگر اس جنگ کی آپ لمحہ بہ لمحہ خبر دیتے رہے۔ بخاری شریف میں موجود ہے آپ ﷺ نے اس کا تفصیلی واقعہ بیان فرما دیا اور فرمایا تمہارے لشکر کی خبر یہ ہے کہ زید رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں اور اس کے بعد پرچم اسلام جعفر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا اور ان کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی بڑی شجاعت اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کے ہاتھ میں ہے۔

و عن اسماء، قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فدعا بنى جعفر فرات شمهم، وذرفت عيناه فقلت يا رسول الله ابلغك عن جعفر شيء قال نعم قتل اليوم فقمنا نبكى ورجع، فقال: اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد شغلوا عن انفسهم۔ و عن عائشة، قالت: لما جاءت وفاة جعفر عرفنا في وجه النبي صلى الله عليه وآله وسلم الحزن۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ 134، 135 جلد سوم)

ترجمہ: سیدنا اسما سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو سیدنا جعفر کے بیٹے کو بلایا پس میں نے دیکھا آپ ﷺ انہیں بوسہ دیتے ہیں اور سونگھتے ہیں اور آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! معلوم ہوتا ہے یہ یتیم ہو گئے ہیں اور آپ کو جعفر رضی اللہ عنہ کی خبر آئی ہے۔ فرمایا: ہاں، وہ آج شہید ہو گئے ہیں۔ سیدنا اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم رونے لگے، حضور ﷺ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنی ازواج سے فرمایا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیوں کہ وہ غم میں مشغول ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی وفات کا اثر ہم نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیا کیوں کہ آپ بہت غم ناک تھے۔



سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ اپنے بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بیس سال اور جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ یہ جنگ بدر میں لشکر کفار میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے آئے تھے اور گرفتار ہوئے، خود مال دار نہیں تھے، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہدیہ دے کر رہائی دلائی تھی۔ سنہ 8ھ میں مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آئے۔ جنگ موتہ میں شامل تھے، واپسی پر بیمار ہو گئے، اس لیے ان کا ذکر فتح مکہ، حنین اور طائف کے معرکوں میں نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ بھی جنگ بدر میں کفار کے ساتھ مجبور ہو کر آئے تھے پھر صلح حدیبیہ سے قبل مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سنہ 8ھ کے اوائل میں آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوہ حنین میں یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو ثابت قدم رہے آپ کے لیے مسجد نبوی شریف میں قالین یا مسند بچھائی جاتی لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھتے، آپ لوگوں کا نسب بیان کرتے کیوں کہ اس فن کے آپ بڑے ماہر تھے عموماً قریش کی غلط اور خلاف واقعہ قصے اور قریش کی برائیاں بیان کرتے جس کی وجہ سے اکثر لوگ آپ سے دور رہتے اور آپ کو اچھا انسان تصور نہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال له: انی احبک لقربتک منی، و

لحب ابی طالب لک۔ (سیر اعلام النبلاء صفحہ 140 جلد سوم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھ سے دو وجہ سے محبت کرتا ہوں اپنی قربت اور اس لیے کہ ابو طالب تجھ سے پیار کرتے تھے۔

آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مال کے قدرے حریص تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرما جانے کے بعد آپ کا مکان شریف انہوں نے فروخت کر کے کھا لیا تھا، آخر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس لیے ناراض ہو گئے کہ انہوں نے آپ سے بہت سا مال طلب کیا تھا، آپ کے جواب دینے پر کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی ملکیت بیت المال ہے اس میں سے مجھے دے دو آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں مسلمانوں کے

مال میں آپ کو بلا وجہ اتنا مال دے دوں۔ یہ ناراض ہو گئے، تو انہوں نے فرمایا جاؤ لوگوں کے مال میں سے جو ملتا ہے لے لو۔ انہوں نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے چوری کے جرم میں گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیت المال سے مال دے کر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلمانوں کا چور بنوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ ناراض ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے انہوں نے ان کو منہ مانگا مال دے دیا۔

سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہت بڑے مزاج پسند اور ہنس مکھ تھے اور بات کرنے کا ایسا سلیقہ رکھتے تھے کہ دشمن یا مد مقابل کو دندان شکن جواب دیتے ایک دفعہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو جاننے ہو یہ کون ہے؟ یہ ابو طالب کا بھتیجا ہے، ابو لہب اس کا چچا تھا، سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ درست ہے لیکن یہ بھی جانتے ہو کہ ابو لہب کی بیوی حماتہ الخطب معاویہ کی پھوپھی ہے۔

ان کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ ان کی خالہ فاطمہ بنت عتبہ بن ربیعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی ایک روایت کے مطابق ان کی وفات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے، سیدنا عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات واقعہ حرہ سے قبل یزید کی حکومت کے اول دور میں ہوئی۔



سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

آپ سیدنا جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ آپ کی والدہ بی بی اسماء بنت عمیس ہیں۔ ان کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں گئے تو وہاں ان کی پیدائش ہوئی۔ حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے ہیں جو پیدا ہوئے۔ بڑے سخی تھے، آپ رضی اللہ عنہ کا لقب بحر الجود تھا۔ بڑے خوش طبع اور حلیم تھے، اسلام میں ان جیسا کوئی سخی نہیں پیدا ہوا۔ نوے سال کی عمر میں سنہ 80ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر شریف ہے۔

چوں کہ آپ کے والد گرامی سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اس لیے آپ کی پرورش اور تربیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی۔ بہ روایت دیگر خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت اور تربیت فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں: سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے ردیف بنا کر اپنے پیچھے بٹھالیا اور آہستہ سے مجھے ایک راز کی بات بتائی پوچھنے پر بتایا کہ میں یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب عادت قضائے حاجت کے لیے نکلے تو مجھ کو آپ نے اپنا ردیف بنا کر پیچھے بٹھالیا، آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اس باغ میں ایک بھوکا اونٹ بندھا تھا اس اونٹ نے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چیخ مار کر رونے لگا، اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اس کو پیار کیا تو وہ خاموش ہو گیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے؟ چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جانور کے متعلق تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس کا مالک بنایا ہے اور تو اسے چارہ وغیرہ نہیں دیتا اور بھوکا رکھتا ہے، اس نے مجھ سے تیری شکایت کی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک کریم النفس اور سخی انسان تھے۔ اس لیے لوگوں میں وہ بحر الجود نام سے مشہور تھے کتابوں میں آپ کا ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دس لاکھ درہم قرض دیئے تھے جب سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ان کے صاحب زادے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اپنے والد کے وصیت نامہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ان کا دس لاکھ درہم آپ کے ذمہ ہے جب کہ واقعہ اس کے خلاف تھا، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک وہ سچے تھے اور انہوں نے صحیح لکھا، تم جب جی چاہو مجھ سے وصول کر لینا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب غور سے وصیت نامہ پڑھا تو معاملہ الٹ نظر آیا۔ جب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا وہ مال تو آپ ہی کا ہے تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، جب چاہو دے دینا، اگر نہ دینا چاہو تب بھی کوئی حرج نہیں لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں والد گرامی کا جلد از جلد وصیت کے مطابق قرض اتارنا چاہتا ہوں۔ تو آپ مجھ سے فلاں زمین کا ٹکڑا لے لیں، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے منظور فرمایا، اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس زمین پر گئے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی تو اس جگہ پانی کا چشمہ نکل آیا، جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھ سے رقم وصول کر لیں اور میری زمین واپس کر دیں۔ تو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری دعا کا معاوضہ کون دے گا۔ سبحان اللہ!

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی تحمل و بردباری کے اتنے واقعات ہیں جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے تعلقات بہت اچھے تھے ایک دوسرے کا بہت زیادہ احترام و اکرام کیا کرتے تھے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تو وہ لاکھوں روپے ان کی نذر کیا کرتے۔

عن عبد اللہ بن جعفر، قال: مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم راسی، فلما مسح قال: اللہم اخلف جعفرًا فی ولدہ۔

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر مبارک پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی: اللہ! جعفر کی اولاد کو محفوظ رکھ!

ان عبد اللہ بن جعفر اخیرہ قال: لو رایتنی و قثم و عبد اللہ بن عباس و نحن صبیان نلعب فمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم علی دابة فقال ارفعوا

الی هذا۔ قال فجعلنی امامہ ثم قال لقسم ارفعوا الی هذا فجعله وراءہ قال: ثم مسح راسی ثلاثا فکلما مسح راسی دعانی: قال اللهم اخلف جعفر فی ولده۔
(تاریخ دمشق صفحہ 175، 174 جلد 30-29)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ میں اور قسم بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بچے تھے اور کھیل رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہمارے پاس سے گزرے تو فرمایا اس بچے کو میری طرف اٹھاؤ چناں چہ مجھے آپ نے آگے بٹھالیا سیدنا قسم بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اس کو میری طرف اٹھاؤ اس کو آپ نے اپنی پچھلی طرف بٹھالیا، پھر تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ہر مرتبہ میرے لیے دعا فرماتے تھے اے اللہ! جعفر کی اولاد کو محفوظ رکھ۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی رومیوں کے خلاف لڑائی اور بے مثال شجاعت

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رومیوں کے خلاف جو بڑے بڑے معرکے اور میدان لگے ان میں سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جب بڑے ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے اپنے والد کے بارے میں پوچھا کرتے تھے تو آپ کی والدہ فرماتیں کہ بیٹا تیرے باپ کو رومیوں نے شہید کر دیا تھا، سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہا کرتے تھے اے امی جان اگر میں زندہ رہا تو رومیوں سے اپنے عظیم باپ کا بدلہ ضرور لوں گا، جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمیس الجولی کی زیرکمان شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اجازت سے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اس لشکر کے ساتھ شام آئے آپ صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔

قلعہ عبد القدس کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

اس قلعہ کے پاس عیسائیوں کا ایک بہت بڑا گرجا گھر تھا، ہر سال یہاں ایک بہت بڑی منڈی لگتی تھی اس منڈی میں چوں کہ نمائش بھی ہوا کرتی تھی لوگ اپنے اپنے علاقہ کی مصنوعات اور ساز و سامان سونا چاندی وغیرہ لے کر آتے تھے، خرید و فروخت کا بازار خوب گرم ہوتا، تین سے سات دن تک بڑی گہما گہمی اور چہل پہل رہتی تھی، مسلمانوں کو اس

بازار کا بالکل علم نہ تھا، عیسائی جنہوں نے مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں سے امان حاصل کر لی تھی ان معاہدین میں تھے جن کو ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امان دے رکھی تھی اور وہ اس کو اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت بڑا احسان سمجھتا تھا۔ جب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر مقرر ہوئے تو اس معاہد نصرانی نے چاہا کہ وہ آپ کا قرب حاصل کرے ممکن ہے کہ آپ کلیسا اور اس کے مد مقابل واقع وہ بازار جس میں منڈی اور نمائش لگا کرتی تھی روانگی فرمائیں، چنانچہ اس معاہد نے اس قلعہ کا سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پتہ بتایا، یہ سن کر سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: تم میں سے کون اس کلیسا کو جانے کے لیے تیار ہے؟ تو سب سے پہلے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دکھڑے ہوئے اور کہا: یا امین الامۃ! آپ جس لشکر کو تیار کر کے بھیجنے والے ہیں میں اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی ہوں گا آپ ان کے اہتمام پر بڑے خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جانے کے لیے دوسرے مسلمان مردوں اور شہسوار موحدین کو طلب فرمانے لگے چنانچہ آپ نے پانچ سو مجاہدوں کا دستہ ترتیب دے کر آپ کے لیے ایک جھنڈا اپنے ہاتھ سے باندھ کر اور شہسواروں کا دستہ آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لشکر اور دستہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بعض اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے، اس لیے تو اس گروہ میں پانچ سو نفوس قدسیہ شامل تھے۔

(فتوح الشام صفحہ 324-338 جلد اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلعہ ابوالقدس عرقہ طرابلس اور مرج السلسہ کے درمیان واقع تھا، اس کے سامنے ایک دیر ہے جس میں ایک عبادت خانہ ہے اور اس صومعہ میں ایک راہب رہتا ہے جو دین نصرانیت کا عالم تھا اور گزشتہ امتوں کی تاریخ اور تمام قدیم کتب پڑھا ہوا تھا، رومی اسکے پاس علم کی روشنی حاصل کرنے اور استفادہ کرنے کی غرض سے آتے تھے، اس کی عمر سو سال سے زائد تھی اس کا معمول تھا کہ وہ ہر سال اپنے دیر کے پاس رومیوں کے ماہ صیام کے اختتام پر ایک عید میلہ منعقد کیا کرتا تھا اس کا نام عید شعانین تھا، عید کے اس موقع پر رومی نصاریٰ وغیرہ گردونواح کے تمام علاقوں سے ساحلی باشندے بھی مجتمع ہوتے تھے اور مصر سے قطبی بھی اس میں شرکت کرتے تھے یہ سارا مجمع اس راہب کو آنکھیں اٹھا کر دیکھتا اور وہ اپنے بالا خانہ سے ان کی طرف اس طرح آتا جیسے سورج طلوع ہو گیا

ہو پھر وہ اجتماع سے خطاب کرتا ان کو انجیل کی وصیتوں کی تعلیم دیتا اور وعظ و نصیحت کرتا۔

اس دیر کے قریب سال بہ سال ایک بہت بڑی منڈی بھی لگتی تھی اس نمائش گاہ میں لوگ اپنے اپنے علاقہ کی مصنوعات، ساز و سامان، سونا چاندی وغیرہ لے کر آتے تھے اور خوب خرید و فروخت کا بازار گرم ہوتا، تین سے سات دن تک بڑی گہما گہمی اور چہل پہل رہا کرتی تھی، مسلمانوں کو اس بازار کا علم نہ تھا، یہاں تک کہ معاہدین نصاریٰ عرب میں سے ایک عیسائی نصرانی نے ان کی اس بازار کے متعلق رہنمائی کی وہ خود بھی ان معاہدین میں تھا جن کو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بڑا احسان سمجھتا تھا، جب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر مقرر ہوئے تو اس معاہد نصرانی نے چاہا کہ وہ آپ کا قرب حاصل کرے ممکن ہے کہ آپ کلیسا اور اس کے متصل واقع وہ بازار فتح کر لیں جس میں نمائش لگا کرتی تھی، چنانچہ وہ نصرانی معاہد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ اس وقت اس فکر میں مبتلا تھے کہ زمام حکومت سنبھالنے کے بعد ان کو پہلا اقدام کیا کرنا چاہئے اور یہ کہ روم کے شہروں میں سے کون سے شہر کی طرف قصد کرنا چاہئے؟

آپ اسی فکر میں غلطاں اور پیچاں تھے اور مسلمانوں سے مشاورت کرنے میں مشغول تھے کہ اتنے میں وہ معاہد نصرانی بھی آگیا اس نے کہا:

اے امیر! آپ چوں کہ میرے بہت بڑے محسن ہیں آپ نے مجھ پر اور میرے اہل و عیال پر امان دے کر بہت عظیم احسان کیا ہے اس لیے میں اس احسان کے شکر یئے کے طور پر آپ کے پاس ایک خوشخبری لے کر حاضر ہوا ہوں اور ایک عظیم غنیمت جو اللہ نے مسلمانوں کے لیے بھی دی ہے اس کی اطلاع دینے آیا ہوں، اگر مسلمانوں نے اللہ کی بھیجی ہوئی اس غنیمت کو پالیا اور اس مقام کو فتح کر لیا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس کے بعد اتنے غنی اور صاحب ثروت ہو جائیں گے کہ مفلسی اور ناداری کا سامنا نہیں کریں گے، سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم آپ کو اپنا خیر خواہ ہی سمجھتے ہیں، اس مال غنیمت کی ہمیں تفصیل سے خبر دیں کہ یہ مال کہاں ہے؟

اس نے کہا: اے امیر! آپ کے بالکل سامنے یہ ایک مضبوط قلعہ ہے جو قلعہ ”ابوالقدس“ کے نام سے معروف ہے اس کے سامنے ایک دیرواقع ہے جس میں ایک راہب رہتا ہے عیسائی اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور اس کی دعا سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس کے علم سے استفادہ کرتے ہیں، راہب نے سال بھر میں ایک عید کا دن مقرر کر

رکھا ہے جس میں لوگ جمیع اطراف و اکناف کے دیہات، شہروں، مختلف ملکوں اور گرجا گھروں سے آکر جمع ہوتے ہیں اس کے قریب بازار لگاتے ہیں جس میں لوگ پوشاک ہائے فاخرہ، عمدہ سامان، کام والے ریشمی کپڑے زیب تن کر کے شریک ہوتے ہیں اس میں سونے اور چاندی کے بہ کثرت زیورات کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہے اب اس عید میلہ لگنے کے دن قریب ہیں کہ یہ میلہ تین دن سے سات دن تک جاری رہتا ہے، پھر لوگ چلے جاتے ہیں اگر آپ ایک چھوٹا لشکر جو مردان عرب پر مشتمل ہو ادھر روانہ کر دیں جو چھاپہ مارے تو چوں کہ وہ لوگ اطمینان اور سکون سے اپنے کاروبار میں مشغول ہونگے اس طرح یہ مختصر سادستہ اس کا سارا ساز و سامان حاصل کر سکے گا، اگر مردوں کو قتل اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیں گے تو یہ مشرکین کو کمزور کرنے کا ذریعہ ہوگا اور مسلمانوں کو کثیر مقدار میں غنیمت کا مال بھی حاصل ہو جائے گا۔

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے معاہدہ کی گفتگو سن کر اس کے بتلائے ہوئے فوائد کے حصول کی امید پر نہایت خوشی کا اظہار کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

اے لوگو! تم میں سے کون اللہ کے لیے اپنی جان کا بہہ پیش کرے گا اور اس لشکر کے ساتھ جسے میں اس بازار کی طرف بھیج رہا ہوں جائے گا؟ اس امید پر کہ اللہ مدد اور کامیابی عطا فرمائے تو یہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑی فتح ہوگی۔

قلعہ ابوالقدس کی طرف لشکر کی روانگی

جب سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون اس دیر (کلیسا) کی طرف جانے کو تیار ہے تو سب سے پہلے سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دکھڑے ہوئے اور کہا ”اے امت محمدیہ کے امین! آپ جس لشکر کو تیار کر کے بھیجنے والے ہیں اس لشکر کا سب سے پہلا سپاہی ہوں گا۔“

آپ ان کے اہتمام پر بڑے خوش ہوئے اور ان کے ساتھ جانے کے لیے دوسرے مسلمان مردوں اور شہسوار موحدین کو طلب فرمانے لگے، چنانچہ آپ نے پانچ سو مجاہدین کا دستہ ترتیب دے کر آپ کے لیے ایک جھنڈا اپنے ہاتھ سے باندھ کر اور شہسواروں کا یہ دستہ آپ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! تمہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا جاتا ہے اس لشکر اور دستہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں بعض اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے ویسے تو گروہ میں پانچ سو نفوس قدسیہ شامل تھے ان

میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں جن میں سیدنا ابوذر غفاری، سیدنا عبداللہ روفی، سیدنا عامر بن ربیعہ، سیدنا سہل بن سعید اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہم وغیرہ موجود تھے۔

جس وقت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے پانچ سو ایسے شہسوار جمع ہو گئے جو جنگ بدر اور اسی طرح کے دوسرے معرکوں میں داد شجاعت دے چکے تھے ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو میدان سے پیٹھ پھیرنے والا اور جنگ سے فرار اختیار کرنے والا ہو جب آپ نے چلنے کا عزم کر لیا تو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے رسول کے چچا زاد! بازار قائم ہونے کے پہلے دن ہی تم ان پر حملہ کر دینا پھر آپ نے لشکر کو الوداع کیا اور وہ روانہ ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رہنما ہمارے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی وادی میں پہنچے جہاں گھنے درختوں اور پانی کے چشموں کی کثرت تھی ہمارے رہنما اور راہبر نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ آپ حضرات اسی گھنے اور پرفضا جنگل میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور میں وہاں بازار جاتا ہوں اور معلومات حاصل کر کے آتا ہوں، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تجھے جلدی واپس آ جانا چاہئے، وہ انتہائی تیزی اور سرعت کے ساتھ ادھر کو چل دیا اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ ایک مقام پر چھپ کر ٹھہرے رہے، سیدنا واثلہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ ہم نے کھانا کھایا اور اپنا سامان درست کیا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بذات خود مسلمانوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے نگرانی اور پہرہ شروع فرمایا اور پوری رات آپ نے پہرہ دیتے ہوئے گزار دی۔

سیدنا واثلہ کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو ہم نے جاگ کر صبح کی نماز ادا کی اور قاصد کے واپس آنے کے انتظار میں بیٹھ گئے بڑی دیر ہو گئی مگر اس کی کوئی خبر نہ آئی تو مسلمانوں کو اس کے دیر کرنے اور وہاں رک جانے پر بہت قلق ہوا اور یہ امر اس کے مکر و فریب کا بھی خوف پیدا کرتا تھا، اور راہبر کے متعلق بدگمانی ہونے لگی۔

تمام مسلمان اس معاہدے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ اس نے ہمارے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور ہمیں پھنسا دیا ہے مگر ایک سیدنا ابوذر غفاری واحد ایسے شخص تھے جو فرما رہے تھے کہ تم اپنے ساتھی کے متعلق بدگمانی نہ کرو بلکہ اچھا گمان رکھو، اور اس کی طرف سے کسی قسم کے مکر و فریب اور سازش کا خوف نہ کھاؤ کوئی خاص وجہ بن گئی ہوگی جس کی بنا پر

تاخیر ہوگئی ہے اور عن قریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

قلعہ ابوالقدس کے حالات کا علم ہونا

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مسلمانوں کو اطمینان اور سکون ملا اور اتنے میں وہ راہبر معاہدہ بھی پہنچ سے دیکھ کر مسلمانوں کی فرحت ہوئی ان کا خیال تھا کہ وہ ہمیں دشمن کی طرف چلنے کے لیے گاہ آیا اور مسلمانوں کے درمیان میں کھڑا ہو گیا اور کہا:

اے اصحابِ محمد! مجھے مسیح کے حق کی قسم ہے کہ میں نے جو کچھ تم سے بیان کیا تھا اس میں کسی قسم کی دھوکہ دہی و بات نہیں تھی اور میں نے بالکل سچ کہا تھا مجھے تمہارے لیے غنیمت کے ملنے کی امید تھی لیکن اب موجودہ حالات میرے تمہارے اور مال غنیمت کے حصول کے درمیان ایک رکاوٹ حائل ہوگئی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون سی رکاوٹ پیش آگئی ہے؟

اس نے کہا: ایک بحرِ خار ہے جس کی تلاطم خیز موجوں کا شور اور دور تک سنائی دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں اس قوم کے قریب پہنچا اور ان کے بازار کو قریب سے دیکھا وہاں خرید و فروخت ہو رہی ہے اور دین نصرانیت کے پیروکاروں کا وہاں اجتماع ہے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے قلعہ ابوالقدس کا چاروں اطراف سے احاطہ کیر ہوا ہے اور وہاں بڑی تعداد میں بڑے چھوٹے راہبوں، پادریوں، مختلف ریاستوں کے بادشاہوں اور سرداروں کا جم غفیر موجود ہے اس لیے میں نے سوچا کہ مجھے اتنے بڑے اجتماع کا سبب معلوم کئے بغیر واپس نہیں لوٹنا چاہئے چنانچہ میں ان کی طرف چل دیا اور ان میں گھل مل گیا اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ طرابلس کے گورنر نے اپنی بیٹی کی شادی روم کے شہزادوں میں سے کسی شہزادے کے ساتھ کر دی ہے اور یہ لوگ قلعہ ابوالقدس کے نزدیک واقع دیر میں شہزادی کو لے کر مذہبی رسومات ادا کرنے کی غرض سے کلیسا کے راہب کے پاس آئے ہیں اور وہ لڑکی کی جانب سے قربانی پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور کلیسا کا روم کے فوجی گھوڑ سوار دستوں نے گھیراؤ کیا ہوا ہے جو حدنگاہ تک آہنی زر ہیں پہن کر پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ اے گروہ عرب! تمہارے خوف کی وجہ سے انہوں نے کیا ہوا ہے، میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ ان حالات میں آپ لوگوں کو وہاں نہیں جانا چاہئے کیوں کہ شادی کی وجہ سے وہاں خلق کثیر اور جم غفیر جمع ہے اور حفاظتی انتظامات کی خاطر وہاں ایک بہت بڑی تعداد میں مسلح افواج بھی موجود ہے جو اپنے اپنے

ملک اور ریاست کے بادشاہ، سردار اور معززین اور شرفا کی حفاظت اور پروٹوکول کی خاطر ساتھ آئے ہیں اسی لیے اب وہاں جانا قرین قیاس نظر نہیں آتا۔

سیدنا عبداللہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے اندازے کے مطابق ان لوگوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ اور محافظہ دستہ کے افراد کتنے ہوں گے؟ اس نے کہا: جہاں تک بازار کا تعلق ہے تو اس میں عوام کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں ہے جس میں روم، ارمن، نصاریٰ، مصر کے قبطنی، یہود، اہل سوار، بطارقہ، منتصر سبھی موجود ہیں اور جو فوجی سامان حرب و ضرب سے تیار اور مستعد ہیں ان کی تعداد پانچ ہزار سوار کے لگ بھگ ہوگی جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت آپ لوگوں میں نہیں ہے کیوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کے شہر قریب ہیں اگر وہ مزید امداد طلب کرنا چاہیں تو فوری طلب کر سکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی نفری ان کے مقابلہ میں ایک تو پہلے ہی بہت کم ہے اور پھر مزید کمک پہنچنا بھی دوری کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کا باہم مشورہ کرنا

علامہ واقدی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: اس کی گفتگو مسلمانوں پر بہت گراں گزاری۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے گروہ مسلمین! اس بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے کیا کرنا چاہئے؟ مسلمانوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں خود کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہئے جیسا کہ ہمیں اپنے رب کریم کا بھی یہی حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ایسے حالات میں اپنے امیر سیدنا ابو عبید کے پاس واپس لوٹ جانا چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہمارے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرمائے گا، لیکن سیدنا عبداللہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ اگر ہم لڑے بغیر واپس چلے گئے تو کہیں ہمیں خدا جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے والوں میں نہ لکھ دے، لہذا میں بارگاہ خداوندی میں کوئی عذر خاص پیش کئے بغیر ہرگز واپس نہیں لوٹوں گا پس جو شخص بھی میرا دست و بازو بنے گا اور میرا ساتھ دے گا اس کا اجر و ثواب اللہ ہی کے پاس ہے اور جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اسے اجازت ہے اس سے کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوگا اور نہ اس پر کوئی عتاب ہوگا۔

مسلمان فوج کی تیاری اور حملہ

مسلمان یہ گفتگو سن کر شرمسار ہوئے اور کہا آپ جو ارادہ رکھتے ہیں اس کو عملی جامہ پہنانے سے ہرگز پیچھے نہ ہٹیں

تقدیر سے ڈرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ پہن لی، اور خود سر پر رکھا کمر کو کس کر باندھ لیا اور والد ماجد کی تلوار گردن میں لٹکالی، گھوڑے پر سوار ہوئے، علم ہاتھ میں تھام لیا اور مجاہدین کو تیاری کا حکم فرمایا، جانبازوں نے زرہ پہن کر تلواریں جمائل کر لیں گھنٹہ بھر کے سفر کے بعد ایک مقام پر ٹھہر گئے، سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوری رات اسی مقام پر گزاری اور خدا تعالیٰ سے کام یابی و کام رانی کی دعائیں مانگتے رہے، صبح نماز فجر کے بعد عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے لشکر سے پوچھا کہ قوم کفار پر حملہ کے لیے تمہارا مشورہ کیا ہے؟

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں تمہیں ایک امر کی رہنمائی کرتا ہوں کہ تم کیا کرو گے؟

لوگوں نے کہا: فرمائیے، انہوں نے کہا کہ اس قوم کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ کاروبار میں منہمک ہو جائیں جب وہ خرید و فروخت میں لگن ہو جائیں اور اپنا ساز و سامان نمائش کے لیے لگا دیں پھر ان کی غفلت کی حالت میں ان پر اچانک ٹوٹ پڑنا، ان کی اس نصیحت پر عمل کیا گیا۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ جھنڈا ہاتھ میں لے کر سب سے آگے کھڑے ہو گئے جب سورج طلوع ہو گیا تو مسلمان لشکر کے 100 سوار پر مشتمل پانچ دستوں میں ترتیب پا گئے، اور ہر ایک دستہ میں ایک تجربہ کار نقیب (نگران) مقرر فرما دیا اور حکم دیا کہ ہر دستہ بازار کے ایک قطر اور سمت کو اپنے لیے مقرر اور متعین کر لے

قلعہ ابوالقدس والوں کی حالت زار

وہ لوگ بازاروں میں خرید و فروخت میں مصروف تھے اور بہت بڑی تعداد میں تھے راہب نے کلیسا میں سے سر نکال رکھا تھا اور لوگوں کو دواعظ سنار ہاتھ سرداران قوم اور ان کی اولادیں بھی ریشمی لباس پہن کر اور آہنی زرہیں اوپر سے پہنے ہوئے اور سروں پر خور پہنے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے یہ لوگ کلیسا سے نکل کر ان کی آمد کے منتظر تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی پیش آنے والے خطرہ کے انتظار میں ہوں اور کسی ہنگامے کے برپا ہونے کے لیے پہلے سے تیار اور کمر بستہ بیٹھے ہوں، حملہ سے پہلے عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام سے کہا:

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! حملہ کر دو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے عمل میں برکت فرمائے گا اگر غنیمت اور خوشی

حاصل ہوگی توفیح اور سلامتی ہے اور راہب کے کلیسا کے نیچے ہمارا اجتماع ہوگا اور اگر صورتحال دگرگوں ہوگئی جس سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور ہم سب میرے چچا کے بیٹے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کے پاس ان شاء اللہ ملاقات کریں گے۔

یہ کہہ کر آپ نے جھنڈا لہرایا اور حملہ کے لیے مشرکین کی طرف بڑھے۔

رومیوں کا جوابی حملہ

رومیوں نے جب مسلمانوں کی آوازیں سنیں کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ انہیں مسلمانوں کے لشکروں نے آن گھیرا ہے وہ بھی کسی شکاری شیر کی طرح ٹوٹ پڑے اور ظلم بردار کو تلاش کرنا شروع کر دیا مسلمانوں کے خیال میں رومی فوج کے پاس چند مخصوص ہی تعداد میں افراد ہوں گے ان کے پاس کوئی فوج نہیں ہے جو کمین گا ہوں اور مورچوں میں محفوظ اور چھپی ہوئی ہو مگر ہمارے خیال اور اندازے کے برعکس اچانک ان کا ایک بہت بڑا بھاری لشکر نکل آیا جو نہایت قد آور اور کھیم و شخم بہت خطرناک نوجوانوں پر مشتمل تھا جنہوں نے سر سے پاؤں تک زرہیں پہن رکھی تھیں۔

امیر لشکر اسلام کی حالت

مسلمانوں کے لشکر کی حالت بہت کمزور ہو گئی تھی، ان کے بازو شل ہو گئے، وہ بری طرح تھک گئے تھے، معاملہ نازک اور صبر کرنا دشوار ہو گیا، اسی وقت سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

اسالك بجاه محمد عبدك الاجعلت لنا من امرنا فرجا و مخرجا۔

ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے تیرے عبد خاص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاوہ مرتبہ کے وسیلہ جلیبہ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ہمارے لیے کشادگی اور نکلنے کا سبب عطا فرمایا۔

دعا کے بعد آپ پھر جنگ کی طرف لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ کے جھنڈے کے نیچے دشمن سے جنگ و قتال شروع کر دیا ابن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان یہ زوردار معرکہ برپا دیکھا تو فوراً ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور دیکھتے ہی فرمایا کہ فوری طور پر سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے کوئی کمک تیار کر کے روانہ کریں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے مجھے آپ کے علاوہ اور کوئی بھی جاں باز نظر نہیں آتا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے فخر محسوس ہوگا تو سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے آپ کو یہ حکم دیتے ہوئے شرم آتی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر مجھے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی کہتے تو میں ان کی بھی اطاعت کرتا تو پھر میں آپ کے حکم کی کیسے عدولی کر سکتا ہوں جب کہ آپ مجھے سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم ملتے ہی بے شرمی کی طرح دھاڑے اور جنگ کی تیاری کے لیے روانہ ہوئے۔ سیدنا رافع بن عمیرہ طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پوری کوشش و جدوجہد سے چل رہے تھے خدا تعالیٰ نے ہمارے فاصلوں کو کم کر دیا گویا زمین کے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہم رومیوں پر طلوع ہو رہے تھے جب کہ سورج غروب ہو رہا تھا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے انیس! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے کو کس طرف تلاش کروں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم یا تو حوض کوثر پر ملیں گے یا پھر کلیسا کے باہر، تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کلیسا کے نیچے دیکھا اور علم سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیکھا اور کوئی بھی ایسا مسلمان نہ دیکھا تھا جو زخموں سے چکنا چور نہ ہوا اور ہر فرد اس فانی زندگی سے آس توڑ کر حیات جاوداں اور عیشِ سرمدی کے حصول کے جذبہ سے سرشار نظر آتا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے:

مسلمانو! آگے بڑھو اور ان مشرکین کو لے لو، یہ بیچ نہ جائیں، صبر و استقامت سے کام لو، تمہارا مقابلہ اللہ کے باغیوں سے ہے، وہ ارحم الراحمین تم پر تجلی فرما رہا ہے، تمہیں سرخرو فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين۔

ترجمہ: بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا صبر و استقامت و بہادری کو ملاحظہ کیا جس سے ان کا پیمانہ لبریز ہو گیا انہوں نے پرچم اسلام کو حرکت دی اور اپنی بہادر فوج کو حملہ کا حکم دیا۔

سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب اس لشکر کو دیکھا تو گھبرا گئے انہوں نے سمجھا کہ ایک

اور رومی لشکر جو چھپ کر بیٹھا تھا وہ ظاہر ہو گیا اور ہمیں ہلاک کر دے گا مگر یہ خوف فوراً جاتا رہا جب انہوں نے لشکر میں یہ آواز سنی:

يا حملة القرآن جاءكم الفرج من الرحمن و نصرتهم على عبده الصلبان۔

ترجمہ: اے حاملین قرآن! رحمن کی طرف سے فتح و کشائش تمہارے پاس پہنچ چکی ہے اور صلیب کے پجاریوں کے خلاف تمہاری مدد کے لیے کمک ہمارے قریب آگئی ہے۔

مسلمانوں نے جو اس وقت گویا انتہائی مشکل میں تھے اور بڑی کرب کی کیفیت سے دوچار تھے اور جیسے ڈوبتے کو تینکے کا سہارا والی صورت حال تھی، ایسے عالم میں سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز مبارک نے ان کے تن بدن میں نئی روح پھونک دی اور جان میں جان ڈال دی اور مسلمانوں نے یہ صدائے جاں فزا سن کر لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں سے آپ کی آواز کا استقبال کیا، مسلمانوں کی نعرہ ہائے تکبیر کی آوازوں کی گونج بجلی کی کڑک اور تہ و بالا کرنے دینے والی باد صرصر کے مثل میدان جنگ کو گرما گئی۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ وہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ جائیں۔

انہوں نے مسلمانوں کو کہا کہ اب دشمن کو لے لو یہ تمہارے ہاتھوں بچ کر نہ جانے پائے۔ بے شک تمہارے پاس آسمان سے مدد پہنچ گئی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حملہ کر دیا اور باقی مسلمانوں نے بھی حملہ کر دیا۔

سیدنا انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ گفتگو کر رہے تھے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا، پھر آپ نے سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

چوں کہ گورنر طرابلس کی بیٹی کلیسا میں شادی کی رسومات ادا کرنے کی غرض سے آئی ہے اس لیے سیکورٹی کے پیش نظر رومیوں کے بڑے بڑے سردار اس کے گرد دائرہ بنا کر اسے مفاہمت اور قریب آنے سے روکتے رہے چوں کہ دشمن کے بڑے بڑے شہزور ایک جگہ پر جمع ہیں اس لیے دشمن کو ہلاک کرنے کا یہ سب سے بڑا موقع ہے تو کیا آپ میرے ساتھ مل کر لڑیں گے، سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب ہاں میں دیا اور دشمنوں پر ہلا بول دیا۔

حملوں کو روکنے والا ایک بطریقہ یعنی ”والی طرابلس“ خود تھا وہ فوج کے فرنٹ پر کھڑا تھا سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا اور جنگی مہارات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایسی جگہ لے گئے جہاں وہ گھوم کر چکر لگا

سکتا ہو لیکن اندھیرے میں گھوڑا ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گر گیا، لیکن آپ نے سنبھل کر تلوار تھام لی اور شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے بطریق پرواز کر دیا اور اسے ہلاک کر دیا آپ کے واپس آنے پر سیدنا خالد اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے کلیسا کو فتح کر کے اور اس میں جو کچھ تھا اس پر قابض ہو چکے تھے لیکن آپ نے کسی کو بھی اس وقت تک ہاتھ نہ لگایا جب تک سیدنا خالد رضی اللہ عنہ رومیوں کا پیچھا کر کے واپس نہ آگئے، آپ نے بطریق کی بیٹی اور 40 سہیلیوں جن کے پاس سونے کے زیورات کے علاوہ قیمتی ساز و سامان تھا اپنے قبضے میں لے لیا، مال غنیمت خچروں پر لاد کر برازین کی طرف روانہ کر دیا گیا، سیدنا علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سریہ کی نسبت 13 اشخاص کو جاتی ہے سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، سیدنا انیس رضی اللہ عنہ جنہوں نے مخبری کی اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کمک پہنچانے والے تھے ان تینوں کی جدوجہد کے نتیجے میں قلعہ ابوالقدس اور اس کا محققہ رقبہ فتح ہوا۔

وفات

ان کی وفات مدینہ میں حجاف کے سال سنہ 80ھ میں ہوئی تھی، اس وقت حاکم مدینہ ابان بن عثمان تھے، انہوں نے خود آ کر ان کے غسل اور تجہیز و تکفین میں شرکت کی لونڈیاں ان کے تخت کے پیچھے تھیں اور انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کر ڈالا تھا بہت بڑا ازدحام ان کے جنازہ پر تھا، ابان بن عثمان نے ان کے جنازہ کو اٹھایا اور بقیع تک برابر ساتھ رہے ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور کہتے تھے: واللہ تم بہت اچھے آدمی تھے، تم میں کوئی برائی نہ تھی واللہ تم شریف، بہت ہی بھلائی اور صلہ رحم کرنے والے تھے سال حجاف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حجاف کے معنی سیلاب کے ہیں، اس وقت مدینہ میں بہت بڑا سیلاب آیا تھا جس میں بہت سے حجاج اور اونٹ مع اسباب کے بہ گئے تھے۔ ان کے جنازہ کی نماز ابان بن عثمان نے پڑھائی۔



سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

سیدنا زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زیدلات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

اسی طرح ابن کلبی وغیرہ نے ان کا نسب بیان کیا ہے اور کہیں کہیں ناموں اور تقدیم و تاخیر اور کمی و زیادتی میں اختلاف کیا ہے۔ کلبی نے بیان کیا ہے کہ ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بن عبد عامر بن افلت خاندان بنی معن طئے سے تھیں۔ ابن اسحاق نے حارثہ کے والد کا نام شرجیل بیان کیا ہے لیکن ان کا نام شراحیل ہے۔ زید کی کنیت ابو اسامہ تھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام اور دوست تھے۔ جاہلیت میں یہ قید ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ ان کو لے کر اپنے خاندان بنی معن لے گئیں، بنی قیس بن جسر کے سواروں نے ان پر ڈاکہ مارا اور زید کو پکڑ کر بازار عکاظ میں لائے۔ حکیم بن حزام نے زید کو اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے واسطے مول لے لیا اور بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ حکیم نے زید کو بازار حباشہ میں خریدا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں نبوت سے پہلے دے دیا۔ زید کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطحاء مکہ میں دیکھا کہ ان کے فروخت کرنے کے لیے آواز دی جاتی ہے آپ نے آ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا اور آپ نے زید کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے خریدا لیا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ آپ نے زید کو آزاد کر دیا اور اپنا متبوع بنا لیا۔ ابن عمر نے کہا ہے کہ زید بن حارثہ کو ہم برابر زید بن محمد پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا کہ ”ادعوہم لآبائہم“ یعنی لوگوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کرا دی تھی۔

زید کے والد حارثہ بن شراحیل ان کے نہ ملنے پر بہت غمگین ہوئے اور انہی کے فراق میں یہ اشعار کہے:

بکیت علی زید و لم ادر ما افعل
احی یرجی ام انی دونہ الاجل
فو اللہ ما ادری و ان کنت سائلا
اغالك سهل الارض ام غالك الجبل
فیا لیت شعری هل لك الدهر رجعه
فحسبی من الدنیا رجوعك لی مجل
تذکرنیہ الشمس عند طلوعها
و تعرض ذکرہ اذا قارب الطفل
و ان هبت الارواح هین ذکرہ
فیا طول ما حزنی علیہ و یا وجل
ساعمل نص العیس فی الارض جاہدا
و الا اسام التطواف او تسام الابل
حیاتی اوتاتی علی منیتی
و کل امری فان و ان غره الاجل
ساوصی بہ قیسا و عمرا کلیہما
و اوصی یزید اثم من بعدہ جبل

ترجمہ: زید کے لیے رورہا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ زید کو کیا ہوا۔ آیا وہ زندہ ہے کہ (پھر ملنے کی) امید ہو یا اسے موت آگئی۔ قسم اللہ کی! (اے میرے پیارے بیٹے) مجھے کچھ معلوم نہ ہوا اگرچہ میں نے بہت پوچھا یہ کہ تجھے زمین، ہموار غائب کر گئی یا کسی پہاڑ نے تجھے چھپا لیا۔ اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کبھی نہ کبھی لوٹے گا۔ دنیا میں دل بہلنے کے لیے تیرے لوٹنے کی امید میرے لیے بس ہے (اے دوستو!) آفتاب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید کی یاد آتی ہے اور جب غروب ہوتا ہے تب بھی زید کی یاد آتی ہے۔ (غرض صبح سے شام اس کی یاد میں گزارتا ہوں) جب ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ میرا رنج و غم اس کے لیے بہت بڑھ گیا ہے۔ میں اب اسی رنج میں اپنی زندگی کاٹ دوں گا۔ دور طواف کعبہ کرنے سے نہ تھکوں گا، مگر یہ کہ اونٹ تھک جائے۔ یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے اور ہر آدمی مرنے والا ہے، گو موت اس کو دھوکہ دے۔ میں وصیت کر جاؤں گا قیس اور عمر دونوں کو اور زید کو بھی اور اس کے بعد جبل کو (وصیت کر جاؤں گا)۔

پھر کچھ آدمی قبیلہ کلب کے حج بیت اللہ کے لیے آئے اور زید کو دیکھ کر پہچان لیا اور زید نے ان لوگوں کو پہچانا اور کہا کہ میرے گھر والوں کو میری طرف سے یہ اشعار پہنچا دینا، کیوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ میرے لیے بہت غمگین ہیں۔

احن الی قومی و ان کنت نائیا
فانی فعید البیت عند المشاعر
فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم
و لا تعملوا فی الارض نص الاباعر
فانی بحمد اللہ فی خیرا سرۃ
کرام معد کابراً بعد کابر

ترجمہ: میں اپنی قوم کا مشتاق ہوں، اگرچہ میں دور ہوں۔ یقیناً میں بیت اللہ میں بیٹھا ہوں مشاعر کے پاس۔ اس کوشش سے رک جاؤ جس نے تمہیں غمگین کر رکھا ہے اور اونٹوں کو زمین میں نہ دوڑاتے پھرؤ الحمد للہ میں ایک اچھے خاندان میں ہوں۔ معد کا باعزت خاندان جن میں پشت در پشت سرداری ہے۔

خاندان کلب کے لوگ گئے اور زید کے والد کو خبر دی اور ان کا مقام اور مالک کا حال بیان کیا۔ شراحیل کے دو بیٹے یعنی حارثہ اور کعب زید کا فدیہ دینے کے واسطے چلے مکہ میں پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے! اے ہاشم کے بیٹے! اے اپنی قوم کے سردار کے لڑکے! ہم آپ کے پاس اپنے لڑکے کے واسطے

آئے ہیں جو آپ کے پاس ہے، پس اب ہم پر اس کے فدیہ میں احسان اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیجیے، آپ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: زید بن حارثہ۔ آپ نے پوچھا: آگاہ رہو اور تو نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: زید کو بلاؤ اور اس کو اختیار دو، اگر وہ تم کو پسند کرے تم اسے لے جاؤ اور اگر مجھے پسند کرے تو بخدا میں وہ شخص نہیں ہوں کہ جو مجھ کو پسند کرے اس کے خلاف میں کسی کو اختیار دوں، دونوں نے جواب دیا کہ آپ نے آدھے سے بھی زیادہ دے دیا اور احسان کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے زید کو بلایا اور کہا: تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ زید نے جواب دیا: ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں جس کو تم جان چکے ہو اور میرے حسن معاشرت کو اپنے ساتھ دیکھ چکے ہو۔ پس مجھ کو یا ان کو جس کو چاہو پسند کر لو، زید نے جواب دیا کہ میں ان دونوں یعنی والد اور چچا کو نہیں چاہتا اور نہ میں ایسا شخص ہوں کہ آپ پر کسی کو پسند کروں۔ آپ میرے والد اور چچا کی جگہ پر ہیں۔ دونوں نے کہا: اے زید! تیرا برا ہو کیا تو غلامی کو آزادی اور اپنے والد اور گھر والوں پر دوسروں کو پسند کرتا ہے۔ زید نے جواب دیا: ہاں، میں نے اس آدمی سے ایسی بات دیکھی ہے جس کی وجہ سے میں ان پر کبھی کسی دوسرے کو پسند نہ کروں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حالت دیکھی زید کو مقام حجرت تک لے گئے اور فرمایا: اے حاضرین! تم لوگ گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے وہ میرا وارث ہوگا اور میں ان کا وارث ہوں گا۔ جب زید کے والد و چچا نے یہ حال دیکھا ان کے دل خوش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔

معمر نے زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ زید بن حارثہ سے پہلے کوئی مسلمان ہوا۔ عبدالرزاق نے کہا کہ زہری کے سوا اور کوئی بھی اس قابل نہیں ہے اور ابو عمر نے کہا ہے کہ بہ چند وجوہ زہری سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں، ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ پھر زید پھر ابو بکر رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ ابن اسحاق کے سوا اوروں نے کہا ہے کہ سب سے پہلے سیدنا ابو بکر پھر علی پھر زید رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ زید بن حارثہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور انہوں نے ہی مدینہ میں جا کر فتح کی خوشخبری دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے زید کا نکاح اپنی لونڈی ام ایمن سے کر دیا اور انہی سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے اور زید کی دوسری بیوی زینب بنت جحش تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ انہی سے رسول اللہ ﷺ نے زید کے بعد شادی کی تھی۔ ہمیں ابراہیم بن محمد بن مہران وغیرہ نے اپنی سندوں سے محمد بن عیسیٰ سلمیٰ تک خبر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دی انہوں نے کہا ہم سے علی بن حجر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں داؤد بن زبرقان نے داؤد بن ابی ہند سے انہوں نے شععی سے انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کر کے خبر دی وہ کہتی تھیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جی کا کوئی حصہ چھپاتے تو یہ آیت ضرور چھپاتے یعنی

و اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ
وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ فلما قضی

زید منها و طراز و جناکھا..... و کان امر اللہ مفعولا۔ (احزاب: 37)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے شادی کر لی لوگ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے لڑکے کی بیوی سے شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ و خاتم النبیین (احزاب: 40) نازل فرمائی۔

اور لوگ زید کو ابن محمد کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ادعوہم لا بائہم ہو اقسط عند اللہ (احزاب: 5) نازل فرمائی اور اس حدیث کو داؤد بن زبرقان نے داؤد بن ہند سے، انہوں نے شععی سے، انہوں نے مسروق سے، انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔

ہمیں ابوالفضل ابن ابی الحسن بن ابی عبد اللہ مخزومی نے اپنی سند سے ابو یعلیٰ احمد بن علی تک خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں یونس بن بکیر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے یونس بن ابواسحاق نے اپنے والد سے انہوں نے براء بن عازب سے نقل کر کے بیان کیا کہ زید بن حارثہ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے میرے اور حمزہ کے درمیان بھائی چارہ کیا ہے اور ہمیں عبدالوہاب بن ہبہ اللہ بن ابی حباب نے اپنی سند سے بروایت عبد اللہ بن احمد خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور کہتے تھے ہم سے حسن نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں ابن لہیعہ نے عقیل سے انہوں نے ابن شباب سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے اسامہ بن زید بن حارثہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے خبر دی کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کی تعلیم فرمائی جب وضو سے فارغ ہوئے ایک چلو پانی لے کر اپنے مقام شرم گاہ پر چھڑک لیا اور ہمیں یحییٰ بن محمود بن سعد نے اپنی سند سے ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم تک خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے ابوبکر بن ابوشیبہ نے بیان

کیا وہ کہتے تھے ہم سے محمد بن عبید نے وائل بن داؤد سے نقل کر کے بیان کیا، وہ کہتے تھے میں نے ابھی کو بیان کرتے سنا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو کسی سریہ میں بلا سردار لشکر بنائے نہیں بھیجا اور اگر زید زندہ رہتے تو آپ انہی کو اپنے بعد خلیفہ کرتے اور جب آپ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا اس پر زید بن حارثہ کو سردار مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب (سردار لشکر ہوں) اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ سردار لشکر ہوں زید غزوہ موتہ سنہ 8ھ میں سرزمین شام میں شہید ہوئے اور ہم اس واقعہ کو عبد اللہ بن رواحہ اور جعفر کے بیان میں پوری طرح ذکر کر چکے ہیں لہذا اس جگہ طول دینا نہیں چاہتے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جعفر وزید رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی، آپ روئے اور فرمایا: یہ دونوں میرے بھائی اور مونس اور بات کرنے والے تھے اور آپ نے زید کی شہادت کی گواہی دی۔

اللہ تعالیٰ نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا نام اور نہ کسی دوسرے نبی کے ساتھیوں کا نام اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ بجز زید بن حارثہ کے۔ زید بن حارثہ سفید سرخ رنگ کے تھے ان کے بیٹے اسامہ پختہ گندی رنگ کے تھے۔ (اسد الغابہ صفحہ 768 تا 771)



سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی قصاعہ سے ہیں آپ کی ماں کا نام برکت ہے، کنیت ام ایمن حضور کی دودھ کی والدہ وہ آپ کے والد جناب عبد اللہ کی لونڈی تھیں اور اسامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور غلام زادے تھے۔ زید ابن حارثہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اسامہ اور زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پیارے تھے حضور کی وفات کے وقت اسامہ تیس سال کے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ وادی ترابی میں رہے اور وہیں وصال فرمایا۔

و عن عمر انه فرض لاسامة في ثلاثة الاف و خمس مائة و فرض لعبد الله بن عمر في ثلاثة الاف فقال عبد الله بن عمر لابيہ لم فضلت اسامة على فوالله فاسبقني الى مشهد قال لان زيدا كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من ابيك وكان اسامة احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم منك فاثرت حب رسول الله صلى الله عليه وسلم على حبي۔ رواه الترمذی

ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے اسامہ کے لیے تین ہزار پانچ سو مقرر فرمائے اور عبد اللہ بن عمر کے لیے صرف تین ہزار مقرر فرمائے تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر ترجیح کیوں دی؟ اللہ کی قسم وہ کسی موقع میں سب سے آگے نہ بڑھے، فرمایا اس لیے زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے باپ سے زیادہ پیارے تھے اور اسامہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ کو تم سے زیادہ محبوب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی۔

و ان اسامة ابن زيد قال لما ثقل رسول الله صلى الله عليه وسلم هبطت و هبط الناس المدينة فدخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم و سلم و قد اصمت فلم يتكلم فجعل رسول الله يضع يديه على و يرفعهما فاعرف انه

یدعولی۔ رواہ الترمذی

ترجمہ: سیدنا اسامہ ابن زید فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ بہت بیمار ہو گئے میں اور دوسرے لوگ مدینہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ کلام فرمانا بند ہو چکا تھا تو حضور ﷺ نے کوئی بات نہ کی، پھر رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ مجھ پر رکھنے اور اٹھانے لگے، میں پہچان گیا کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

و عن عائشة، قالت اراد النبي صلى الله عليه وسلم ان ينحى مخاط اسامة
قالت عائشة دعني حتى انا الذي افعل قال يا عائشة احبيه فاني احبه۔ رواه
الترمذی

ترجمہ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں نبی پاک ﷺ نے اسامہ کی ناک صاف کرنے کا ارادہ کیا تو جناب عائشہ نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ یہ کام میں کروں، فرمایا اے عائشہ! ان سے محبت کرو، کیوں کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

و عن اسامة قال كنت جالسا اذ جاء علي و العباس يستاذنان فقالا لاسامة
استاذن لنا علي رسول الله صلى الله عليه و سلم فقلت يا رسول الله علي و
العباس يستاذنان فقال اتدري ما جاء بهما قلت لا قال لكني ادري ائذن لهما
فدخلا فقالا يا رسول الله جئناك نسئلك اي اهلك احب اليك قال فاطمة بنت
محمد قالا ماجئناك نسئلك عن اهلك قال احب اهلي الي من قد انعم الله
عليه و انعمت عليه اسامة بن زيد قالا ثم من قال ثم علي بن ابي طالب فقال
العباس يا رسول الله جعلت عمك اخرهم قال ان عليا سبقك بالهجرة۔ رواه
الترمذی

ترجمہ: سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ جناب علی وعباس آئے اجازت داخلہ چاہتے تھے انہوں نے اسامہ سے کہا کہ ہمارے واسطے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علی اور عباس اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کیا مقصد انہیں یہاں لایا ہے میں نے کہا نہیں، فرمایا لیکن میں جانتا ہوں انہیں اجازت دے دو وہ دونوں حاضر ہوئے، عرض کیا یا رسول اللہ ہم یہ پوچھنے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور کو اپنے گھر والوں میں کون زیادہ پیارا ہے، فرمایا: فاطمہ بنت محمد۔ وہ بولے: ہم آپ کے اہل بیت کے متعلق پوچھنے آئے ہیں۔ فرمایا: میرے گھر والوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور میں نے بھی انعام کیا یعنی اسامہ بن زید۔ وہ بولے: پھر کون؟ فرمایا: علی ابن ابی طالب۔ تو جناب عباس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو ان سب سے آخر کر دیا۔ فرمایا: علی تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے ہیں۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امرء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زیدلات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی۔ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ان کے نسب میں ابن رفیدہ بن لوی بن کلب کو ذکر کیا ہے یہ غلطی ہے وہ ثور بن کلب ہیں اس میں کچھ شک نہیں، ان کی والدہ ام ایمن ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھلائی تھیں (گود لینے والی) پس یہ اور ایمن علاقائی بھائی ہیں۔ سیدنا اسامہ کی کنیت ابو محمد اور بعض لوگ کہتے ہیں ابو زید اور بعض کہتے ہیں ابو یزید اور بعض کہتے ہیں ابو خارجہ اور یہ اپنے والدین کے وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہیں۔ یہ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ سیدنا ابن عمر نے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں، من جملہ میرے محبوب لوگوں کے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ تمہارے نیکو کار لوگوں میں سے ہوں، پس تم لوگ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو۔

انہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ برس کی عمر میں عامل بنایا تھا۔

ہم سے منصور بن مکارم بن احمد بن سعد مودب موصلی نے بیان کیا، وہ کہتے تھے ہمیں ابو القاسم نصر بن احمد بن صفوان نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو الحسن علی بن ابراہیم سراج نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو طاہر ہبۃ اللہ بن ابراہیم بن انس نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو الحسن علی بن عبداللہ بن طوق نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابو جابر یزید بن عبدالعزیز بن حیان نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن ابراہیم بن عمار نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں معانی بن عمران

نے شریک سے انہوں نے ابن عباس انہوں نے ذریح سے انہوں نے بہی سے انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کر کے خبر دی کہ وہ کہتی تھیں (ایک مرتبہ) اسامہ درازے کی چوکھٹ پر گر پڑے اور ان کے چہرے پر خراش آ گئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کا خون دور کرو مجھے اس سے کراہت معلوم ہوئی، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اسے صاف کیا۔

ہمیں ابوالفضل عبداللہ بن احمد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو خطاب نصر بن احمد بن بطرقاری نے اجازت خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابوالحسن بن رزقویہ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں اسماعیل بن محمد صفار نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں رمادی نے خبر دی وہ کہتے تھے عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے سیدنا اسامہ بن زید سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) ایک گدھے پر سوار ہوئے اس کی پشت پر ایک چادر ڈال دی گئی تھی اور آپ نے اپنے پیچھے اسامہ کو سوار کر لیا اور آپ اس وقت سیدنا سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لیے جاتے تھے۔ یہ قصہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے وظیفے مقرر کئے تو سیدنا اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار مقرر کیا اور اپنے صاحب زادہ سیدنا عبداللہ بن عمر کا تین ہزار سیدنا ابن عمر نے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر ترجیح دی، حالاں کہ میں ان کاموں میں شریک ہوا ہوں، جن میں اسامہ شریک ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اسامہ رسول خدا کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے باپ رسول خدا کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔ (اسد الغابہ)

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے (ان کی خلافت کے وقت) بیعت نہیں کی نہ ان کے ساتھ ان کی کسی جنگ میں شریک ہوئے۔ سیدنا اسامہ نے ان سے کہا کہ (اے علی) اگر آپ اپنا ہاتھ کسی اڑدھے کے منہ میں ڈال دیں تو میں بھی اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ ڈال دوں گا، مگر آپ سن چکے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا، جب میں نے اس شخص کو قتل کیا جو لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا لہذا میں نے آپ کے ہمراہ لڑنے سے معذور ہوں (کیوں کہ آپ کی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی ہے) اور یہ واقعہ (جس کی طرف سیدنا اسامہ نے اشارہ کیا) اس طرح پر ہے کہ ہمیں ابو جعفر عبید اللہ بن احمد بن علی بن سمین بغدادی نے اپنی اسناد کے ساتھ یونس بن بکر سے انہوں نے ابن اسحاق سے نقل کر کے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے محمد بن اسامہ بن محمد بن اسامہ بن زید نے اپنے والد سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انہوں نے ان کے دادا سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے ایک جہاد میں ایک کافر کو پایا تھا اور انصار میں سے ایک شخص تھے ہم دونوں نے اس پر تلوار کھینچی اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ مگر ہم نے اسے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے اسامہ لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا آپ نے فرمایا اے اسامہ لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے پس قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا تھا کہ آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میرا گزشتہ اسلام کا عدم ہو جاتا اور میں آج مسلمان ہوا ہوتا پھر میں نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ اب کسی ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو قتل نہ کروں گا۔

محمد بن اسحاق نے صالح بن کیسان سے وہ عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے سیدنا اسامہ بن زید کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اسی اثنا میں مروان ایک جنازے کی نماز پڑھنے کے لیے بلایا گیا چنانچہ جب وہ اس کی نماز پڑھ کے لوٹے اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے دروازے کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو ان سے مروان نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارا مرتبہ لوگوں کو ظاہر ہو خدا تمہارے ساتھ (برامعاملہ) کرے اور ایک بری بات انہیں کہی پھر وہ لوٹ کے چلا اتنے میں سیدنا اسامہ فارغ ہو گئے اور انہوں نے کہا اے مروان تو نے مجھے ایذا دی اور تو بدگو اور فحش بکنے والا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدگو اور فحش بکنے والے سے ناخوش رہتا ہے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ تھا اور ناک ان کی چھٹی تھی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وفات کے اخیر زمانے میں 58ھ یا 59ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں 54ھ ہجری میں وفات پائی۔



سیدنا امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب

ولادت و نسب

آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ ام ولد ہے۔ ان کا نام سلامہ یا سلافہ ایرانی بادشاہ یزدجرد کی صاحب زادی ہیں اور بعض میں ان کا نام غزالہ لکھا ہے۔ آپ تقریباً سنہ 38ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کربلا میں اپنے والد گرامی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے اس وقت آپ کی عمر شریف 23 سال تھی۔ آپ بیمار تھے اس لیے آپ کو شہید نہ کیا گیا۔

مجلس

و قال نافع بن جبیر لعلی بن الحسین: انک تجالس اقواماً دوناً؟ فقال علی بن

الحسین اتی من انتفع بمجالسة فی دینی۔ (موسوعة اہل بیت النبی الاطہار صفحہ 425)

ترجمہ: سیدنا نافع بن جبیر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن حسین امام زین العابدین سے کہا کہ تم رتبے والے لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو آپ نے فرمایا میں ان کی مجلس میں جاتا ہوں جن کی مجلس میرے دین کے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔

کان علی بن الحسین یخرج علی راحلته الی مکة، و یرجع لایقرعها و کان یجالس اسلم مولی عمر، فقیل له: تدع قریشاً، و تجالس عہدا بنی عدی

فقال: انما یجلس الرجل حیث ینتفع؟

ترجمہ: سیدنا امام زین العابدین اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے اور واپس آتے آپ اپنی سواری کو معمولی ضرب تک بھی نہ لگاتے آپ عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کی خدمت میں بیٹھتے لوگوں نے کہا تم قریش کو چھوڑ کر بنی عدی کے غلاموں کے پاس بیٹھتے ہو تو آپ نے فرمایا کہ انسان وہاں بیٹھتا ہے جہاں

نفع ہوتا ہے۔ نیز علی اصغر آپ ہی ہیں۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال)
 آپ سو قہ مامون اور بہت بڑے محدث عالم اور اونچے درجے کے متقی اور پرہیزگار تھے آپ بوقت شہادت
 سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ 23 کی عمر کے تھے۔

سفیان بن عیینہ عن الزہری سے روایت کرتے ہیں میں اکثر سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا کرتا تھا
 تو میں نے آپ جیسا فقہی کوئی اور نہیں دیکھا نیز آپ قلیل الحدیث تھے۔
 امام زہری سے دوسری روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں آپ سے افضل کوئی نہیں تھا (یعنی
 اپنے وقت میں)

نیز حضرت مروان بن حکیم اور عبد الملک بن مروان آپ سے شدید محبت کیا کرتے تھے۔
 ابن وہیب امام مالک سے روایت کرتے ہیں سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت
 میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔

عبد العزیز بن بنی حازم فرماتے ہیں میں نے ہاشمیوں میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔
 نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سے اسلامی تعلیمات کے مطابق محبت کرو ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے لیے عار بن
 جاؤ اس لیے لوگ ہم سے بغض اور عداوت کرنے لگے یعنی حد سے بڑھ کر محبت نہ کرنا کہ ہمیں نبی اور رسول یا معاذ اللہ
 خدا کہنے لگو کہ تم سے سن کر لوگ یہ کہیں کہ شاید ہم نے تم کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ابو بکر برقی کہتا ہے کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں اہل بیت میں سے سب سے افضل اور بہتر
 تھے اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی فضیلت کو دیکھ کر قریشی رشک کیا کرتے تھے اور چاہتے تھے وہ بھی ام ولد عورتوں سے نکاح
 کریں کیوں کہ آپ کی والدہ محترمہ ام ولد تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت مروان بن حکم نے آپ سے عرض کیا کیوں کہ آپ
 کے والد گرامی کی اولاد شہید ہو چکی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ لونڈیاں خریدا کریں تاکہ ان سے آپ کی نسل اور اولاد
 بڑھے آپ نے فرمایا میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ میں لونڈیاں خریدتا پھروں تو حضرت مروان نے آپ کو ایک لاکھ
 درہم دیئے آپ نے لونڈیاں خریدیں اور ان سے آپ کی کافی اولاد ہوئی حضرت مروان نے اپنی موت کے وقت
 وصیت کی کہ آپ سے دی ہوئی رقم واپس نہ لی جائے چنانچہ جب آپ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے سیدنا مروان

کے بارے دعا خیر کی، نیز سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے کسی سے کوئی خدمت قبول نہیں کی یعنی لوگ آپ کو اہل بیت کا اہم فرد اور قرابت رسول کی وجہ سے آپ کو کوئی نذرانہ دینا چاہتا تو آپ قبول فرماتے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال)

صالح بن حسان سے کسی شخص نے کہا کہ کوئی شخص سعد بن قیصر جیسا کوئی متقی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا نے علی بن حسین یعنی سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کو دیکھتا ایسا نہ کہتا کیوں کہ ان سے بڑھ کر ان کی مثل کوئی نہیں یعنی متقی۔

خوفِ خدا

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اسی مکان کو آگ لگ گئی آپ سجدے کی حالت میں تھے لوگوں نے شور و غل اور آوازیں دیں:

یا ابن رسول اللہ النار یا ابن رسول اللہ النار۔

لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا جب تک آگ نہ بجھی۔ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور! کس چیز نے آپ کو مشغول رکھا؟ آپ نے فرمایا: مجھے آخرت کی آگ نے مشغول رکھا۔ نیز آپ جب نماز پڑھنے کا قصد فرماتے تو آپ کے جسم مبارک میں کپکپی طاری ہو جاتی جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی جاتی تو آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونے لگا ہوں اور کس سے مناجات کرنے لگا ہوں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ وضو کرنے لگتے آپ کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا جس کی وجہ بھی آپ سے پوچھی گئی تو آپ نے یہی جواب دیا کہ تم نہیں جانتے میں کس کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگا ہوں۔ سفیان بن عیینہ بیان کرتا ہے کہ جب سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ احرام باندھتے اور اپنی سواری پر سوار ہوتے تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا اور آپ کا پسینہ بہنے لگتا اور جسم کانپ اٹھتا حتیٰ کہ آپ تلبیہ نہ کہہ سکتے جب اس کی وجہ آپ سے دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہوں: لبیک۔ تو میرا رب فرمائے: لا لبیک۔ تو آپ سے عرض کیا گیا کہ حضور یہ تلبیہ کہنا تو ضروری ہے۔ آپ نے کہا: اچھا پڑھتا ہوں، تو جب آپ نے تلبیہ پڑھا تو بے ہوش کر اپنی سواری سے گر پڑے، اسی خوفِ خدا کی حالت میں آپ نے حج ادا کیا نہ کسی سے بات کرتے اور نہ کسی کام میں مشغول ہوتے آپ کا رنگ مبارک زرد رہا اور خوفِ الہی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی وجہ سے دوران حج روتے رہے۔ نیز آپ ہر دن اور رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے یہاں تک آپ فوت ہو گئے اور مدینہ منورہ میں اس وقت تمام مسلمان آپ کو زین العابدین آپ کی عبادت کی وجہ سے کہا کرتے تھے۔ مختار ثقفی نے آپ کو ایک لاکھ درہم دیا آپ نے کسی مصلحت سے قبول تو فرمایا لیکن اس میں سے ایک درہم بھی خرچ نہ کیا جب وہ قتل ہوا تو آپ نے عبد الملک بن مروان کی طرف لکھا بے شک مختار نے مجھے ایک لاکھ درہم دیا تھا میں نے اس کو خرچ سے بچنے کے لیے قبول کر لیا تھا آپ کسی شخص کو بھیجیں جو مجھ سے وہ آ کر لے جائے اور آپ اس کو بیت المال یا جس طرح چاہیں خرچ کریں تو عبد الملک نے جواباً آپ کو لکھا: اے میرے بھتیجے وہ مال میں آپ کو دیتا ہوں اب میری طرف سے قبول کر لیں تو آپ نے قبول فرمایا، متعدد کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آپ ہر روز ایک ہزار رکعت فرضوں کے علاوہ پڑھتے تھے بوقت وصال آپ رونے لگے آپ کے صاحب زادے سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ جیسا طاہر اور زاہد موت سے نہیں گھبراتا تو آپ کو کس چیز کا خوف ہے آپ اولاد رسول بھی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بے پروا ہے، وہ حسب نسب نہیں دیکھتا، جس کو چاہے بخش دے گا اور جس کو چاہے عذاب دے گا، اس پر کسی کا زور نہیں چل سکے گا۔

سخاوت

آپ رات کے اندھیرے میں اپنی پشت مبارک پر غلہ اٹھا کر غرباء اور مساکین کے گھروں میں پہنچایا کرتے تھے، تقریباً مدینہ طیبہ کا سو گھرانہ آپ کی سخاوت سے زندگی بسر کرتا تھا اور کسی کو کوئی معلوم نہ تھا یہ شخص کون ہے جو ہمارے ساتھ ایسا بے مثال حسن سلوک کرتا ہے جب آپ کا وصال شریف ہوا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ ہمارا محسن کون تھا جب آپ کو غسل دیا گیا غسل دینے والوں نے آپ کی پشت مبارک پر بوجھ اٹھانے کے سبب سے نشان دیکھے آپ نے کئی مرتبہ اپنا سارا مال راہ خدا میں خرچ کر دیا ایک مرتبہ آپ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو ان کے گھر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا وہ رورہے ہیں آپ کے دریافت کرنے پر اس نے کہا میں پندرہ ہزار دینار کا مقروض ہوں اور مجھے خطرہ ہے کہ میں مقروض ہی رہ کر نہ مر جاؤں تو آپ نے اس کا سارا قرضہ اپنے ذمہ لے کر ادا کر دیا۔

عدیم المثل صبر

ایک مرتبہ آپ اپنی مجلس میں بیٹھ کر لوگوں پر آیات اور واعظ و نصیحت فرما رہے تھے تو گھر میں رونے کی آواز اور

شور و غل سنا اٹھ کر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد مجلس میں تشریف لے آئے لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ کے گھر میں کوئی حادثہ ہوا ہے غالباً آپ کا کوئی فرزند فوت ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لوگوں نے آپ کے ساتھ تعزیت کی اور آپ کے صبر عظیم پر تعجب کیا، آپ نے فرمایا: ہم اہل بیت رسول ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں یعنی اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آئے جس کو ہم چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے جسے ہم ناپسند کرتے ہوں تو اس پر اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

آپ کے صاحب زادے سید ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ اپنے والد کے بیان سے فرماتے ہیں بے شک علی بن حسین یعنی سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازے کے پاس مختار ثقفی پر لعنت کی کسی نے کہا اے ابوالحسین! آپ اسے شب و شتم کرتے ہیں جو آپ کے حقوق کے دفاع میں ذبح کیا گیا؟ آپ نے فرمایا: بے شک وہ جھوٹا تھا کذاب تھا اللہ اور اللہ کے رسول پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔ (تہذیب الکمال، تہذیب العہدیب، موسوعہ اہل بیت النبی الاطہار)

ایک مرتبہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ نے کچھ لوگوں کو کلام کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: یہ کون لوگ ہیں؟ آپ سے کہا گیا کہ حضور یہ آپ کے شیعہ ہیں جو خلفائے بنو امیہ کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بے ایمان بدعتی ہیں، ہم ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، تم بھی ان کے پیچھے نماز پڑھو، ان کی اچھائیوں اور برائیوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔

نظریات

و قال عبدالعزیز بن ابی حازم، عن ابیہ، مارایت ہاشمیاً افقہ من علی بن الحسین، سمعت علی بن الحسین و هو یسال کیف کانت منزلة ابی بکر و عمر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاشار بیدہ الی القبر، ثم قال منزلتہما منہ الساعة۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239)

ترجمہ: عبدالعزیز بن حازم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بنی ہاشم میں آپ سے بڑھ کر کوئی فقہی نہیں دیکھا، ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی طرف اشارہ کیا جا کر دیکھ لو ان کا مقام و منزلت کیا ہے۔

عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسين عن ابيه، جاء رجل الى ابي فقال
اخبرني عن ابي بكر، قال عن الصديق تسال؟ قال: قلت رحمك الله وتسميه
الصديق؟ قال ثكلتك امك قد سماه صديقا من هو خير مني و منك رسول الله
صلى الله عليه وآله و سلم والمهاجرون و الانصار، فمن لهم يسمه صديقا
فلا صدق الله قوله في الدنيا ولا في الآخرة، اذهب فاحب ابا بكر و عمر، و

تولهما، فما كان من امر ففى عنقى۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239)

ترجمہ: سیدنا امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین سے بیان کرتے ہیں ایک شخص میرے باپ یعنی
سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اس نے کہا مجھے ابو بکر کے بارے میں کوئی خبر دو، آپ نے
فرمایا صدیق کے بارے میں تم پوچھتے ہو اس نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے اور آپ بھی اس کو صدیق کہتے
ہو، فرمایا تیری ماں تجھے روئے بے شک اس کو صدیق اس نے کہا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار نے جو کوئی اس کو صدیق نہ کہے پس نہ سچا کرے اللہ اس کی بات کو دنیا اور
آخرت میں پس جا سیدنا ابو بکر اور عمر سے محبت کر جو ہوگا پس وہ میری گور گردن پر ہے۔

و قال سفیان الثوری، عن عبید اللہ بن عبدالرحمن بن مویب جاء قوم الى
علی بن الحسين فائتو علیه فقال ما اجراکم و اکذبکم علی الله نحن من
صالحی قومنا فحسبنا ان نکون من صالحی قومنا۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239)

ترجمہ: سفیان ثوری نے عبید اللہ بن عبدالرحمن ابن مویب سے روایت کی ہے کچھ لوگ سیدنا امام زین العابدین
کی بارگاہ حاضر ہوئے تو انہوں نے بے جا آپ کی تعریف شروع کر دی تو آپ نے فرمایا تمہاری کس
طرح جرات پڑی تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہم اپنی قوم کے نیک لوگوں میں سے ہیں، ہمیں یہی کافی ہے
کہ ہم اپنی قوم کے نیک لوگوں میں ہو جائیں۔

و قال الزبیر بن بکار حدثنی عبداللہ بن ابراہیم بن قدامة الجمحی عن ابيه،

عن جده عن محمد بن على بن الحسين عن ابيه، قال: قدم المدينة قوم من اهل العراق، فجلسوا الى فذكروا ابا بكر وعمر فسبوهما، ثم ابتركو فى عثمان ابترانا فقلت لهم-

اخبرونى انتم من المهاجرين الاولين الذين قال الله عزوجل فيهم للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يبتغون فضلا من الله و رضواناً و ينصرون الله و رسوله، اوليك هم الصادقون؟ قالوا: لسنا منهم، قلت: فانتم من الذين قال الله عزوجل فيهم: والذين تبوءوا الدار و الايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم و لا يجدون فى صدورهم حاجة مما اوتوا و يؤثرون على انفسهم و لو كان بهم خصاصة و من يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون؟ قالوا: لسنا منهم، قلت لهم: اما انتم فقد تبراتم من الفريقين ان تكونوا منهم وانا اشهد انكم لستم من الفرقة الثالثة الذين قال الله عزوجل فيهم: و الذين جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان و لا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم- قوموا عنى لا قرب الله دوركم، فانكم مستترون بالاسلام و لستم من اهله-

(تهذيب الكمال فى اسماء الرجال جلد 5 صفحہ 239,240)

و قال محمد بن عاصم الثقفى الاصبهانى: حدثنا شيابة عن الفضيل بن مرزوق قال: سالت عمر بن على و حسين بن على عمى جعفر بن محمد، قلت: فيكم انسان من اهل البيت مفترضة طاعته تعرفون له ذلك، و من لم يعرف له ذلك فمات، مات ميتة جاهلية؟ فقالا: لا والله ما هذا فينا، من قال هذا فينا فهو كذاب، قال: فقلت لعمر بن على: رحمتك الله ان هذه منزلة انهم يزعمون ان النبى صلى الله عليه وسلم اوصى الى على و ان عليا اوصى الى

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الحسن وان الحسن اوصی الی الحسین وان الحسین اوصی الی ابنہ علی بن الحسین وان علی بن الحسین اوصی الی ابنہ محمد بن علی، فقال: واللہ لقد مات ابی، فما اوصی بحرفین، مالہم قاتلہم اللہ، واللہ ان ہؤلاء الا متاکلون بناء، هذا خنیس الخرز وما خنیس الخرز قال: قلت له: المعلی بن خنیس؟ قال: نعم، المعلی بن خنیس واللہ لقد افکرت علی فراشی طویلاً اتعجب من قوم لبس اللہ عقولہم حتی اضلہم المعلی بن خنیس۔

و قال عیسی بن دینار عن ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین ان علی بن الحسین قام علی باب الکعبۃ یلعن المختار بن ابی عبید، فقال له رجل: یا ابا الحسین لم تسبه وانما ذبح فیکم؟ قال: انه کان کذاباً یکذب علی اللہ وعلی رسوله۔

و قال ابو اسحاق الشیبانی، عن القاسم بن عوف الشیبانی، قال علی بن الحسین: جاء نى رجل من اهل البصرة فقال: جئتک فی حاجۃ من البصرة، و ما جئتک حاجاً و لا معتمراً قلت له: وما حاجتک؟ فقال: جئت الا سالک یبعث علی بن ابی طالب؟ قال: فقلت له: یبعث واللہ یوم القیامۃ ثم تُهَمَّه نفسه۔ (تہذیب الکمال جلد نمبر 5 صفحہ 240)

ترجمہ: زبیر بن بکار نے کہا کہ مجھ عبداللہ بن ابراہیم بن قدامہ جحجی نے اپنے باپ سے بیان کیا وہ اپنے دادا سے، وہ سیدنا محمد بن علی یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے، وہ اپنے والد سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عراقی لوگ حاضر ہوئے تو آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے تو انہوں نے سیدنا ابو بکر اور عمر علیہ السلام کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ پھر سیدنا عثمان علیہ السلام کے متعلق بکواس کرنے لگے تو آپ نے انہیں فرمایا تم مجھے خبر دو تم ان لوگوں میں سے ہو جو مہاجرین اور اولین سے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واسطے فقراء مہاجرین کے یہ اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے، تلاش کرتے اللہ کا فضل اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کو نکلے وہ لوگ سچے ہیں۔ وہ بولے: ہم ان میں سے نہیں

ہیں تو آپ نے فرمایا پھر تم وہ لوگ ہو گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ جنہوں نے گھر بنائے تھے مدینہ پاک میں ان سے پہلے جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت کرتے ہیں نہیں پاتے اپنے دلوں میں کوئی حاجت جو وہ دیئے گئے اور ترجیح دیتے ان کو (یعنی مہاجرین) اپنے آپ پر اگرچہ خود بھی ضرورت مند تھے جو بچایا گیا نفس کے لالچ سے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں تو انہوں نے کہا ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم فرار کر چکے ہو تم ان دونوں جماعتوں میں سے نہیں ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم تیسری جماعت میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ جو بعد میں آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان پر سبقت لے گئے ہیں اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کا اے ہمارے رب! بے شک تو نرمی فرمانے والا رحم فرمانے والا اس کے بعد فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری کوئی بات قبول نہ کرے بے شک تم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو حالاں کہ تم اس کے اہل نہیں۔

محمد بن عاصم ثقفی اصفہانی نے بیان کیا مجھ سے شباہ نے فضل بن مرزوق سے انہوں نے کہا میں نے عمر بن علی سے حسین بن علی سے اپنے چچا جعفر بن محمد کے بارے میں نے کہا: کیا تم اہل بیت میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی اطاعت فرض ہو تو اس کو جانتا ہو یعنی اس کا قائل ہو جو اسے نہ جانتا ہو، تو وہ جہالت کی موت مرا، تو انہوں نے فرمایا: نہیں ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے ہمارے بارے میں یہ کہا وہ جھوٹا ہے، میں نے عمر بن علی سے کہا اللہ آپ پر رحم کرے، لوگ آپ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں، بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف وصیت کی اور بے شک امام حسن نے امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف وصیت کی اور بے شک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے علی بن حسین (امام زین العابدین) کی طرف وصیت اور بے شک علی بن حسین نے اپنے صاحب زادے محمد بن علی کی طرف وصیت کی، تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم بے شک میرا والد فوت ہوا اور انہوں نے دو حرموں کی وصیت نہیں کی، یہ فرما کر آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا اللہ انہیں ہلاک کرے اللہ کی قسم بے شک یہ لوگ ہماری طرف جھوٹی باتیں بنا کر منسوب کرتے ہیں یہ کارروائی خنیس الخراء کی ہے تم جانتے ہو خنیس الخراء کیا ہے تو میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں وہ معلیٰ بن خنیس ہے آپ نے فرمایا بالکل درست ہے معلیٰ بن خنیس ہی ہے اللہ کی قسم

میں نے بہت سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل نہیں دی یہاں تک ان کو معلیٰ بن حنیس خبیث نے ان کو گمراہ کر دیا۔

سیدنا ابو جعفر رضی اللہ عنہ یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کے قریب کھڑے ہو کر مختار بن ابی عبید پر لعنت کیا کرتے تھے، کسی شخص نے ان سے کہا کہ اس پر لعنت کرتے ہیں جو تمہارے حقوق کی خاطر ذبح کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا تھا۔ (بعینہ شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ صفحہ 78)

ابو اسحاق شیبانی قاسم بن عوف شیبانی سے بیان کرتا ہے کہ علی بن حسین نے فرمایا میرے پاس ایک بصری شخص آیا تو کہنے لگا میں بصرہ سے ایک کام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کے پاس حج و عمرہ کی نیت سے نہیں آیا تو آپ نے اُس سے فرمایا تیری کیا حاجت ہے؟ یعنی کس کام کے لیے تو آیا ہے تو اس نے کہا کہ میں آپ سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ علی بن ابی طالب کب اٹھائے جائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اس کو کہا: اللہ کی قسم وہ قیامت کو ہی اٹھیں گے۔

حوالہ ملاحظہ ہو!

و قدم علیہ نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم، فلما فرغوا من کلامہم، قال لہم: الا تخبرونی انتم المهاجرون الاولون الذین اخرجوا من دیارہم و اموالہم یتتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسوله اولئک ہم الصادقون، قالوا: لا قال: فانتم الذین تبوءوا الدار و الایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم و لا یجدون فی صدورہم حاجة مما اوتوا و یؤثرون علی انفسہم و لو کان بہم خصاصة، قالوا: لا، قال: اما انتم قد تبراتم ان تکنونوا امن احد ہذین الفریقین و انا اشہد انکم لستم من الذین قال اللہ فیہم: و الذین جاءوا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان و لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا، اخرجوا عنی فعل اللہ بکم۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال)

سیدنا امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نام و نسب

آپ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں اہل بیت نبوت کے پیشوا تھے۔

تحصیل علم

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری اور اپنے والد گرامی سیدنا امام زین العابدین سے علم دین کی تحصیل کی۔

علمی مقام

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا علمی پہلو بہت بلند ہے گو یہ کہ آپ تفسیر حدیث اور فقہ میں ید طولی رکھتے تھے نیز فرمایا: اللہ کی قسم وہ ہم میں سے سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کا علم رکھنے والے اور اس کے دین کو سمجھنے والے اور سب سے زیادہ رشتہ داری کے حقوق کا خیال رکھنے والے تھے، انہوں نے دین و دنیا کے معاملات میں رہنمائی کے لیے ہمارے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپ کے علم و فضل کے مساوی اور برابر ہو اور مشکل کاموں میں ہماری رہنمائی کر سکے۔ امام شعیبی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ہمارے زمانے کی عورتوں نے امام زید رضی اللہ عنہ کے برابر کوئی صاحب فضل و علم اور زیادہ بہادر، نیک کسی بچے کو جنم نہیں دیا، سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ میں نے امام زید رضی اللہ عنہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو ان جیسا فقیہ اور عالم ہو۔

اعتقادی نظریات

ابو خطاب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سیدنا امام زید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے نظریات کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں ان تمام بد عقیدہ لوگوں سے اللہ کی بناہ مانگتا ہوں جنہوں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا اور جنہوں نے اپنے گناہوں کو اللہ کے ذمہ لگا دیا اور جنہوں نے میرے دادا سیدنا علیؑ کا انکار کیا اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے اور ان سے بھی پناہ مانگتا اور اظہار براءت کرتا ہوں جو حضرات شیخین کریمین کو برا بھلا کہتے ہیں کیوں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سوائے ان کی تعریف کے اور کچھ نہیں سنا کیوں کہ اس وقت رافضیوں اور خارجیوں نے جبریہ، قدریہ بد مذہبوں کا فتنہ زور پر تھا۔

یاد رہے آپ سیدنا امام محمد باقرؑ کے بھائی امام جعفر صادقؑ اور امام اعظمؑ کے استاد ہیں۔

شہادت

آپ کو حسام بن عبد الملک کے زمانہ حکومت میں عراق کے گورنر یوسف بن محمد ثقفی نے شہید کرایا، آپ کے جسم مبارک کو مصلوب کیا گیا، اسی دن ایک مکڑی نے آپ کے ستر پر جالابن دیا تا کہ برہنہ نہ ہوں۔ اور کہتے ہیں کہ آپ کی لاش مبارک کو جلا کر رکھ کر اٹھ کو دریاے فرات میں بہادی گئی۔ واللہ اعلم



سیدنا یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے تھے ان میں سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور بہادری کا بے مثل کارنامہ تاریخوں میں مذکور ہے جن کی نظیر اور مثل کسی ملک اور کسی زمانہ میں نہیں ملتی جب آپ کے والد گرامی سیدنا زید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ کے صاحب زادے سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ ہشام کے خوف سے جو کہ اس وقت خلیفہ تھا مدائن کی طرف تشریف لے گئے یوسف بن عمر ثقفی نے آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے ایک فوجی دستہ مدائن کی طرف روانہ کیا جب آپ کو پتہ چلا تو آپ وہاں سے رے کی طرف روانہ ہو گئے کہ وہاں نیشاپور کی طرف کوچ کر گئے وہاں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا میں ٹھہروں مجھے جگہ دیں گے مگر لوگوں نے جواب دیا یہ وہ شہر ہے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کوئی موافق نہیں ملے گا تب وہاں سے آپ رخصت ہو گئے اور سرخس میں جا کر زید بن عمر تسمینی کے پاس مقیم رہے یہاں تک خلیفہ ہشام مر گیا اور اس کی جگہ ولید بن یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا اس وقت یوسف بن عمر نے نصر بن سیار کو لکھا کہ سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ بن زید اس طرف چلے گئے اور اس وقت فلاں شخص کے مکان میں ہیں ان کو گرفتار کر کے ان پر سختی کرو نصر بن سیار نے عقیل کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کرو کیوں کہ اس وقت آپ اس کے مکان میں تھے اور جب تک وہ سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ بن زید کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا چھوڑا نہیں جائے گا چنانچہ عقیل نے حریش کو بلا کر کہا کہ سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ سخت سزا کے لیے تیار ہو جاؤ حریش کے انکار پر اس کو تقریباً چھ سو کوڑے لگائے گئے مگر حریش نے کوڑے کھانے کے باوجود فرمایا اللہ کی قسم اگر یحییٰ میرے قدموں کے نیچے بھی چھپے ہوں تو میں اپنے قدم نہیں اٹھاؤں گا تیرے اختیار میں جو ہے کر لے مگر بد قسمتی سے حریش کے بیٹے نے عقیل سے کہا تم میرے والد کو رہا کر دو یحییٰ کا پتہ میں بتاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر دیا عقیل نے انہیں نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا نصر بن سیار نے ان کو اپنے پاس قید کر کے یوسف بن عمر کو خبر دی اس نے آگے خلیفہ ولید کو اطلاع دی کہ یحییٰ بن زید گرفتار ہو چکے ہیں ولید یزید نے نصر بن سیار کو لکھ بھیجا کہ یحییٰ کو فوراً چھوڑ دو چنانچہ آپ جس طرف جاتے حالات کونا مواقف پاتے آخر تنگ آمد بچنگ آمد

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے مطابق آپ حکومت کے خلاف مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے عمر بن ضرارہ کو جب پتہ چلا تو اس نے نصر بن سیار کو لکھا نصر نے عبد اللہ بن قیس کو لکھا کہ جلد از جلد اپنی فوجوں کو تیار کر کے عمر بن ضرارہ کے پاس جائیں اور یحییٰ کا مقابلہ کریں چنانچہ ہر طرف سے سردار فوج اپنا اپنا لشکر لے کر سب سے بڑے سالار عمر بن ضرارہ کے پاس جمع ہو گئے سب کی فوجوں کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا سیدنا یحییٰ بن زید رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے دس ہزار دشمن کی فوج جمع ہو گئی ہے، آپ کے ساتھ صرف 70 آدمی رہ گئے تھے مگر آپ نے اس بے جگری اور بہادری سے جنگ کی کہ دشمن کے بہت بڑے لشکر کو جو کہ ہر طرح کے آلات حرب بھی رکھتے تھے دیگر سامان جنگ بھی کافی تھا غرض کہ ایک طرف پوری سلطنت کی طاقت تھی آپ باوجود اپنی فقری ناداری بے ساز و سامان ہونے کے دشمن کو ایسی شکست دی کہ سب کے ہوش و حواس اڑ گئے، اس کثرت سے سرکاری فوج ماری گئی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں، ان کی سواری کے بہ کثرت جانور سیدنا یحییٰ رضی اللہ عنہ کے قبضے میں آئے، باقی فوج بھاگ گئی اور ان کا سردار عمر بن ضرارہ قتل ہوا، اس کا سر آپ نے کاٹ لیا اور حیرت کی بات ہے کہ آپ کی عمر مبارک اس وقت صرف اٹھارہ سال کی تھی۔ (تاریخ طبری و دیگر کتب تاریخ)



سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نسب و کنیت

آپ کا نام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ہیں۔ آپ جلیل القدر تابعی اور کثیر العلم ہیں۔ آپ اس امت کے بہت بڑے عالم و فاضل و عابد و زاہد تھے۔ آپ کی بلندی علم کی وجہ سے آپ کا لقب مبارک باقر ہے باقر کا معنی چیرنا کیوں کہ آپ نے علم فضل کے وہ دریا بہائے جن کو دیکھ کر اس وقت کے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء نے آپ کو باقر کا لقب دیا آپ نے بہت سے صحابہ کرام سے روایت کی اور آپ سے بڑے بڑے تابعین کرام نے روایت کی نیز آپ کے صاحب زادے امام جعفر صادق اور حکم بن عتیبہ عامش اور زاعی وغیرہ نے بڑے بڑے محدثین سے روایت کی ہے حالاں کہ وہ عمر کے لحاظ سے اس سے بڑے تھے سفیان بن عیینہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے تو میرے والد نے فرمایا پوری امت میں اس وقت ان جیسا کوئی نہیں وہ ہر لحاظ سے اپنے زمانے کے تمام علماء اور فقہاء سے افضل تھے۔ عجل نے کہا کہ مدنی شقہ تابعی ہیں محمد بن سعد نے کہا آپ فقیہ کثیر الحدیث تھے یاد رہے کہ آپ اہل سنت کے امام اور پیشوا ہیں کیوں کہ آپ حضرات شیخین کریمین سیدنا ابو بکر صدیق اور سید عمر فاروق کو بعد از انبیاء تمام لوگوں سے افضل جانتے تھے اور جب بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے تو اس کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم کی قبور پر کھڑے ہو کر ان کو بھی سلام عرض کرتے۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغہ ج 7 ص 177 صفحہ 271، کتاب الثانی صفحہ 111 جلد 4)

بے مثل و اعظ

آپ نے ایک دن اپنے صاحب زادے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خدا نے تین باتیں تین چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔ اپنی خوشی کو اپنی اطاعت میں چھپایا ہے پس تم اس کی اطاعت سے کسی بات کو حقیر نہ جانو شاید اس میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس کی رضا ہو اور اپنے غضب کو اپنی مصیبت میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اس کی نافرمانی کی کسی بات کو معمولی نہ سمجھو ممکن ہے اس میں اس کا غضب چھپا ہو اور اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے پس اس کے بندوں کو حقارت سے نہ دیکھو شاید وہی خدا کا دوست ہو۔

عن سالم بن ابی حفصہ، سالت ابا جعفر محمد بن علی و جعفر بن محمد عن ابی بکر و عمر فقالا لی: یا سالم تولهما و ابرا من عدوہما فانہما کانا امامی ہدی۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال صفحہ 442 جلد 4، موسوعہ اہل بیت صفحہ 438)

ترجمہ: سالم بن ابی حفصہ کہتا ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا، آپ نے مجھے فرمایا: اے سالم! ان دونوں سے محبت کر اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھ کیوں کہ وہ دونوں میرے ہدایت یافتہ امام ہیں۔

و قال ابو نعیم عن عیسی بن دینار المؤذن: سالت ابا جعفر عن ابی بکر و عمر فقال مسلمان رحمہما اللہ، فقلت له اتولاہما و استغفر لہما؟ قال نعم، قلت: ا تامرنی بذلک؟ قال نعم ثلاثاً فما اصابک منہما فعلى عاتقی و اشارہ بیدہ على عاتقیہ و قال کان بالكوفة على خمس سنین فما قال لہما الا خیرا و لا قال لہما ابی الا خیرا و لا اقول الا خیراً۔ (تہذیب الکمال 43-44 جلد 6)

ترجمہ: ابو نعیم عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں: میں نے ابو جعفر محمد باقر سے سیدنا ابو بکر اور عمر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ دونوں مسلمان ہیں، اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا: کیا میں ان دونوں سے محبت کروں اور ان کے حق میں دعائے استغفار کروں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: آپ مجھے ایسا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے تین بار فرمایا: ہاں ہاں ہاں اور ان کے بارے میں جو تمہیں نقصان پہنچے میری گور گردن پر ہے۔ اور فرمایا اس حال میں کہ آپ کا ہاتھ مبارک میرے کندھوں پر تھا کہ میں کوفہ میں پانچ سال رہا تو میں وہاں ان کے بارے میں ہمیشہ بہترین بیان کرتا رہا اور ان کے بارے میں میرے والد گرامی بھی کلمہ خیر ہی فرمایا کرتے تھے اور میں بھی اسی طرح اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر ان کے حق میں

دعائے خیر ہی کرتا ہوں۔

و قال اسرائیل بن یونس، عن حکیم بن جبیر، سألت ابا جعفر عن من یتنقص ابا بکر و عمر، فقال اولئك المراق۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال صفحہ 443 جلد 6)
ترجمہ: اسرائیل بن یونس حکیم بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا محمد باقر علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا جو سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص شان کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: وہ بے ایمان ہیں اور پاگل ہیں۔

و قال اسحاق بن یوسف الازرق عن بسام الصیرفی: سألت ابا جعفر، قلت: ماتقول فی ابی بکر و عمر؟ فقال: و اللہ انی لاتولاهما و استغفر لهما و ما ادركت احداً من اهل بیتی الا و هو یتولاهما۔ (تہذیب الکمال صفحہ 442 جلد 6)
ترجمہ: اسحاق بن یوسف کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر، یعنی محمد باقر سے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تم ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان دونوں کے حق میں دعا استغفار بھی کرتا ہوں اور میں نے اپنی اہل بیت میں کسی کو نہیں پایا مگر یہ کہ وہ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ کی بارگاہ میں بنو ہاشم اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگ موجود تھے تو آپ نے فرمایا: اے آل محمد کو ماننے والو! اللہ سے ڈرو اور ہمارے بارے میں میانہ روی اختیار کرو تمہارے پاس غالی اور تالی بھی آتے ہیں اور تم سے ملتے ہیں ان سے اجتناب برتو آپ سے پوچھا گیا غالی کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو ہمارے بارے میں وہ کہتے ہیں جو اپنے بارے میں ہم نہیں کہتے ہمارے متعلق وہ جھوٹ بولتے ہیں انہوں نے کہا کہ تالی کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہمارے ساتھ اس لیے خیر خواہی کرتا ہے کہ ہم اس کے لیے خیر خواہی کریں یعنی ہم پر احسان جتلاتا، اللہ کی قسم ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی قرابت کا رشتہ نہیں ہے اور نہ اللہ پر کوئی ہماری محبت اور زور ہے، ہم تو اللہ کا قرب اس کی اطاعت کے ساتھ چاہتے ہیں پس جو کوئی تم میں سے اللہ کا مطیع ہو وہ اللہ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے، اس کو ہم اہل بیت کی محبت فائدہ دے گی اور جو کوئی تم میں سے اللہ کا نافرمان ہو اس کو ہماری محبت کوئی نفع نہیں

دے سکتی ہرگز تم دھوکے میں نہ رہو۔ (کشف الغمہ جلد دوم صفحہ 149)

و عن عروة بن عبد الله قال سألت ابا جعفر محمد بن علي عليهما السلام عن حلية السيوف فقال: لا بأس به، قد حلى ابوبكر الصديق رضي الله عنه سيفه قلت فتقول الصديق: قال: فوثب وثبة و استقبل القبلة و قال: نعم الصديق، نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله له قولاً في الدنيا و لا في الآخرة۔ (کشف الغمہ صفحہ 147 الجزء الثاني)

ترجمہ: عروہ بن عبد اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے تلواریں کو چاندی لگانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں جائز ہے بے شک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلواریں کو چاندی لگائی تھی میں نے کہا تم بھی ان کو صدیق کہتے ہیں تو آپ جوش میں آگئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ہاں وہ صدیق ہے وہ بہترین صدیق ہے جو اسے صدیق نہ مانے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو سچا نہ کرے۔

وفات

آپ کی وفات مبارک سنہ 115ھ میں ہوئی، اگرچہ اس کے بارے میں اور بھی قول ہیں مگر زیادہ ترجیح یہ ہی ہے وفات کے بارے میں آپ کی عمر کے بارے میں دو قول ہیں بعض ستر یا ساٹھ سال لکھتے ہیں آپ کربلا میں موجود تھے مگر کسی وجہ سے شہید ہونے سے بچ گئے۔ (موسوعہ اہل بیت النبی الاطہار)



سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

نسب

جعفر ابن محمد بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ کا لقب صادق، ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ سادات اہل بیت سے ہیں۔ یحییٰ ابن سعد ابن جرع مالک ابن انس سفیان ثوری ابن عیینہ اور ابو حنیفہ سے روایت ہے۔ آپ 17 ربیع الاول سنہ 80ھ کو پیدا ہوئے۔ 15 شوال سنہ 148ھ میں آپ نے وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اڑسٹھ سال تھی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ کی والدہ محترمہ سیدنا ام فروة بنت قاسم بن محمد بن بن ابی بکر التیمی اور ان کی والدہ اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر ہیں۔ اس لیے آپ فرمایا کرتے تھے:

ولدنی ابو بکر الصدیق مرتین۔ (کشف الغمہ صفحہ 187 و 141 جلد دوم، موسوعۃ اہل بیت النبی الاطہار صفحہ 438)

علمی مقام

قال حدثنا محمد بن حماد بن زید الحارثی، قال ثنا عمر بن ثابت، قال رايت جعفر بن محمد واقفاً عند الجمرة العظمی، و هو يقول: سلونی، سلونی۔
(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 470)

ترجمہ: محمد بن حماد بن زید حارثی بیان کرتا ہے کہ ہم سے عمر بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جمرہ عظمیٰ کے پاس کھڑے ہو کر یہ فرماتے سنا مجھ سے پوچھ جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔

عن صالح بن ابی الاسود، قال سمعت جعفر ابن محمد، يقول سلونی قبل ان تفقدونی فانہ لا یحدثکم احداً بعدی بمثل حدیثی۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 470)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: صالح بن ابی اسود سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا مجھ سے پوچھ لو اس سے قبل تم مجھے نہ پاؤ پس بے شک نہیں بیان کرے گا تم سے کوئی شخص میرے بعد میری طرح بیان کرنا۔

اسی لیے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ جیسا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا کیوں کہ آپ اپنے وقت کے تمام علما اور فقہا سے بڑھ کر عالم تھے۔

آپ کی ولادت سنہ 80ھ میں ہوئی اور آپ نے بڑے بڑے صحابہ کرام سے مثلاً سیدنا انس بن مالک، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ حدیث روایت کرنے میں سند ہیں۔ حاتم رازی نے کہا کہ آپ اس قدر سچے اور فقیہ ہیں کہ آپ کے متعلق سوال کرنا ہی جائز نہیں۔

اعتقادی نظریات

قال ابو زهير معاوية لجعفر بن محمد، ان لي جاراً يزعم انك تبرا من ابي بكر
و عمر ابن خطاب فقال جعفر الصادق، بري الله من جارك والله اني لارجو
ان ينفعني الله بقرايتي من ابي بكر۔

(موسوع اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 438، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: آپ کے اعتقادی نظریات ابو زہیر معاویہ نے امام جعفر صادق سے کہا: بے شک میرا ایک پڑوسی ہے اس کا گمان ہے کہ آپ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو اچھا نہیں سمجھتے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے پڑوسی کو برباد کرے اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں میری جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قرابت ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا اور مجھ پر انعام و اکرام فرمائے گا۔

سیدنا سالم بن ابی صفحہ نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

يا سالم تولهما و ابرا من عدوہما، فانہما کانا امامی ہدی۔

(موسوع اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 438)

ترجمہ: اے سالم! ان سے محبت کر ان کے دشمنوں سے عداوت رکھ اور ان سے الگ رہ کیوں کہ وہ دونوں (ابوبکر، عمر) میرے ہدایت یافتہ امام ہیں۔

قال ثم قال جعفر بن محمد یا سالم ایسب الرجل جدہ؟ ابوبکر جدی، لا نالتنی شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوم القیامۃ ان لم اکن اتولہما و ابرا من عدوہما۔ (موسوع اہل بیت النبی ﷺ صفحہ 39-438)

ترجمہ: اور مجھ سے سیدنا جعفر بن محمد یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سالم! کیا کوئی اپنے جد کو گالی دیتا ہے؟ ابوبکر میرے نانا ہیں، مجھے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان سے محبت اور ان کے دشمنوں سے دشمنی نہ کروں۔

عن سالم بن ابی حفصۃ، قال دخلت علی جعفر بن محمد اعودہ و هو مریض، فقال اللهم انی احب ابا بکر و عمر و اتولاہما، اللهم ان کان فی نفسی غیر هذا فلا تنالنی شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد 1 صفحہ 471)

ترجمہ: سالم بن ابی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق کے پاس ان کی تیمارداری کو حاضر ہوا کیوں کہ آپ بیمار تھے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! بے شک میں سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر سے محبت اور پیار کرتا ہوں، اے اللہ! اگر میرے دل میں اس کے سوا کچھ ہو تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

حدثنا حفص بن غیاث، قال: سمعت جعفر بن محمد یقول: ما ارجو من شفاعۃ علی شیئا الا و انا ارجو من شفاعۃ ابی بکر مثله و لقد ولدنی مرتین۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: حفص بن غیاث بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس طرح میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا امیدوار ہوں اسی طرح میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا آرزو مند ہوں کیوں کہ ابوبکر نے مجھے دو مرتبہ جنا۔

عن جعفر بن محمد، اتاہم و ہم یریدون ان یرتحلوا من المدینة، فقال: انکم ان شاء اللہ من صالحی اہل مصرکم، فابلغوہم عنی من زعم انی امام مفترض الطاعة، فانا منه بریء و من زعم انی ابرا من ابی بکر و عمر فانا منه بریء۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: عبد الجبار بن عباس ہمدانی بیان کرتا ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ اس وقت آئے جب وہ مدینہ منورہ سے رخصت ہونے والے تھے بے شک تم اہل مصر کے صالحین سے ہو، تم ان کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دو جو یہ گمان کرتا ہے کہ امام مفترض اطاعت ہے بے شک میں اس سے بری ہوں اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ میں ابو بکر اور عمر سے بیزار ہوں بے شک میں اس سے بیزار ہوں۔

قال حدثنا محمد بن مهران، قال حدثنا یحیی بن سلیم عن جعفر بن محمد قال: ان الخبثاء من اهل العراق یزعمون انا نقع فی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما و ہما والدای۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: یحییٰ بن سلیم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک عراقی خبیث گمان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اس دل میں برا خیال رکھتا ہوں حالاں کہ وہ دونوں میرے والد ہیں میں ایسا کس طرح کر سکتا ہوں۔

قال حدثنا علی ابن محمد الطنافسی، قال: حدثنا حنان بن سدیر، قال سمعت جعفر بن محمد و سئل عن ابی بکر و عمر، فقال انک تسالنی عن رجلین قد اکلا من ثمار الجنة۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول صفحہ 471)

ترجمہ: حنان بن سدیر بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا جب ان سے سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا بے شک تو ان کے بارے مجھ سے پوچھتے ہو جو جنتی پھل کھا رہے ہیں۔





دارالتحقیق

حامو محمد فاروق ضو (ج ۱) رشاد الہی گما

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>